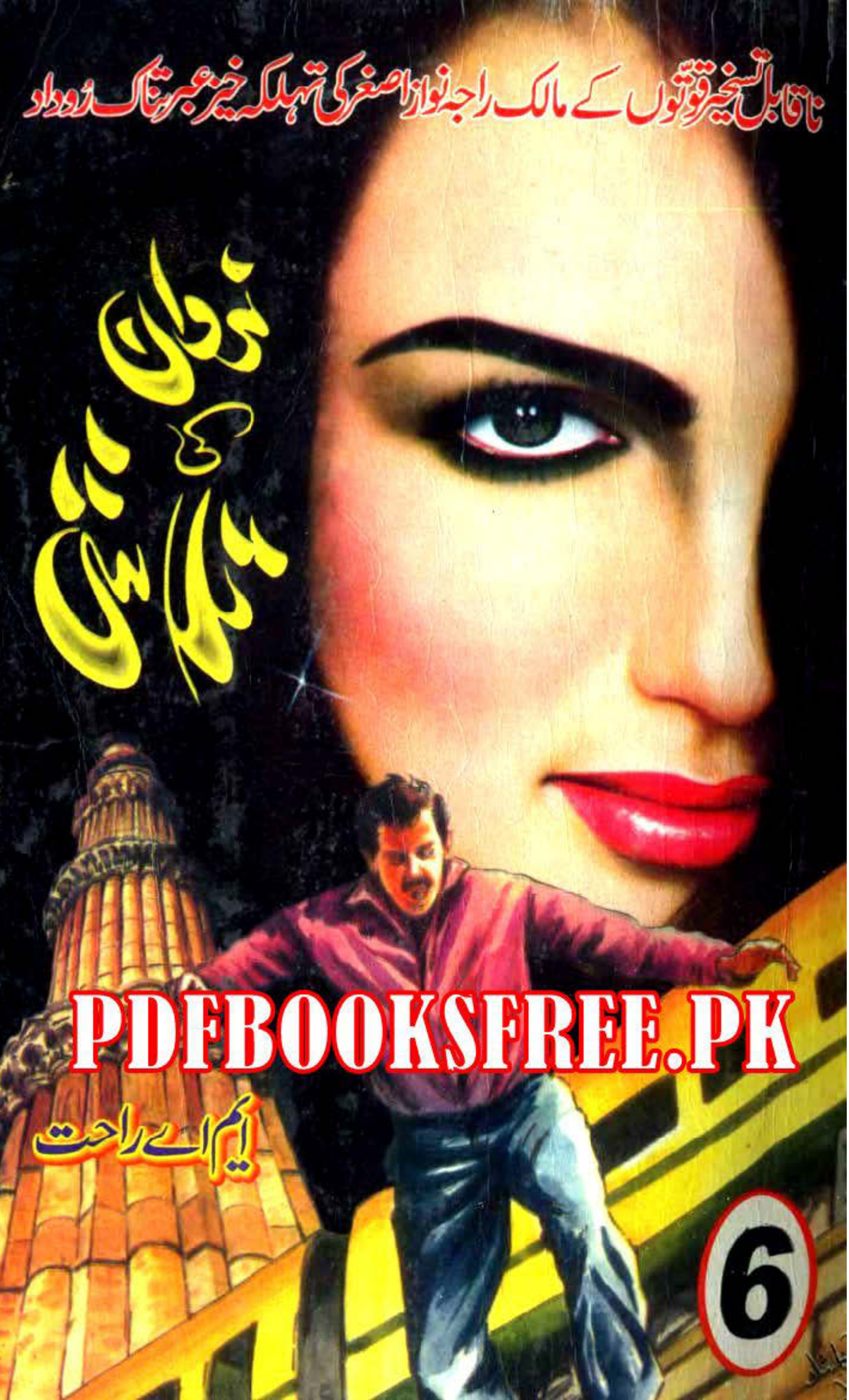

ناقابلِ تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نروان کی تلاش
PDFBOOKSFREE.PK
ایم اے راحت
6

سردارے کی باتوں نے میرے ذہن کو بھی جہلم کی لہروں میں دھکیل دیا تھا جس کے کنارے تاحد نگاہ پھیلے سرسوں کے کھیتوں پر پیلے پھول لہلہا رہے تھے رنگین لباسوں میں ملبوس کنواریوں کے کولہوں پر رکھے ہوئے پانی کے کلسے چھلک رہے تھے۔ ان کے مترنم قہقہوں سے فضاؤں میں مستی رچی ہوئی تھی اور دور چلنے والے رہٹ کی چرچوں کانوں کو بے حد بھلی لگ رہی تھی مجھے محسوس ہوا جیسے میرے جسم کے ذرات منتشر ہو گئے ہوں اور پھر یہ ذرات ہوا میں تحلیل ہو گئے ہوں اور یہ ہوائیں سرائے عالمگیر اور جہلم کے درمیان کھیتوں کو چھوتی ہوئی گزر رہی ہوں عالم تصور میں میں نے اپنا مکان دیکھا جہلم کی لہروں میں مسجد کا عکس آج بھی اسی طرح ڈول رہا تھا اور میرا کسان باپ کاندھے پر ہل رکھے زمین کا سینہ چیرنے کا عزم لیے کھیتوں کی طرف جا رہا تھا لیکن سردارے کی آواز نے میرے بدن کے ذرات ہواؤں میں سے واپس لے لیے اور مجھے مجتمع کر کے سویڈن کے اس جنگل میں لاپھینکا میں واپس آ گیا۔

"تم کہاں کھو گئے استاد؟"

"میں تنہائی چاہتا ہوں سردارے پلیز مجھ سے گفتگو نہ کرو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

یادیں تڑپاتی رہیں۔ نہ جانے کون کون یاد آیا۔ ذہن یادوں کے بوجھ سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ نیند نے مدد کی اور ذہن نیم غنودہ ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ سردارے کب اٹھ کر میرے پاس سے چلا گیا۔ میں تو شاید جگایا گیا تھا۔ کوئی زور زور سے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے جھنجھوڑ رہا تھا میری آنکھ کھل گئی۔ چاند نکلا ہوا تھا گو اس شامیانے کے نیچے سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن چاندنی جنگلات کو روشن کیے ہوئے تھی۔

لمبے لمبے بال میرے چہرے سے ٹکرا رہے تھے' اور نرم ہاتھوں کا بوجھ بدستور میرے سینے پر تھا۔ مجھے اسے پہچاننے میں دقت نہ ہوئی۔ یہ شینی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اٹھو گے نہیں ایڈورڈ؟" اس کے لہجے میں جو کچھ تھا اسے پہچاننے میں مجھے دقت نہ ہوئی۔ میں نے سردارے کو دیکھا لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ پھر میں نے شامیانے کے دوسرے سرے پر ہاتی

لوگوں کو تلاش کیا۔ ہاورڈ اور میکی سکسٹی نائن کا ہندسہ بنائے ہوئے تھے۔ گریشی ان کے درمیان موجود نہیں تھی۔

میں نے گہری سانس لی۔ سردارے کا کام بن گیا تھا لیکن اب یہ خاتون مجھ پر کیوں کرم فرمائی کر رہی تھیں۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کو پکڑ لیا۔ اور پھر تھوڑا سا اوپر اٹھا کر بولا۔

"کیوں اٹھانا چاہتی ہیں محترمہ؟"

"اوہ اٹھ بھی جاؤ ڈارلنگ!" وہ نشے میں چور لہجے میں بولی۔

سویا تھا تو ذہن پر بوجھ تھا۔ اس وقت بھی طبیعت بھاری بھاری سی محسوس ہو رہی تھی۔ سوچا ٹھیک ہے جب وہ خود ہی دعوت دے رہی ہے تو جنگل کی یہ رات کیوں نہ رنگین بنالی جائے لیکن اس طرح نہیں۔

میں اٹھ گیا اور پھر میں نے اس کا بازو پکڑا اور اسے شامیانے کے نیچے سے نکال لایا۔ میرا رخ جھیل کی طرف تھا۔ کنارے پر پہنچ کر چاند کی روشنی میں میں نے اس کی صورت دیکھی۔ نقش و نگار حسین تھے۔ سنہرے بال گرد آلود نہ ہوتے تو بے حد خوبصورت لگتے۔ بدن بھی غیر متناسب نہ تھا اور عمر بھی۔

لیکن اس صورت میں وہ قابل قبول نہیں تھی۔ نشے میں چور تھی، سرخ آنکھیں، بوجھل پلکیں۔ اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں ڈال دیئے اور پنجوں کے بل اچک کر میرا بوسہ لینے کی کوشش کی۔

"اوہ شینی ڈیئر ایسے نہیں۔"

"پھر؟" اس نے پلکیں اٹھا کر مجھے دیکھنے کی کوشش کی۔

"میں بتاتا ہوں" میں نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور اس کے بلاوز کے بٹن کھول دیئے نیچے دوسرا کوئی لباس نہیں تھا نوخیز سینہ عریاں ہو گیا۔ بدن اندر سے اتنا گندہ نہ تھا۔ وہ میری اس بات سے کچھ اور سمجھی اور مسکرا کر پھر میری طرف بڑھی۔ لیکن میں نے اسے روک دیا اور اب میرے ہاتھ اس کے اسکرٹ کے بیلٹ کھول رہے تھے۔ چاندنی میں کچھ اور سفیدی بڑھ گئی اور پھر میں نے اسے بازوؤں میں بھر کر جھیل میں چھلانگ لگادی۔

لڑکی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا اس کی چیخیں نکل گئیں، چرس کا سارا نشہ ہرن ہو گیا تھا اس نے پانی میں ہاتھ پاؤں مارے لیکن میں اسے سنبھالے ہوئے تھا پھر میں نے اسے پانی میں غوطے دیئے اس کے بدن کو اپنے ہاتھوں سے ململ کر گندگی سے صاف کیا۔ اسے بھی اب احساس ہو گیا تھا کہ میں پاگل نہیں ہوں چنانچہ اب اس کے چہرے پر ہراس نہیں تھا پھر جب میں اسے صاف ستھرا کر کے پانی سے باہر لایا تو وہ مسکرا دی۔

"سلی بوائے۔" اس نے میرے سینے سے چپکتے ہوئے کہا۔

"تم پہلے سے کہیں زیادہ اچھی ہو گئی ہو۔ آؤ اور میں اسے لیے ہوئے درختوں کے جھنڈ کے پاس نرم گھاس پر پہنچ گیا اب وہ نشے میں نہیں تھی۔ بہرصورت اس نے میرے ساتھ مکمل تعاون کیا اور چاندنی ہم دونوں پر چھا گئی۔ نہ جانے سردارے گریشی کے ساتھ کون سے جھنڈ میں تھا۔

دوسری صبح جب شامیانے کے نیچے میری آنکھ کھلی تو سردارے میرے قریب ہی لیٹا ہوا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ اس کی رات کی گمشدگی میرے علم میں نہیں ہے اور میں سوچ رہا تھا کہ یقیناً سردارے کو رات کی حرکت کا کوئی علم نہیں ہے لیکن دونوں کمبختوں نے ہم دونوں کا بھرم ایک ساتھ کھول دیا۔ میری مراد ہاورڈ

اور میکی سے ہے۔

"ہیلو آفیسرز رات کیسی گزری ہمیں یقین ہے کہ دونوں لڑکیوں نے آپ سے بہترین تعاون کیا ہو گا" میں نے اور سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں بیک وقت ایک دوسرے کی شکل دیکھی تھی اور پھر سردارے معنی خیز انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"ہوں تو استاد بھی استادی سے باز نہیں آئے" اس نے کہا۔

"بکواس مت کرو، ان گدھوں کو دیکھو کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"کیا خیال ہے جناب آپ لڑکیوں کے تعاون سے مطمئن ہیں؟" ہاورڈ نے پھر پوچھا۔

"مقصد کیا ہے تمہارا؟" میں نے کہا۔

"اوہ کچھ نہیں آفیسر بس صرف یہ کہنا تھا کہ اس سلسلے میں جو کچھ مناسب سمجھیں دے دیں۔" میکی دونوں ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی کم بخت کاروباری تھے رات کو جو لطف آیا تھا وہ سب کرکرا ہو گیا ہم نے انہیں کچھ کرنسی دے کر ان پر لعنت بھیج دی بہرحال لن پاشنگ تک ان غلیظ لوگوں کو برداشت کرنا ہی پڑا۔

رات کی بچی ہوئی خوراک ہم نے اطمینان سے کھالی وہ گدھے بھوکے بیٹھے ہوئے تھے پیسوں کے اتنے لالچی تھے کہ اپنی خوراک ہی فروخت کر بیٹھے تھے ہم نے کوئی تکلف نہ کیا۔ اور گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بھی اب کسی تکلف کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔

دونوں لڑکیوں کو ہم نے اپنے پاس ہی بٹھلایا تھا اور ان کے دونوں احمق ساتھی آگے بیٹھے تھے۔ سردارے نہ جانے کیوں مسکرا رہا تھا۔ میں نے اس کی مسکراہٹ پر کوئی توجہ نہیں دی۔ دونوں لڑکیاں اب ہر تکلف سے آزاد تھیں۔ انہوں نے دونوں طرف سے ہماری کمر میں ہاتھ ڈال رکھے تھے اور ہم سے بالکل چپکی بیٹھی تھیں۔ ہر طرح کی پذیرائی کے لیے تیار سردارے بدستور مسکرائے جا رہا تھا۔ میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے غصے سے پوچھا۔

"یہ دانت کیوں نکلے پڑ رہے ہیں گدھے؟" میں نے یہ جملہ اردو میں کہا تھا۔ دونوں لڑکیاں چونک کر مجھے دیکھنے لگیں۔

"بس استاد برداشت نہیں ہو رہا" سردارے نے جواب دیا۔

"تکلیف کیا ہے تمہیں؟" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"رات کی بات بھی خوب رہی۔ میں نے تمہاری گہری نیند کا اطمینان کر لیا تھا تب میں نے انہیں تکلیف دی لیکن دوسری خود بخود تمہارے پاس پہنچ گئی لیکن بھانڈا ان گدھوں نے پھوڑ دیا۔"

"ہوں۔ وہ سو فیصدی کاروباری ہیں"

"لیکن استاد تمہاری والی اتنی صاف ستھری کیسے نظر آ رہی ہے؟ کیا تم نے اسے جھیل میں غوطے دیئے تھے؟" سردارے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہاری طرح گندہ نہیں ہوں" میں نے جواب دیا۔

"خوب" سردارے نے ہنستے ہوئے بولا۔

یہ تم لوگ کونسی زبان میں گفتگو کرنے لگے "گریشی نے درمیان میں مداخلت کی۔"

"کیوں کیا اس کی بھی مختصر سی رقم دینا پڑے گی تمہیں؟" سردارے نے طنزیہ انداز میں کہا۔ اور گریشی ایک دم خاموش ہو گئی یوں لگتا تھا جیسے اس طنز سے اسے بہت دکھ ہوا۔ میں نے غور سے اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی اداسی تیر رہی تھی۔ بہرحال ہم نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ دوپہر کو لن پاشنگ اور یان پاشنگ کے جڑواں شہر میں پہنچ گئے جہاں زیادہ تر دیا سلائیاں بنانے کے کارخانے تھے ہم نے اس جگہ ان لوگوں کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔

"اوہ ماسٹر کیا آپ کو اسکیمولینڈ دیکھنے سے دلچسپی نہیں ہے؟" اگر آپ لیپ لینڈ تک ہمارے ساتھ چلیں تو کیا حرج ہے۔ کیرونا کے نواح بے حد خوبصورت ہیں۔ ہم لوگ وہیں جا رہے ہیں" ہاورڈ نے کہا۔

"جی نہیں شکریہ بس اب ہمیں اجازت دیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور وہ آگے بڑھ گئے میں نے سردارے کی طرف دیکھا سردارے بھی دور تک اس شور مچانے والی گاڑی کو دیکھتا جا رہا تھا پھر اس نے گہری سانس لی۔

"عجیب لوگ تھے استاد! میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے بارے میں میرے کیا تاثرات ہیں"

"اب تاثرات کی تفصیل میں مت جاؤ یہاں سے آگے بڑھنے کے بارے میں سوچو" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی ہم اسٹاک ہوم جانے والی سڑک پر ہو لئے۔ لفٹ کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ لفٹ مل بھی سکے گی یا نہیں۔ بہرحال چلتے رہے لن پاشنگ سے ہم نے اپنی وہ ضروریات پوری کر لی تھیں جنہوں نے ہمیں تکلیف پہنچائی تھی۔ اور اب ہمارے کندھوں سے مضبوط اور خاصے بڑے تھیلے لٹک رہے تھے۔ سیدھی اور صاف سڑک دور تک سنسان پڑی تھی۔ سڑک پر ہم دیر تک چلتے رہے اور کافی دور نکل آئے اور قسمت یاور نہیں تھی۔ کوئی کار نہیں مل سکی اور ہم چلتے رہے سردارے بھی کمزور نہیں تھا اس نے ایک بار بھی تھکن کے بارے میں نہیں کہا اور ہم چلتے رہے اور نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔

پھر سویڈن کے عجیب و غریب ماحول کا احساس ہوا۔ رات کے دو بجے تھے مگر گھپ اندھیرا ہونے کی بجائے ہر سو ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی جیسے شام کا دھندلکا ہوا اونچے درخت لہلہاتے کھیت مدھم روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ سنگ میل پر شاک ہوم ۴۵ کلو میٹر لکھا ہوا تھا۔

"اب کیا کیا جائے؟" سردارے نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آرام۔" میں نے جواب دیا۔

"رات کے دو بجے ہیں لیکن یہ روشنی کیسی عجیب ہے۔"

"ہاں سویڈن میں دن اور رات کا تصور "کسی قدر بدل جاتا ہے اس خطے میں گرمیوں میں کسی بھی وقت مکمل تاریکی نہیں ہوتی۔ رات میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والا تاریکی کا تصور جو ہمارے ذہنوں میں ہے سویڈن میں آکر مہمل ہو جاتا ہے گیارہ بجے سورج غروب ہوتا ہے تو صبح دو بجے پھر طلوع ہو جاتا ہے اور صبح تین بجے دھوپ کی تمازت خاصی تیز ہوتی ہے دن اور رات کے درمیانی وقفے میں بھی زمین و آسمان کے درمیان روشنی کی ایک مدھم چادر تنی رہتی ہے سویڈن والے اس روشنی کو نیلی شفق کا نام دیتے ہیں" میں نے سردارے کو بتایا۔

"ایک بات بڑی حیرت انگیز ہے استاد بہت سے ممالک کے بارے میں تمہاری معلومات کافی ہیں"

"ہاں میں بتا چکا ہوں کہ دوران طالب علمی جغرافیہ میرا دلچسپ موضوع رہا ہے۔"

"تب پھر یہ بتاؤ استاد کہ ان علاقوں میں آسانی سے لفٹ بھی مل سکتی ہے کہ نہیں"

"یہ تو قسمت کی بات ہے' فی الحال آرام کرو۔ اور ہاں اگر کوئی گاڑی نظر آ جائے تو پھر اسے روکنے کی کوشش کریں گے"

"ٹھیک ہے ہم لوگوں نے وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔ نیند کس احمق کو آتی۔ دونوں آنکھیں بند کئے سونے کی ایکٹنگ کرتے رہے اور پھر کسی گاڑی کے انجن کی آواز نے ہم دونوں کی نیند کا بھرم کھول دیا اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے دور سے دو روشنیاں اچھلتی کودتی چلی آ رہی تھیں۔

ہم دونوں سڑک کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور پھر گاڑی کیوں نہ رکتی۔ اسٹیرنگ پر ایک بوڑھا جوڑا بیٹھا ہوا تھا بڑے میاں اپنی جوانی کی یادگار کو خود سے چپکائے ہوئے بیٹھے تھے ہمیں دیکھ کر بڑی بی خوفزدہ ہو گئیں اور قاعدے سے بیٹھ گئیں۔ بڑے میاں نے غصیلے انداز میں کار کو زبردست بریک لگائے اور کھڑکی سے منہ نکال کر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولے۔

"کس مصیبت میں گرفتار ہو تم دونوں؟"

"سفر کی مصیبت میں قبلہ"

"اس ویرانے میں کسی طرف سے کوئی جنگلی جانور آکر تمہیں زندگی کے بوجھ سے آزاد کر سکتا ہے۔"

"خدا آپ کی جوانی سلامت رکھے اگر آپ ہمیں اپنی گاڑی میں لفٹ دے دیں" سردارے نے یہ بات مذاق میں ہی کہی تھی لیکن بڑی بی جوانی کے تصور سے خوش ہو گئیں اور انہوں نے بڑے میاں کو کہنی مار کر شاید ہم دونوں کو لفٹ دینے کی سفارش کی تب بڑے میاں نے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور ہم دونوں غڑپ سے اندر گھس گئے کار آگے بڑھ گئی۔

راستے بھر بڑے میاں کا موڈ خراب رہا شاید اس سنسان سڑک پر اس طویل سفر کے لیے بیگم صاحبہ کے قرب میں انہوں نے نہ جانے کیا کیا منصوبے بنائے ہوں گے لیکن ہم لوگ کباب میں ہڈی بن گئے تھے۔

بالآخر انہوں نے ہمیں شہر سے باہر نواحی آبادی میں اتار دیا۔

اسٹاک ہوم کی نواحی آبادی خوبصورت رہائشی عمارتوں اور سرسبز درختوں میں گھری ہوئی تھی اس وقت صرف تین بجے تھے لیکن سورج کافی تیز تھا۔ سڑکیں' فٹ پاتھ' پارک سب سنسان پڑے ہوئے تھے ہم نے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور نواحی علاقے میں ہی ایک ہوٹل کا نیون سائن نظر آ گیا تو رہم جیسے اس کی طرف بھاگ پڑے۔

ہوٹل۔ ریڈ گرے میں ہمیں ایک خوبصورت اور کشادہ کمرہ مل گیا اور ہمیں تیز دھوپ سے نجات حاصل ہوئی سردارے نے گہری گہری سانسیں لیں۔

"عجب احمقانہ موسم ہے یہاں کا تو استاد پتہ چلتا ہے کہ سورج بھی یہاں آکر گڑبڑا جاتا ہے۔ نہ دن وقت سے نکلتا ہے نہ رات میرا خیال ہے میں ذرا غسل خانے سے ہو آؤں دروازہ تو بڑا ہی خوبصورت ہے اندر سے دیکھوں کیسا ہے"

"جاؤ' جاؤ تم یوں بھی بڑے غلیظ ہو رہے ہو" میں نے کہا۔ سردارے غسل خانے سے نکلا تو میں چلا گیا ٹھنڈے پانی کے غسل نے اس تھکن کو جسم سے اتار دیا تھا جو اس بے تکے سفر نے پیدا کر دی تھی اور اس کے بعد ہم نے ویٹر کو بلانے کے لیے کال بٹن دبا دیا پھر اس سے ایک مشروب اور پیٹیس طلب کیں۔

آرڈر سرد ہو گیا اور ٹھنڈے مشروب نے بڑی فرحت بخشی اور اس کے بعد آرام دہ بستر آنکھ کھلی تو سورج صاحب بھی غائب ہو چکے تھے۔ ویٹر نے خوشنما اور مہکتے ہوئے پھول گلدان میں لا کر لگا دیئے اور پھر اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"مڈ سمر نائٹ کہاں گزاریں گے جناب؟"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اوہ کیا آپ کا تعلق سویڈن سے نہیں ہے؟"

"نہیں ہم استنبول سے آئے ہیں۔"

"اوہ تب نوٹ کریں' آج جون کی تیئس تاریخ ہے اور نصف گرمیوں کی شب سویڈن کا ثقافتی دن ہوتا ہے جسے ہم لوگ کرسمس سے بھی زیادہ دھوم دھام سے مناتے ہیں"

"اوہو۔ تب تو یہاں کے پروگرام بھی خصوصی ہوں گے" سردارے نے پوچھا۔

ویٹر واپس چلا گیا۔ تو سردارے نے مسرت بھری نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور جیسے منہ ہی منہ ثانی چوستا ہوا بولا۔

"مڈ سمر نائٹ ایک بات بتاؤ استاد ضروری تو نہیں ہے کہ ہم فوری طور پر مصروف ہو جائیں میرا مطلب ہے مڈ --- سمر --- نائٹ۔" سردارے کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"ہاں۔ ہاں فوری طور پر تو ہم معروف نہیں ہو سکتے۔"

"اسٹاک ہوم ہمارے لیے اجنبی ضرور ہے لیکن بہرحال کسی بھی ملک کی کوئی جوان لڑکی کو کسی بھی ملک کے نوجوان کے لیے اجنبی نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک ہے تم دفعان ہو سکتے ہو"

"اوہ میرا یہ مطلب نہیں استاد اب میں اسٹاک ہوم سے اتنا فری بھی نہیں ہونا چاہتا' دونوں ساتھ ہی چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے مڈ سمر کے لیے رات کا تھوڑا سا گزرنا ضروری ہے اس لیے انتظار کرو" اور ہم نے اڈ برے میں ہی رات کا انتظار کیا ٹھیک گیارہ بجے ہم ہوٹل کی سیڑھیاں اتر کر باہر آ گئے اور اسٹاک ہوم پر جانے والی سڑک پر پیدل ہی چل پڑے۔ سڑکوں پر خوب رونق تھی ننھی منی کاریں عجیب ہیت اختیار کیے ہوئے ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں ویٹر نے انہیں ٹھیک ہی کہا تھا یہ تہوار خاصا زور دار تھا لوگ خوبصورت لباس میں سڑکوں پر چہل قدمی کر رہے تھے جسم پوشی میں سویڈن بھی ڈنمارک سے کم نہیں۔ مرد تو پورے لباسوں ہی میں تھے شاید اس احساس کے تحت کہ تن کی عریانی ان میں کوئی جاذبیت نہیں پیدا کر سکتی لیکن لڑکیوں کو اپنے بدن کے ایک ایک حصے پر پوری واقفیت تھی وہ جانتی تھیں کہ کون سے حصے کی نمائش دماغ کی شریانوں کو سلگا سکتی ہے چنانچہ عجیب عجیب لباس تھے کسی کا اوپر سے غائب کسی کا نیچے سے غائب۔

بہرحال سردارے کے انداز میں وہ کیفیت نمایاں تھی جو کسی بچے کی آنکھوں میں خوبصورت

کھلونے دیکھ کر پیدا ہو جاتی ہے میں بھی خود کو نظربازی سے بری الذمہ قرار نہیں دوں گا خوبصورت لڑکیاں میری بھی کمزوری ہیں لیکن اب سویڈن کے اصولوں کے بارے میں معلومات حاصل کئے بغیر کسی لڑکی سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش سر کے لئے نقصان دہ ثابت بھی ہو سکتی تھی چنانچہ ہم دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

ویسے ہم دونوں سویڈن کے باشندوں کے درمیان صاف اجنبی لگ رہے تھے بہت سی نگاہیں ہماری طرف اٹھ رہی تھیں پھر ہمارے پیچھے سے ایک ننھی منی ببل کار نمودار ہوئی اور ہمارے نزدیک آ کر رک گئی اس کی شکل درحقیقت غبارے جیسی تھی دروازہ کھلا اور خوبصورت سی لڑکیوں نے گردن نکال کر ہماری طرف دو ہوائی بوسے اچھال دیئے۔

"ہیلو۔" سردارے مکسیکین باشندوں کی طرح گردن جھکا کر بولا۔

"گرمیوں کی آدھی رات اور تم تنہا۔" ان میں سے ایک لڑکی بولی۔

"کیا کیا جائے سویڈن والوں نے ہمیں ہماری اجنبیت کا احساس دلایا ہے"

"مقامی نہیں ہو؟" لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں فرام استنبول۔"

"تو اندر آ جاؤ۔" اور ہم دونوں نے اس دعوت کو ٹھکرانا کفران نعمت سمجھا۔ اس منی سی کار میں ہم دونوں با آسانی آ گئے دونوں لڑکیاں اگلی سیٹوں پر تھیں غبارے کا دروازہ بند ہو گیا اور پھر وہ بے آواز آگے بڑھ گیا۔ میں اور سردارے اس تعارف سے بہت خوش تھے۔ کار خاصی رفتار سے آگے بڑھ گئی پہلے اسٹاک ہوم کی نواحی بستیاں گزریں پھر چھوٹے چھوٹے خوبصورت قصبے آئے اور پھر ہرے بھرے کھیت' اس کے بعد صنوبر کے جنگل اور جب یہ جنگل ختم ہو گیا تو ایک جھیل نظر آئی۔ اس جھیل کے کنارے ایک قدیم قصبہ ہے جس میں مڈ سمر نائٹ کا جشن منایا جاتا ہے۔

جھیل کے کنارے سینکڑوں لوگ سویڈن کے روایتی لباس میں ملبوس خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ساتھ والے جنگل سے کاٹے ہوئے سفیدے کے تنے زمین میں گاڑ کر انہیں جنگلی بیلوں اور خوشنما پھولوں اور ہرے بھرے پتوں سے سجایا گیا تھا۔ سبزے کے ان ستونوں کے پاس میزوں پر کھانے پینے کی چیزیں سجی ہوئی تھیں۔

ہماری ساتھی لڑکیوں نے ایک پرسکون گوشے کا انتخاب کیا اور پھر غبارے نما کار سے ہلکے سے کپڑے کا نمائشی خیمہ نکال کر نصب کرنے لگے۔ ہم لوگ ان کی مدد کے لیے آگے بڑھ گئے۔

"ہرگز نہیں۔ ہم میزبان ہیں اور تم دونوں سویڈن کے لئے اجنبی۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے بہرحال ہم مرد ہیں" میں نے کہا۔

"لیکن یہ دن عورتوں کا دن ہوتا ہے" ایک لڑکی مسکرا کر بولی۔

"تب پھر رات کہو۔"

"رات ہی سہی۔" دونوں لڑکیاں مسکرائیں اور پھر اس کام سے فارغ ہو گئیں۔ خیمہ اس انداز کا تھا کہ اسے نصب کرنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئی تھی۔ لڑکیاں ایک ستون کی طرف بڑھ گئیں اور پھر انہوں نے بڑے اطمینان سے کھانے کی میز سے اپنی پسند کی چیزیں منتخب کیں اور اپنی پلیٹوں پر رکھ کر

ہمیں میز تک آنے کا موقع دیا۔ میں نے اور سردارے نے بھی انہی کے انداز میں اپنی پلیٹیں بھر لیں اور ہم چاروں آگے بڑھ گئے کسی قسم کا بل وغیرہ نہیں تھا ہم دونوں کو ہی تعجب ہوا تھا کھاتے پیتے وہاں سے آگے بڑھے ایک اونچے آرائشی تنے کے نیچے آرکسٹرا ایک خوبصورت دھن بجا رہا تھا اور ان سے کچھ فاصلے پر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دائرہ بنائے رقص کر رہے تھے۔ لڑکیوں نے ہمارے ہاتھ بھی پکڑے لئے اور دائرے میں شامل ہو گئیں۔

یہ بے ہنگم اچھل کود گو سمجھ سے باہر تھی لیکن بہرحال ہم بھی اس میں شامل ہو گئے ہماری ساتھی لڑکیاں بے حد خوش تھیں رقص کے دوران ہم نے قریب سے ان کی شکلیں دیکھیں۔ سرخ و سفید چہرے' دلکش نقوش کافی جاذب نگاہ تھے اور پھر ان کے مخصوص لباس ان کی دلکشی میں چار چاند لگائے ہوئے تھے۔

اس دائرے سے کچھ فاصلے پر بوڑھے لوگ گائے کے سینگوں اور عجیب سے بے ہنگم برتنوں میں شراب پی رہے تھے اور شور مچا رہے تھے۔ ابھی تک ہم نے اپنی دونوں ساتھی لڑکیوں سے تعارف حاصل نہیں کیا تھا۔

بے ہنگم رقص کا یہ دور ختم ہوا تو تالیاں گونج اٹھیں۔ اور ہماری دونوں ساتھی لڑکیاں ہمارے ہاتھ پکڑے خیمے کی طرف چل پڑیں۔ ہم خاموشی سے ان کا ساتھ دے رہے تھے۔

"آپ دونوں کے لیے یہ رقص اجنبی ہو گا۔" ان میں سے ایک نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اجنبی تو ابھی تک آپ بھی ہیں" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمارا تعارف بھی نہیں ہو سکا"

"ارے ہاں کیسی انوکھی بات ہے ہم لوگ ابھی تک ایک دوسرے کے نام سے ناواقف ہیں" ایک لڑکی نے کہا۔ اور پھر بولی "میرا نام لیشا ہے اور یہ مارتیانا۔"

"میں ایڈورڈ ہوں اور میرا ساتھی پینٹو ہے" میں نے اپنا تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" لڑکیاں بولیں۔

شکریہ لیکن ذرا دیر سے ہوئی میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں دیر آید درست آید"

"ویسے ہم لوگ ڈسمر کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔"

"گرمیوں کی رنگین رات جس میں ہمارے آباو اجداد کی کچھ روایتیں شامل ہیں۔ بہرحال جوانوں کے لیے یہ رات جوانی کی رات ہوتی ہے۔ بوڑھے شراب کے نشے میں دھت ہو کر بڑھاپے کو کوستے ہیں اور جوانوں پر سے پابندیاں ہٹا لیتے ہیں" لڑکی نے کہا۔

"تب تو یہ بڑا خوبصورت تہوار ہے۔"

"ہاں۔ بے حد خوبصورت۔"

"تب پھر اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ رات نہ تھکنے کی رات ہوتی ہے رقص' ہنگامے زندگی میں جس طرح کھل کر اس رات کو آتے ہیں۔ باقی پورا سال صرف یادوں کے ساتھ گزرتا ہے۔ یہ رات خود فراموشی کی رات ہوتی ہے۔ اس

لیے جتنے لوگ یہاں آتے ہیں خود کو بھول جاتے ہیں۔ ہم بھی انہی میں سے ہیں۔ تم بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔"

"ہم تم سے الگ تو نہیں ہیں ڈارلنگ!" سردارے بولا۔

"تب آؤ رقص کے دوسرے دور میں داخل ہو جائیں۔" لیشا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اور میں خوبصورت لڑکی کی اس حسین دعوت کو نظر انداز نہیں کر سکا۔ یوں بھی چہرے سے یہ دونوں لڑکیاں فلرٹ نہیں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر شرافت کی بردباری تھی۔ لیشا میری طرف مائل تھی چنانچہ سردارے نے مارتیانا کو سنبھال لیا تھا۔ اور پھر پروگرام کے تحت ہی ہم دونوں بھیڑ میں غائب ہو کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ اب سردارے جانے اور اس کا کام۔

لیشا کو بھی اپنی ساتھی کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ زندگی سے بھرپور تھی اور بچوں کی طرح میرا ہاتھ پکڑے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہنگاموں کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ پھر ایک جگہ وہ رک گئی۔

"تمہیں وائیکنگز کا رقص آتا ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"اوہ بالکل نہیں" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بالکل بھی مشکل نہیں ہے۔ بس دائرے میں شامل ہو کر جس طرح دل چاہے اچھلتے کودتے رہو۔ تمام روایتی رقص اسی طرح کے ہوتے ہیں۔"

ہم ایک آرائشی تنے کے نزدیک پہنچے اور پھر رقص کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ بے شمار لڑکے اور لڑکیاں رقص کر رہے تھے۔ انہوں نے خود بھی ہماری شمولیت پر تالیاں بجائیں۔ لیشا نے دونوں ہاتھ کولہوں پر جمائے اور ایک تیز اور شوخ رقص شروع کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں بجلیاں کوند رہی تھیں۔ پھر اتفاقیہ طور پر ہی میری نگاہ ان سازندوں کی طرف اٹھ گئی جو ساز بجا رہے تھے۔

گٹار جو اس دور میں ایک اہم ترین ساز بن کر رہ گیا ہے۔ ان کے پاس موجود تھا۔ اس آزاد ماحول میں گٹار پر ہاتھ ڈال دینا کوئی انوکھا کام نہیں تھا۔ میں نے گٹار لیا تو دوسرے لوگ تعجب سے مجھے دیکھنے لگے۔ لیشا اور دوسرے لوگ بھی رقص کرتے کرتے رک گئے۔

لیکن میں نے اس سلسلے کو منقطع نہ ہونے دیا اور فوراً ہی گٹار پر ایک دھن شروع کر دی۔ میں رقص کے موڈ کا اندازہ کر چکا تھا اس لیے میں نے ایک تند نغمہ شروع کر دیا اور پھر نتیجہ میری مرضی کے مطابق کیوں نہ نکلتا۔ لوگوں میں نئی روح دوڑ گئی نغمے کی خوبصورتی کا سب کو فوراً احساس ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی رقص میں وہ جوش پیدا ہو گیا کہ دور دور کے لوگ اس طرف دوڑ پڑے۔ لیشا بھی اس نغمے پر والہانہ رقص کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک کے ساتھ پسندیدگی کے آثار بھی تھے اور اس فن نے درحقیقت ہر جگہ مجھے بہت کچھ دیا تھا۔

میں نے چند لمحات میں ان لوگوں میں بھی نمایاں حیثیت حاصل کر لی۔ لوگ مجھے رکنے ہی نہ دے رہے تھے۔ ایک کے بعد ایک کی فرمائش ہو رہی تھی۔ لیشا بھی اس بات پر فخریہ سینہ تانے ہوئے تھی کہ میں اس کا ساتھی ہوں۔ کافی دیر کے بعد ہمیں وہاں سے چھٹکارا ملا اور لیشا میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مجمع سے نکال لائی۔

"اوہ ایڈی ڈیئر گٹار کے فن میں تم اپنا ثانی نہیں رکھتے۔" اس نے مسرور انداز میں کہا۔

"تمہیں پسند آیا شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

"بے حد پسند آیا لیکن میرا خیال ہے تم تھک گئے ہو۔"

"کیسے اندازہ لگایا؟"

"تمہارے چہرے سے۔"

"ہاں' تمہارا خیال ٹھیک ہی ہے۔"

"تب پھر آؤ خیمے میں آرام کریں نجانے مارتیانا کہاں ہے خیر ہو گی کہیں' آؤ" اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ ہم خیمے پر واپس پہنچے اور پھر لیشا مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر بولی "ایڈورڈ تم استنبول سے کب آئے ہو؟"

"چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہوئے"

"اوہو۔ کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟"

"ایڈ برے میں۔"

"ایڈ برے" وہ پر خیال انداز میں بولی۔ پھر چونک پڑی "لیکن وہ تو تمہارے شایان شان نہیں ہے"

"میری شان کے بارے میں تم نے کیسے اندازہ لگالیا لیشا؟"

شاید استنبول میں تمہاری قدر نہیں کی گئی لیکن سویڈن؟ سویڈن فن کاروں کو پہنچانتا ہے۔"

"اوہ شاید۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"شاید نہیں۔ میں درست کہہ رہی ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میں تمہارے فن کو سویڈن میں روشناس کراؤں گی۔"

"اوہ شکریہ لیشا میں فن کو فروخت نہیں کرنا چاہتا۔"

"احمقانہ خیال ہے۔ فن کبھی فروخت نہیں ہوتا۔ ہاں اس کی قیمت چکانے والے احمق ہوتے ہیں۔ جو تھوڑی سی کرنسی کے عوض خود کو فن کا خریدار سمجھنے لگتے ہیں۔"

"شاید تم ٹھیک ہی کہتی ہو لیشا۔"

"چلو گے میرے ساتھ؟"

"تمہارے ساتھ۔ کہاں؟"

"اشاک ہام!"

"اوہ۔ اگر تم پسند کرو گی۔" میں نے کہا۔

"میں تو دل و جان سے پسند کروں گی۔ میں نے اتنا بڑا فن کار نہیں دیکھا۔ گٹار تمہارے ہاتھ میں آ کر نہ جانے کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ آؤ اب خیمے میں چل کر بات کریں گے۔ تمہارا ساتھی نہ جانے کہاں گیا۔ غلط آدمی تو نہیں ہے؟ مارتیانا زیادہ چالاک لڑکی نہیں ہے۔" وہ بولی۔

"اوہ۔ نہیں' تمہاری دوست کو اس کے ساتھ کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہاں اگر وہ خود ہی اسے پسند کرے تو پھر میرا دوست اتنا شریف انسان بھی نہیں ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ مارتیانا بھی کمزور کردار کی مالک نہیں ہے۔" لیشا نے اطمینان سے کہا اور میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ لڑکی کسی قدر مختلف نظر آ رہی تھی۔ ورنہ سویڈن میں کردار کی بات کرنا

انوکھی بات ہی تھی ہم دونوں خیمے میں واپس آ گئے۔ لیشا بڑے اطمینان سے لیٹ گئی تھی۔ "تم بھی لیٹ جاؤ" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے کچھ الفاظ نے مجھے ہوشیار کر دیا تھا۔ میں اس دعوت کو کوئی اور معنی دینے میں ہچکچا رہا تھا۔ بہرحال میں اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا۔

"باتیں کرو۔ استنبول کی باتیں سناؤ تم نسلاً ترک ہو؟"

"نہیں' میرے والدین ایشیا سے آ کر ترکی میں آباد ہو گئے تھے"

"استنبول تو بڑی رنگین جگہ ہے" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں۔ وہاں زندگی رواں دواں ہے۔"

"سویڈن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ابھی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ابھی تو تم سے ملاقات ہی ہوئی ہے" میں نے معنی خیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ میں سویڈن کی نمائندگی نہیں کر سکتی مجھے دیکھ کر اور مجھ سے مل کر تم سویڈن کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش مت کرنا' گھاٹے میں رہو گے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہمارا خاندان' سویڈن کے ناپسندیدہ خاندانوں میں سے ایک ہے۔ میرے والد پرانے خیالات کے انسان ہیں۔ نہ صرف والد صاحب بلکہ پورا خاندان ہی ایک سا ہے۔ ہم جوان لوگ بہرحال اسی ماحول میں پرورش پائے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہمارے خیالات بھی زیادہ اچھے نہیں ہیں ہمیں سویڈن سے بہت سے اختلاف ہیں۔"

"بہت خوب۔ کیا میں ان کے بارے میں جان سکتا ہوں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہم اس کی آزادی کے انداز سے اختلاف رکھتے ہیں۔ سویڈن کا نظام حکومت' خارجہ پالیسی' سماجی بہبود کے سارے پروگرام ہمیں ان ساری چیزوں سے اختلاف ہے۔ ہمارا ملک غیر جانبداری کا علمبردار ہے لیکن میرے خیال میں غیر جانبداری منافقت کا دوسرا نام ہے۔ ہمارے ملک نے تو اسے کاروبار بنا رکھا ہے۔ ۱۸۰۵ء کے بعد ہم کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے دوسری جنگ میں جب یورپ کے تمام ممالک نازیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو رہے تھے اور وہاں کے باشندے بھوکوں مر رہے تھے ہم غیر جانبداری کا ڈھونگ رچا کر تماشا دیکھتے رہے تھے۔ بلکہ ہمارے ملک نے ہٹلر کو جنگی سامان فروخت کر کے خوب دولت کمائی۔ اور اسی وقت سے یہ فلاحی مملکت تعمیر ہوئی۔ اب سویڈن کے ایک عام مزدور کو لے لیجئے' اس کی نوکری کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ گھر مزدوروں کی انجمن فراہم کرتی ہے۔ اور اگر وہ بیمار ہو جاتا ہے تو مزدوروں کے فلاحی ہسپتال میں علاج کیا جاتا ہے۔ پیدائش سے لے کر موت تک اس کی ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے۔ ہمیں اس بات سے اختلاف ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے سویڈن کو ترقی پذیر ممالک میں ایک مثالی حیثیت حاصل ہے۔ سماجی بہبود کے لیے یہاں جس قدر کام کیا جاتا ہے۔ شاید دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں۔"

"ارے بس رہنے دو۔ اس مثالی حیثیت سے جس قدر ہم واقف ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جنسی بے راہروی میں ہم نے پوری دنیا کو مات کر رکھا ہے خود کشیاں قومی مشغلے کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

یورپ میں تمام ملکوں میں ملا کر اتنے پاگل اور نشے کے عادی لوگ نہیں ملیں گے جتنے صرف سویڈن میں موجود ہیں۔ ایک شخص چوری کرتا ہے تو اسے تنبیہ کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ بھئی بری بات ہے' ایسا نہیں کرتے۔ دوسری بار پکڑا جاتا ہے تو اظہار ناراضگی کیا جاتا ہے اور تیسری بار پکڑا جائے تو معذرت کے ساتھ چند ماہ کے لیے جیل بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے بیوی بچوں کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہوئی آپ کی سماجی بہبود اور مجرموں کی اصلاح۔ نشے میں دھت چند افراد اگر راہ میں پکڑے جائیں تو فرض ہوتا ہے کہ انہیں ان کے گھر تک پہنچا دیا جائے۔ لڑکے اور لڑکیاں اگر جنسی تعلقات قائم کر لیں تو والدین کو اجازت نہیں کہ ان کے معاملات میں دخل دیں۔ یہ ہے سویڈن اور یہ ہے آپ کا مثالی ملک۔"

"اوہ۔ میرا نہیں۔ مس لیشا' آپ کا ملک۔"

"اوہ نہیں' میں صرف مثال دے رہی تھی۔"

"تو تمہارا خاندان پرانے خیالات کا حامل ہے۔"

"آپ انہیں پرانے خیالات کہیں گے۔ اگر ہم چند اخلاقی قیود کی پابندی کر لیتے ہیں تو ہمیں پرانے انسان کہا جاتا ہے حالانکہ انسانی جذبات کے بے راہروی اس نسل کے لیے بھی نہ سودمند ہے اور نہ خود اس کو آسودگی ہی بخش سکی۔ انسانیت سے' تہذیب سے اکتائے ہوئے لوگ آج پہاڑوں پر کیوں آباد ہیں۔ وہ زندگی سے بھاگ کر چرس' افیون' بھنگ' گانجا' کوکین' میتھاڈین' راکٹ' ہیروئن جیسے نشوں کا سہارا کیوں لیتے ہیں۔ جنسی بے راہروی عورت کے بدن سے ہٹ کر ان چیزوں تک کیوں پہنچ چکی ہے۔ ہاں میرا خاندان پرانے خیالات کا حامل ہے لیکن ہم انہونی تو نہیں چاہتے۔ اگر ہم بدن ڈھکنے کی بات کرتے ہیں تو اس سے ہمارا مقصد عورت کے بدن کی دلکشی کھو دینا نہیں ہوتا بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ دونوں اصناف ایک دوسرے سے صرف اتنی دور رہیں کہ جب ایک دوسرے کی طلب کریں تو وہ پوشیدہ بدن' اس کے خطوط نگاہوں کے لیے اجنبی ہوں۔ اس طرح ان کی کشش باقی رہتی ہے۔"

"خدا کی پناہ! تم نے تو طویل لیکچر دے ڈالا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ناگوار گزرا ہے؟" لیشا مسکرائی۔

"نہیں بھئی' بس مستقبل تاریک ہو گیا۔"

"کیوں؟"

"کیا۔۔۔ سمجھاؤں تمہیں خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ کیا تمہاری ساتھی لڑکی بھی انہی خیالات کی حامل ہے؟"

"اس کا تعلق بھی میرے ہی خاندان سے ہے۔"

"اوہ۔ کون ہے تمہاری؟"

"کزن ہے۔"

"تب تو بے چارہ پنٹو بھی مارا گیا۔ ظاہر ہے اس کے خیالات بھی تمہاری مانند ہوں گے لیکن مجھے ایک بات تو بتاؤ۔ تمہارے والدین نے تمہیں اس جشن میں شرکت کی اجازت کیوں دے دی؟"

"اوہ! یہ بات نہ پوچھو تو بہتر ہے۔"

"کیوں؟"

"دراصل ہم لوگ چھپ کر آئے ہیں۔ ورنہ ہمیں اجازت نہ ملتی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ آپ نے ان بے جا قیود سے بغاوت کی یعنی وہ آپ کے لیے قابل قبول نہیں تھیں۔"

"نہیں' ایک حد تک۔ ورنہ اس جشن میں آنے والے تو اخلاق کے سارے اصول بھول کر یہاں آئے ہیں۔" لیشا نے جواب دیا۔

اب میں اس لڑکی کی باتوں سے الجھنے لگا تھا۔ ایک طرف تو لگاوٹ کا یہ اظہار اور دوسری طرف اخلاقیات پر یہ لیکچر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ پھر بھائی سردارے بھی واپس آ گئے۔ منہ بنا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مارتیانا کے ساتھ گزارا ہوا وقت کچھ اچھا نہ رہا ہو۔ ہم دونوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"اوہ مارتیانا ڈیئر تم کہاں گم ہو گئی تھیں؟

"اوہ لیشا ڈارلنگ یہ مسٹر پنٹو تو بے حد دلچسپ انسان ہیں۔ مجھے ان کے ساتھ بے حد لطف آیا۔" مارتیانا سادگی سے ہنس کر بولی۔

اور پھر وہ دونوں آپس میں گفتگو کرتی رہیں۔ لیشا مارتیانا کو میرے بارے میں بتا رہی تھی۔ میں نے سردارے کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں' میرا خیال ہے تمہیں لڑکی پسند نہیں آئی۔"

"بور ہے صورت حرام کہیں کی۔" سردارے پھٹ پڑا۔

"ارے۔ ارے کیا ہو گیا؟"

"صدیوں پرانی روح ہے اس میں ایسی سڑی سڑی باتیں کر رہی تھی کہ طبیعت پر بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"بس یونہی استاد۔ کہہ رہی تھی جسموں کا اتصال روح کو آلودہ کر دیتا ہے کیسی احمقانہ بات ہے استاد۔ حالانکہ نسل آدم جسموں کے اتصال سے ہی وجود میں آئی ہے۔ یہ قیود تو خود ہماری لگائی ہوئی ہیں ورنہ ساری کائنات تو ایک عورت اور ایک مرد ہے۔"

"ہاں!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خود تمہاری کیا پوزیشن رہی؟ تم دونوں تو خاصے بے تکلف نظر آ رہے ہو"

"جی ہاں۔ صرف اس لیے کہ میں اس کی بور باتیں سنتا رہا ہوں۔"

"اوہ تو وہ بھی۔۔۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"ہاں یار' ہم دونوں ہی غلط پھنس گئے۔"

"جان چھڑاؤ استاد اور بھاگ نکلو۔" سردارے نے کہا۔

"نہیں یہ مشکل ہے۔ میں اس سے ایک اور وعدہ کر چکا ہوں"

"سبحان اللہ' وعدے بھی ہو چکے۔"

"نہیں سردارے ہم ان کے ساتھ اسٹاک ہوم چلیں گے جس شکل میں بھی کام آ جائیں۔" میں

نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ دونوں لڑکیاں تھک گئی تھیں چنانچہ وہ ایک دوسرے کے نزدیک لیٹ گئیں۔ اور پھر شاید سو گئیں۔ ہم دونوں بھی آدھی رات تک ایک حسین فریب میں مبتلا رہنے کے بعد تھک چکے تھے۔ اس لیے سو گئے اور جب آنکھ کھلی تو سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جھیل کی سطح اتنی چمکدار ہو گئی تھی کہ اس کی طرف دیکھنا دو بھر تھا۔ کہیں دور سے اب بھی ڈھول کی آواز آ رہی تھی۔ لوگ شاید رقص بھی کر رہے تھے۔

میں نے کروٹ بدل کر دیکھا تو دونوں لڑکیوں کو جاگتے پایا۔ ان کے ہاتھوں میں جگ تھے جن سے کافی کی سوندھی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ ہاتھوں میں رول کئے ہوئے سینڈوچ تھے جنہیں وہ اپنے دانتوں سے کاٹتیں اور پھر کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگتیں۔ میں نے سردار کو جگا دیا۔

"صبح ہو گئی۔" میں جماہی لے کر بولا۔

"صبح نہیں ہوئی۔ ابھی تو صرف سورج نکلا ہے۔ تین ہی تو بجے ہیں" لیشا نے کہا۔

میں نے سردارے کو اٹھا دیا تھا۔ جھیل کے پانی سے منہ ہاتھ دھونے سے ذہن پر سے بوجھ ہٹ گیا۔ لڑکیوں نے ہمیں بھی کافی اور سینڈوچ پیش کیے۔ کچی مچھلی کے سینڈوچ سویڈن والوں کی مرغوب غذا ہے۔ ہم نے کافی کے ساتھ مزے سے سینڈوچ کھائے لیکن لڑکیاں اب کچھ مضطرب نظر آ رہی تھیں۔

"مسٹر ایڈورڈ کیا آپ لوگ یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہیں؟"

"ہاں یقیناً۔"

"تب پھر چلئے کیونکہ ہمیں اس سے زیادہ تفریح کی اجازت نہیں ہے ایڈبرے میں آپ کا سامان بھی ہو گا۔"

"جی نہیں۔ مس لیشا ہم لوگ بے سروسامان ہیں۔"

"اوہ۔ تب آیئے۔" اور ہم دونوں حسب معمول بیل کار کی پچھلی سیٹ پر دھنس گئے۔ اب ہمیں احساس ہوا تھا کہ ان لڑکیوں کی فطرت کا اندازہ تو اسی وقت لگا لینا چاہیے تھا۔ جب انہوں نے کار میں لفٹ دی تھی۔ اس وقت بھی یہ دونوں اگلی سیٹ پر تھیں اور ہمیں پچھلی سیٹ پر ہی جگہ ملی تھی۔

اسٹاک ہوم میں داخل ہوتے وقت ہمارے ذہن میں خیال تھا کہ ہمیں کسی ہوٹل میں قیام کرنا ہو گا لیکن جب کار ایک خوبصورت عمارت کے وسیع پھاٹک پر رکی تو میں نے گہری نظروں سے سردارے کو دیکھا۔ عمارت کے پورچ میں کار روکتے وقت لیشا میری طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔

"سمر پیلس کا کوئی ذکر نہیں کرو گے۔"

"لیکن مس لیشا۔"

"پلیز خاموش رہو۔ دیکھو وہ جو آ رہے ہیں میرے گرینڈ فادر ہیں۔ تمہیں ان کے بہت سے سوالات کے جوابات دینا ہوں گے۔" وہ میرا شانہ دبا کر بولی اور میں نے ان بڑے میاں کی طرف دیکھا جو آبنوس کی چھڑی اٹھائے لمبا اور کوٹ پہنے، جھکے ہوئے چھجے والا فلیٹ ہٹ سر پر جمائے، شانے جھکائے کار کی طرف چلے آ رہے تھے۔ ہمارے اترتے اترتے وہ کار کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے سونے کے فریم والی پرانے طرز کی عینک ناک سے اتاری، ایک نفیس رومال نکال کر اسے صاف کیا۔ پھر ناک پر جما کر غور سے ہمیں دیکھا اور پھر آبنوس کی چھڑی سردارے کے پیٹ میں چبھا کر لیشا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا: "یہ شریف لوگ کون ہیں بے بی؟"

"بے حد شریف لوگ ہیں گرینڈ فادر!" لیشا جلدی سے بولی۔

"شاید۔" بڑے میاں نے برا سا منہ بنایا "لیکن تم نے ان کو کہاں سے پکڑا ہے؟"

"اوہ فادر! آنٹی سموئل نے ان دونوں کو ہمارے ساتھ بھیج دیا ہے۔ بے چاروں کا ایک ضروری کام اٹکا ہوا تھا۔"

"اوہو۔ گویا یہ جلدی واپس چلے جائیں گے۔"

"ہمارے مہمان ہیں فادر آپ ان کے سامنے کیسی بداخلاقی کی گفتگو کر رہے ہیں۔" مارتیانا نے دخل دیا اور بڑے میاں کے چہرے پر جھینپے جھینپے آثار نظر آنے لگے۔

"سوری! میرا مطلب کچھ اور نہیں تھا۔ قصور تم دونوں کا نہیں ہے لیکن یہ لڑکیاں، میرا مطلب ہے اس چھوٹی سی کار میں۔ اوفوہ! شاید میں پھر غلط بول گیا۔ میری مراد ہے یعنی کہ کار بہت چھوٹی ہے۔ نہ جانے تم سب۔ اچھا اچھا اندر تو چلو۔" بڑے میاں ہم لوگوں کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

سردارے نے مسخرے پن سے میری طرف دیکھا اور میں نے اسے آنکھ مار دی۔ میں ان ساری تفریحات سے لطف اندوز ہونے کے موڈ میں تھا۔ لیشا ہمیں اندر لے گئی۔ بڑے میاں بدستور پیچھے لگے ہوئے تھے۔ بالآخر انہوں نے ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور بڑے میاں بھی ہمارے نزدیک براجمان ہو گئے صورت ہی سے سنکی نظر آ رہے تھے۔

"ماری۔ تم ان لوگوں کے پاس رکو۔ میں ان کی رہائش کا بندوبست کرتی ہوں۔" لیشا نے کہا اور بڑے میاں چونک پڑے۔ انہوں نے بے چین نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر ہکلاتے ہوئے بولے: رہائش۔۔۔ یعنی کہ رہائش؟" لیشا نے غصیلی نظروں سے انہیں گھورا اور پھر ہونٹ بھینچتے ہوئے باہر نکل گئی۔ تب بڑے میاں مارتیانا کو گھورنے لگے۔

"یہ سب۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟"

"کہاں فادر؟" مارتیانا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں ان دونوں کی بات کر رہا ہوں"

"اوہ سوری فادر۔۔۔ ان دونوں کے بارے میں جو کچھ گفتگو کریں، لیشا ہی سے کریں میرا تو ان سے تعارف بھی نہیں ہے۔" مارتیانا نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میں مطلب بھی نہیں جانتی۔"

"لیکن لیشا کے ساتھ تم بھی تو سموئل کے ہاں گئی تھیں۔ یعنی رات کو تم لیشا کے ساتھ نہیں تھیں؟"

"یقیناً تھی لیکن آنٹی سموئیل اور لیشا چپکے چپکے گفتگو کرتی رہی تھیں اور جب ہم وہاں سے چلے تو یہ دونوں ہماری کار میں موجود تھے۔"

"اوہ۔۔۔ افوہ!" بڑے میاں پریشانی سے بولے اور پھر پھاڑ کھانے والے انداز میں ہماری طرف مڑے "تم ہی میری پریشانی دور کرنے میں میری مدد کرو۔"

"کیا تکلیف ہے آپ کو؟" سردارے نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا اور میں نے مشکل سے ہنسی روکی۔ اسی وقت ایک ملازم قسم کا آدمی گھبرایا ہوا سا اندر داخل ہو گیا۔

"فادر۔ فادر' آپ کے چوہوں کے پنجرے کا دروازہ آج پھر نہ جانے کس طرح کھلا رہ گیا۔ سارے چوہے باہر نکل آئے ہیں۔ کتوں کی غراہٹ بھی سنائی دے رہی ہے۔ نہ جانے------ نہ جانے۔"

"کیا---؟" بڑے میاں حلق پھاڑ کر چیخے اور پھر وہ اتنی تیزی سے اٹھ کر باہر بھاگے کہ حیرت ہوتی تھی۔ سردارے نے مسخرے پن سے ان کے راستے سے ہٹ کر گویا جان بچائی۔ مارتیانا قہقہے لگانے لگی۔

"یہ کس پاگل خانے میں آگھسے ہو استاد؟" سردارے نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیوں' بور ہو رہے ہو؟" میں نے بھی اردو میں پوچھا۔

"بری طرح۔" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

"گویا تمہارا ابھی کام نہیں بنا؟"

"لعنت ہے اس بور لڑکی پر۔ صدیوں پرانی روح معلوم ہوتی ہے اس کے بدن میں" سردارے بڑبڑایا پھر ہم دونوں مارتیانا کی طرف متوجہ ہو گئے جو کہہ رہی تھی۔

"سمجھے نہیں شاید۔ تم دونوں سمجھے نہیں۔"

"جی ہاں' ہم کچھ نہیں سمجھے مارتیانا۔" میں نے کہا۔

"بڑی ہی چالاک ہے یہ لیشا۔ اس نے کس خوبصورتی سے فادر سے تم دونوں کی جان بچا دی جب بھی اسے فادر سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوتا ہے وہ ان کے چوہے خانے کا دروازہ کھول دیتی ہے۔"

"اوہ' یہ محترم چوہوں کے عاشق زار ہیں؟"

"ہاں۔ بڑے خوبصورت چوہے رکھے ہیں انہوں نے۔ انسانوں سے زیادہ چوہوں سے محبت کرتے ہیں۔" مارتیانا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اور بھاگے ہوئے چوہوں کو پکڑنا آسان کام تو نہیں ہوتا۔ اب وہ کافی دیر تک ہم سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔" مارتیانا نے پھر قہقہہ لگایا۔

"خود بھی کم بخت چوہے کی نسل سے معلوم ہوتا ہے" سردارے پھر بولا۔ پھر لیشا واپس آ گئی۔ اس کے ہونٹوں کے گوشے کپکپا رہے تھے۔ چہرہ سرخ ہو کر کچھ اور دل کش لگ رہا تھا۔

"ہائے میرے فادر کہاں گئے؟" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ پھر ہماری طرف دیکھ کر بولی "سوری۔ آپ اس ماحول میں زیادہ خوش تو نہ ہوں گے لیکن اس صدی میں بارہویں صدی کے نمونوں سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کریں۔ آیئے میں نے آپ کے لیے ایک کمرے کا بندوبست کر دیا ہے۔ وہاں آپ کو تکلیف نہیں ہو گی"

"آؤ پنٹو۔" میں نے کہا اور سردارے اٹھ گیا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ اس ماحول سے کافی بیزار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن میں یہاں کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا اس لیے میں نے سردار کے موڈ پر توجہ نہیں دی اور لیشا کے ساتھ چل پڑا۔ لیشا ہمیں ایک خوبصورت کمرے میں لے گئی۔ سردارے ہمارے ساتھ اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی اسے پیچھے سے دھکیل رہا ہو کمرے میں داخل ہو گئے۔ یوں تو یہ پوری عمارت ہی شاندار تھی لیکن یہ کمرہ کچھ خصوصی طور پر ہی آراستہ تھا۔ عمدہ فرنیچر' خوبصورت مجسمے' دروازوں پر پڑے قیمتی

پردے مشہور مصوروں کی بنائی حسین ترین تصویریں آویزاں تھیں کمرے میں دو بستر لگے ہوئے تھے۔

"یہ ہے آپ کا کمرہ ممکن ہے آپ کے شایان شان نہ ہو لیکن ہماری خاطر۔"

"ہمارے وطن میں ایک جگہ لکھنؤ ہے انکساری ان لوگوں پر ختم ہوتی ہے۔ یقین کریں اس وقت آپ نے ہمیں لکھنؤ یاد دلا دیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے لیشا سے کہا۔

"لاک ناؤ؟" لیشا نے نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔

"مگر میں نہیں سمجھی یہ لاک ناؤ کہاں ہے"

"سمجھیں گی بھی نہیں خاتون اس لیے جانے دیں" میں نے کہا۔

"میں بتاؤں؟" سردارے جلدی سے بول پڑا "لکھنؤ استنبول کا ایک محلہ ہے" میں نے گھور کر سردارے کو دیکھا اور وہ بیزار سی شکل بنا کر چھت کی جانب گھورنے لگا۔

"تو آپ آرام کریں' میں ذرا گھر کی فضا درست کر لوں اس کے بعد آپ سے تفصیلی گفتگو ہو گی۔" لیشا نے کہا اور مسکرا کر گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی سردارے قہر آلود نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا تھا۔

"کیوں بھوکے ہو کیا کھاؤ گے مجھے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"بعض اوقات تمہاری تفریحات بے حد کھل جاتی ہیں استاد" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

"تم انہیں تفریحات کہو گے؟"

"پھر کیا کہوں؟" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔

"کیا ہم خود ان کے ساتھ آئے ہیں؟"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے استاد لیکن ہم خود یہاں سے بھاگ تو سکتے ہیں"

"آخر تمہارے اوپر موت کیوں نازل ہو رہی ہے۔"

"ہائے استاد اگر اس منحوس بوڑھے کے چوہے نہ نکل بھاگتے تو کیا وہ آسانی سے ہماری جان چھوڑ دیتا؟ اور کیا یہ دونوں خبط الحواس لڑکیاں اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ چند گھنٹے بھی گزارے جا سکیں"

"کیا خرابی ہے ان بے چاریوں میں کیا وہ خوبصورت نہیں ہیں؟"

"خوبصورت ہیں لیکن انتہائی فرسودہ خیالات کی حامل ہیں میں تمہیں کیا بتاؤں استاد اس کمبخت مارتیانا کو میں ساری رات زندگی کا مفہوم سمجھاتا رہا اور وہ بھاڑ سا منہ پھاڑ پھاڑ کر جمائیاں لیتی رہی۔ لگ رہا تھا جیسے عقل کھوپڑی سے دو فٹ اوپر چکرا رہی ہو کمبخت کی سمجھ میں زندگی اور جوانی کا مفہوم ہی نہیں آ رہا تھا۔"

"مجھے کیا سنا رہے ہو دوست اپنی بھی یہی حالت ہے کیا کیا جائے تقدیر میں دو بھینسیں لکھی تھیں جن کے سامنے بین بجاتے رہے لیکن ان کی سمجھ میں کچھ آتا تب نہ۔"

"پھر بھی تم ان کے ساتھ چلے آئے۔"

"سردارے سر چھپانے کے لیے کوئی ٹھکانہ چاہیے تھا۔ بری جگہ ہے کیا؟ مفت میں؟ مل گئی خاطر مدارات الگ ہو گی اور پھر ہم کون سے یہاں زندگی گزارنے آئے ہیں چند روز رہیں گے چلے جائیں گے یہ

بھینسیں نہیں سنتیں نہ سنیں، پورے سویڈن میں یہی دو تو نہیں ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے استاد لیکن ان کے ساتھ ان کے گھر والوں کو برداشت کرنا بہت مشکل کام ہو گا۔ ابھی تو صرف نمونے میں وہ بڑے میاں دیکھے ہیں باقی نہ جانے کیسے ہوں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے کسی بھی چیز کو خود پر اتنا مسلط نہ کرو کہ وہ تمہارے ذہن کا بوجھ بن جائے" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

دوپہر کا کھانا ہمیں ہمارے کمرے میں ملا۔ اور پھر شام کی چائے بھی۔ اس دوران دونوں لڑکیاں بھی غائب رہی تھیں۔ درحقیقت ہماری بوریت کی انتہا نہیں تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے ظاہر ہے ہم ہوٹل میں بھی قیام کر سکتے تھے۔ لیکن سورج چھپے دونوں ہی ایک ساتھ ہمارے کمرے میں آئیں۔ ان کے چہروں سے شوخی عیاں تھی۔ آنکھوں میں مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

"اوہ۔ ایڈورڈ ڈیئر بالآخر ہم نے ان کے ذہنوں کو کسی حد تک درست کر ہی لیا۔" لیشا خوشی سے بھرپور آواز میں بولی۔

"کس کی بات کر رہی ہو لیشا؟"

"ارے وہی اپنے بور والدین کی۔ باقاعدہ عدالت لگ گئی تھی تم لوگوں کے سلسلے میں کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ کیوں آئے ہیں اف توبہ سوالات کا ایک سیلاب تھا ہم دونوں کو بند باندھنا مشکل ہو گیا بڑے بڑے جھوٹ بولنے پڑے ہیں لیکن یقین کرو تمہارے لیے فضا بڑی ہموار ہو گئی ہے۔" لیشا نے کہا۔

"جانتے ہو اس چالاک لیشا نے تمہیں کیا بنا دیا؟" مارتیانا مسکرا کر بولی۔

"کیا بنا دیا۔" میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"استنبول کے سب سے بڑے گرجے کا سازندہ جو دعا کے بعد روح پرور موسیقی بکھیرتا ہے اور لوگ سکون پا کر گھروں کو واپس جاتے ہیں" مارتیانا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو اس کے بعد آپ کے والدین کے کیا خیالات ہیں؟"

"بہت ہی مناسب لیکن یہ بتاؤ کیا تم اپنے گٹار پر گرجاؤں کی موسیقی بجا سکتے ہو۔ تم سے فرمائش ضرور کی جائے گی۔ اور اگر تم انہیں مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر سب تمہارے دیوانے ہوں گے۔"

"تمہارے گرینڈ فادر بھی؟" سردارے نے بوکھلاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ بھی اور پھر وہ تم سے الٹے سیدھے سوالات نہیں کریں گے۔"

"ان کا تو قرب بھی قرب قیامت ہوتا ہے۔"

"تو پھر ان سے ملاقات کب ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"ڈنر پر جب انہیں تمہارے بارے میں اعتبار آ گیا تو پھر انہوں نے تمہارے اعزاز میں ایک شاندار ڈنر کی تیاریاں شروع کر دیں اور اب سب لوگ تیاریوں میں مصروف ہیں۔"

لڑکیاں اب کافی پرسکون نظر آ رہی تھیں۔ غالباً دن میں وہ اسی لیے ہمارے پاس نہیں آئی تھیں کہ وہ فضا ہموار کرنے میں مصروف تھیں اور اب شاید انہیں اطمینان ہو گیا تھا۔

کافی دیر تک وہ ہمارے پاس بیٹھی گفتگو کرتی رہی۔ اس وقت ان کی گفتگو بڑی بیباک تھی یعنی وہ پہلے سے کسی قدر مختلف نظر آ رہی تھیں۔ گویا ان کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ پھر وہ ہم سے تھوڑی دیر کے لیے معذرت کر کے چلی گئیں۔ سردارے کا خوشی سے سینہ پھول گیا تھا۔ ان کے جاتے ہی وہ لپک کر میرے نزدیک آ گیا اور میرے بازو کو پکڑتے ہوئے بولا۔

"استاد۔ استاد کچھ محسوس کیا؟"

"کیا بدتمیزی ہے۔" میں نے اس کا بازو جھٹکتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم استاد لڑکیاں کافی بدلی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ اس وقت تو ان کا انداز ہی مختلف تھا۔"

"اونہہ ہو گا بس اب لعنت بھی بھیجو، ہر وقت لڑکیاں ذہن پر سوار رہتی ہیں"

"ہائے استاد وہی کہوں گا کہ ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں۔ استاد ساری کائنات ایک حسین لڑکی کے سوا کچھ نہیں۔ دیکھو نا کائنات بھی مونث ہے ہم لڑکی کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔"

"اچھا سقراط کی دم اب خاموش ہو جاؤ بلکہ میرا خیال ہے ڈنر کی تیاریاں کرو۔"

"تیاریاں کیا کرنی ہیں استاد اپنے پاس کپڑے ہی کونسے ہیں بس اٹھیں گے چل دیں گے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

پھر ہمیں ڈنر پر بلایا گیا مارتیانا آئی تھی ان لوگوں کو بھی احساس تھا کہ ہمارے پاس لباس وغیرہ نہیں ہے۔ مارتیانا نے ایک سرسری نگاہ ہمارے کپڑوں پر ڈالی اور فوراً دوسری طرف متوجہ ہو گئی شاید وہ ہمیں احساس نہیں ہونے دینا چاہتی تھی کہ اس نے ہمارے لباس پر توجہ دی ہے تب پھر ہم اس حسین عمارت کے وسیع ڈائننگ ہال میں داخل ہو گئے۔ میز کے گرد ایک سے ایک احمق نظر آ رہا تھا۔ لمبے سے ڈھیلے ڈھیلے لباس پہنے عورتیں اور بوڑھیاں جنھوں نے قدامت پسندی کے جنون میں اپنی شکلیں خراب کر رکھیں تھیں۔ الو نما بوڑھے لمبے لمبے کوٹ پہنے سر پر پاسنگ شو اسٹائل ہیٹ جمائے ہمارے استقبال کو کھڑے تھے۔ صرف ایک لیشا تھی جو قدرے غنیمت نظر آ رہی تھی۔ گردنیں جھکیں، چہروں پر مصنوعی مسکراہٹیں نمودار ہوئیں اور ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ اور پھر پرتکلف کھانا شروع ہو گیا کھانے سے قبل لیشا نے ان سب سے تعارف کرایا تھا۔

نہ جانے کون کون تھے۔ ہم نے تو ان کے رشتوں پر توجہ ہی نہیں دی تھی ہمیں کیا کرنا تھا لیشا سے ان کی رشتے داری جان کر کھانے کے بعد رسمی گفتگو شروع ہو گئی وہ بار بار کسی رسمی آنٹی سموئل کا حوالہ دے رہے تھے پھر ہم سے فرمائش کی گئی کہ ہم گرجا کی مقدس موسیقی سنائیں بہرحال میں جانتا تھا کہ کچھ تو کرنا ہو گا، چنانچہ گٹار مہیا کر دیا گیا اور تمام لوگ ایسی شکلیں بنا کر بیٹھ گئے جیسے مقدس پادری انہیں درس دینے کے لیے تیار ہو۔

سردارے بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا تھا اور اچانک ہی میرے ذہن میں ایک شرارت ابھری میں نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلائی۔ اور اس کے بعد گٹار کے تاروں سے ایک مدھم آواز ابھری ہلکی ہلکی ہواؤں کے دوش پر ایک حسین سرسراہٹ جیسے آسمان سے اتری ہوئی کوئی مقدس روح جس کے قدموں کی چاپ نہ ہو لیکن اس کے باریک پیراہن کی سرسراہٹ دلوں کو چھوتی ہوئی گزرے۔ بلاشبہ گٹار میرے ہاتھوں میں آ کر میرا محکوم بن جاتا تھا اس کے سارے سر میرے غلام ہوتے تھے۔ سو جو نغمہ گٹار کے تاروں سے نکلا وہ ایسا ہی تھا کہ ذہنوں کا گداز آنسوؤں سے ہم آہنگ ہو کر بہہ نکلا۔ فضا میں صرف سروں کا ارتعاش تھا۔

ذہن سو گئے تھے یا کھو گئے تھے جنت کی پر تقدس وادیوں میں اور محسوس کر رہے تھے بیٹھنے والے کہ بلاشبہ کی روحیں جسموں کو چھوڑ کر کائنات کی وسعتوں میں سرگرداں ہیں۔ یوں دنیا کی حقیقت ان کی نگاہوں میں رہی تھی اور محسوس کر رہے تھے وہ کہ اس پر معصیت زمین پر رہنے والے اگر گناہوں کے بوجھ سے آزاد ہو جائیں تو روحیں سبک رو ہو جاتی ہیں اور دل و دماغ کے تمام بوجھ دور ہو جاتے ہیں۔

میں نے آنسوؤں سے تر رخسار دیکھے اور آہستہ آہستہ گٹار کا نغمہ کسی گہرے غار میں جا سو گیا۔ سردارے بھی بت بنا حیرت سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔

نغمہ خاموش ہو گیا اور ذہنوں پر سکوت طاری تھا اور کافی دیر تک خاموشی رہی اور پھر جیسے لوگ نیند سے بیدار ہو گئے پھر پر جوش تالیاں گونج اٹھیں سب بڑھ چڑھ کر میرے فن کی داد دے رہے تھے۔ لیشا اٹھ کر میرے نزدیک آئی اور اس نے محبت بھرے انداز میں میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور آہستہ سے بولی۔

"یہ صرف یہ کہ میں نے جو کچھ کہا تھا تم نے اس کی تائید کر دی بلکہ تمہارے اس انوکھے نغمے نے تمہاری شخصیت بھی پر اسرار بنا دی ہے۔"

"شکریہ لیشا۔" میں نے جواب دیا میں نہیں جانتا تھا کہ گٹار کے تاروں سے جو نغمہ پھوٹا اس کا میرے ذہن سے کیا تعلق تھا لیکن اس وقت اپنے طور پر مجھے اپنے ذہن پر ایک عجیب سا بوجھ محسوس ہو رہا تھا۔ پرانے لوگ میرے ہاتھ چومنے لگے وہ میری تعریفوں کے پل باندھ رہے تھے لیکن میرا ذہن ان کے الفاظ سے دور تھا۔ سوچ پر گرد سی جمی ہوئی تھی۔

سردارے بھی میرے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"حیرت انگیز استاد۔ اس سے قبل گٹار کے تاروں سے یہ آواز نہیں نکلی تھی۔" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

لیشا اور مارتیانا بھی اس سازگار ماحول کو دیکھ کر ذرا سا کھل گئیں تھیں اور ہم لوگوں سے زیادہ سے زیادہ گھل مل کر گفتگو کرنے کی کوشش کر رہی تھیں پرانے خیالات کے لوگ میری اس اداکاری سے مطمئن ہو گئے تھے اور میرے ساتھ اس طرح پیش آ رہے تھے جیسے میں گرجا کا مقدس پادری ہوں اور یہ بالکل سچ ہے کہ یہ دنیا فریب پسند ہے جھوٹ بولو' فریب دو' خوش رہو گے۔ خوش رکھ سکو گے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا سچ ہمیشہ ناقابل توجہ ہوتا ہے۔

طبیعت بوجھل ہو گئی تھی میں نے لیشا سے کہا کہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں اور ہمیں ان سے اجازت مل گئی۔ سو ہم اپنے کمرے میں واپس آ گئے۔

"کیا بات ہے استاد۔ ہر چند کہ وہاں پرانے خیالات کے بے وقوفوں کی بہتات تھی لیکن ان کے درمیان لیشا اور مارتیانا بھی تو تھیں اور میرا خیال ہے وہ ہم سے خاصی بے تکلف ہو رہی تھیں۔"

"سوری سردارے بے شک اس ماحول کو چھوڑ کر آنا تمہیں پسند نہ آیا ہو گا لیکن بس نہ جانے کیوں میری ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں رہی ہے۔ تم اگر چاہو تو دوبارہ ان میں واپس چلے جاؤ تمہاری پذیرائی ہو گی مجھے سونے دو۔"

"اوہ نہیں استاد کیسی باتیں کر رہے ہو چند خوبصورت لڑکیوں کے قرب کی خاطر میں اپنے دوست کو اداسیوں میں گھرا چھوڑ کر چلا جاؤں لعنت ہے سردارے پر۔"

"ارے نہیں میری جان تم اسے اداسی نہ کہو بس اضمحلال ہے دور ہو جائے گا! تم واقعی چلے جاؤ اور ان لوگوں کے ساتھ تفریحات میں حصہ لو۔"

"فضول باتیں نہ کرو استاد۔ ہاں یہ بتاؤ یہ آج تمہارے گٹار کے سر کونسی وادیوں میں بھٹک گئے تھے"

"اوہ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دونوں لڑکیاں پھر سے مسلط ہو گئیں۔ دونوں کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"اب تو آپ ہمیں بتا دیں کہ آپ استنبول کے کون سے گرجا میں درس دیتے تھے ہم خود بھی بھٹک گئے ہیں۔"

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس وہ نغمہ سچ مچ اس نے ہمیں تقدس کی وادیوں میں دھکیل دیا تھا میرے گھر کے لوگ تو تم سے بہت ہی متاثر ہو گئے ہیں یوں سمجھو کہ اب تمہارے لیے اس گھر میں بڑی گنجائش ہے۔"

"آپ کیا سمجھتی ہیں مس لیشا۔ کیا ہم ساری زندگی یہاں رہنے کے لیے آئے ہیں کیا آپ کے خیال میں ہم ان نکمے لوگوں میں سے ہیں جو ذرا سا سہارا مل جانے پر زندگی گزار لینے کے خواب دیکھنے لگتے ہیں ہم خوابوں کے عادی نہیں ہیں ہم تو حقیقت کی دنیا کے انسان ہیں ہمیں ٹھوکریں پسند ہیں"

"ارے ارے آپ کیسی باتیں کرنے لگے مسٹر ایڈورڈ؟" لیشا تعجب سے بولی

"کوئی خاص بات نہیں ہے مس لیشا۔ آپ لوگ بہت اچھے ہیں اور ہم اچھے لوگوں کے ذہن پر بار بننا پسند نہ کریں گے ہم کل یہاں سے چلے جائیں گے۔" سردارے تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ خود میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے گٹار سے نکلنے والا نغمہ خود میرے اوپر اثر انداز ہو گیا تھا۔

لڑکیاں تھوڑی دیر تک ہمارے پاس بیٹھی بور ہوتی رہی اور پھر وہ اٹھ کر چلی گئیں۔ سردارے نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی پھر مجھے نیند آ گئی صبح کو جب آنکھ کھلی تو سردارے جاگ چکا تھا اور صورت سے ہی بیزار سا نظر آ رہا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے استاد؟"

"بس کام شروع ظاہر ہے ہم ان لڑکیوں کے مہمان بننے تو نہیں آئے"

"ٹھیک ہے کام کی ابتدا کہاں سے ہو گی"

"بس آج اشاک ہوم کی آوارہ گردی ہو گی اور اس کے بعد ہم کام کی جگہ تلاش کریں گے" میں نے جواب دیا۔

"اوکے باس" سردارے نے مستعدی سے کہا۔

ہم لوگ منہ ہاتھ دھونے کے بعد ناشتے کا انتظار کرنے لگے۔ ظاہر ہے ناشتے سے قبل یہاں سے نکلنا بھی ممکن نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ملازمہ نے دستک دی۔ اور ہمارے بلانے پر اندر آ گئی۔

ناشتے پر انتظار ہو رہا تھا اور ہم لوگ اسی ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے' تمام لوگ موجود تھے جن سے رات کو ملاقات ہوئی تھی۔ ہمارا پر جوش استقبال کیا گیا اور ہم خاموشی سے ناشتے میں شریک ہو گئے ناشتے سے

فارغ ہونے کے بعد لیشا نے ہمیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ہمیں لے کر اپنی نشست گاہ میں پہنچ گئی۔ مارتیانا بھی اس کے ساتھ تھی۔

"تمہارے لیے ان قدامت پسند لوگوں کے ذہنوں میں بڑی گنجائش پیدا ہو گئی ہے، اس لیے اسٹاک ہوم میں تمہاری رہائش اور دوسرے مسائل تو حل ہو گئے۔ آج ہم دونوں تمہیں اسٹاک ہوم کی سیر کرائیں گے، اور پھر کل کا دن ہمارے لیے مصروفیت تلاش کرنے میں گزرے گا۔" لیشا نے کہا۔

"شکریہ مس لیشا۔" میں نے مختصراً کہا۔

"اور اس کے بعد تمہارے لیے کچھ لباس بھی مہیا کرنے ہیں۔" لیشا بولی

"اوہ۔ ہاں ہمارے لباس تو بہت خراب ہیں تو مس لیشا آج آپ کے ساتھ سیر کے لئے انہیں لباسوں میں جانا پڑے گا کیا آپ ہمارا وجود اسی لباس میں پسند کریں گی؟"

"ہاں برے تو نہیں ہیں" لیشا نے لاپرواہی سے کہا۔ سردار سے زیر لب مسکرانے لگا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں لڑکیوں کے ساتھ باہر نکل آئے۔

سویڈن میں پاگل پن جنس اور الکحل کے ساتھ موسم بھی ایک مسئلہ ہے۔ موسم سرما میں یخ بستہ ہواؤں اور برفیلے طوفان کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اگر اتفاق سے سورج نکل آئے تو روشنی صرف دو گھنٹے رہتی ہے لوگ ایک نیم تاریک برفانی ماحول میں بے جان لاشوں کی مانند گھسٹتے پھرتے ہیں۔ فرانسیسی فلاسفر ڈیسکورڈ سویڈن ہی میں رائل لائبریری کے خنک کمروں میں سردی کی تاب نہ لا کر مرا تھا۔ ایک سویڈش کے لیے خوشگوار موسم کا مطلب چمکتی دھوپ اور نیلا آسمان ہے جو سال میں دس ماہ اس کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے ہوسٹل پارک کو عبور کر کے ہم لوگ زمین دوز ریلوے اسٹیشن پر آئے اور وہاں لیشا نے ــــــ ٹکٹ خریدے اور ہم زمین دوز ٹرین میں داخل ہو گئے۔ وہاں بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے نشے میں اونگھتے ہوئے بوڑھے ان کے ساتھ انہیں سنبھالنے والی بوڑھیاں نیم برہنہ لڑکیاں اور ان کے بدن کے کھلے ہوئے حصوں کو تاڑنے والے نوجوان لڑکے۔

ٹرین کا سفر خاصا خوشگوار رہا اور پھر ہم اسٹیشن پر اتر گئے۔ اسٹیشن سے سامنے والی سڑک پار کر کے ہم سینٹرل پل پر آ گئے۔ پل کے پہلو میں سے اسٹاک ہوم کے ٹاؤن ہال کی سیڑھیاں اترتی تھیں۔ اسٹاک مسبرک کی تعمیر کردہ یہ عمارت وینس کے سینٹ مارک کلیسا سے بہت ملتی جلتی تھی۔ وینس کی طرح اسٹاک ہوم بھی جزیروں کا مجموعہ ہے۔ جنہیں اطالوی طرز کے پل ایک دوسرے سے ملاتے ہیں۔ لیشا ہمیں ٹاؤن ہال دکھانے کے بعد شہر کی مشہور سڑک کنگز گوئین پر لے گئی۔ کانسرٹ ہال، کبڑا ہال، پب کا ڈپارٹمنٹل اسٹور جہاں دنیا کی ساری چیزیں موجود ہوتی ہیں۔

یہ بے وقوف لڑکیاں شاید ہمیں شاپنگ کرانے لائی تھیں ہم دونوں نے خود کو لاتعلق رکھا اور ان کے ساتھ اسٹور میں پہنچ گئے۔ لڑکیوں نے ہمارے لیے اپنی پسند کے لباس طلب کئے تھے انہوں نے نصف درجن کے قریب خوبصورت سوٹ میرے لیے اور اتنے ہی سردار کے لیے خریدے۔ ٹائیاں، شوز اور دوسری ایسی چیزیں بلاشبہ انہوں نے زبردست خریداری کر ڈالی تھی ہم دونوں ہی خاموش رہے اور پھر سیلز گرل نے بل پیش کیا تو میں نے جیب سے کرنسی کی ایک گڈی نکال کر اس میں سے چند نوٹ کھینچے اور

ادا کر دیا۔

"ارے۔ ارے یہ کیا ہے یہ نہیں ہو سکتا" لیشا نے مضطربانہ انداز میں میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کیوں مس لیشا؟" میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ لیشا کی آنکھوں میں شرمندگی کے تاثرات تھے ان لوگوں نے شاید ہمیں آوارہ گرد قسم کے قلاش سمجھا تھا جو پیسے ختم ہونے پر چھوٹے سہارے تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

"بل میں ادا کروں گی۔"

"سمجھ لیں آپ ہی نے ادا کیا ہے۔" میں نے بل کی بقیہ رقم کاؤنٹر گرل کو بخشش دیتے ہوئے کہا اور ایک ملازم نے ہمارے سامان کے پیکٹ اٹھا کر ہمیں باہر تک لا چھوڑا۔ کاریں پا کر اس نے ہماری طرف دیکھا تب لیشا نے آہستہ سے کہا۔ "انہیں باہر کلوک روم میں رکھ دیں ہم واپسی پر ساتھ لے لیں گے۔"

"یس میڈم" ملازم نے جواب دیا۔ اور سامان کلوک روم میں رکھ دیا گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ لیشا کسی قدر مضمحل ہو گئی ہے حالانکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ شاید وہ ہماری مدد کر کے خوش ہونا چاہتی تھی۔ اور اب وہ یقیناً شرمندگی سے دوچار تھی بہرحال میں نے اس سلسلے میں کوئی خاص بات نہیں کی۔

اور اس کے بعد بھی وہ دونوں ہمیں مختلف علاقوں کی سیر کراتی رہیں۔ ایک جگہ تنہائی میں لیشا نے مجھ سے ایک عجیب سی بات کہی "ایڈورڈ کیا تم ہم لوگوں سے الجھن تو نہیں محسوس کر رہے؟"

"الجھن کیوں؟" میں نے اسے دیکھا۔

"سویڈن بہت سے نوجوانوں کو صرف اس لیے کھینچ لاتا ہے کہ یہاں بیجا پابندیوں سے بے نیاز رنگینیاں دنیا بھر میں مشہور ہیں لیکن سویڈن میں داخل ہوتے ہی تمہارا واسطہ چند ایسے لوگوں سے پڑ گیا ہے جو شاید سویڈن کے لیے مذاق ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے اسے بغور دیکھا۔ "آپ نے یہ بات کیوں سوچی مس لیشا؟"

"کیا میں یہ سوچنے میں حق بجانب نہیں ہوں؟" میں نے آپ کے ساتھی کی نگاہوں میں بیزاری کے آثار محسوس کئے ہیں" لیشا نے جواب دیا۔

"وہ احمق ہے" میں نے کہا۔

"کیوں۔ وہ احمق کیوں ہے؟"

"زندگی کبھی قریب سے دیکھی جاتی ہے کبھی دور سے اور پھر خلوص بڑی قیمتی شے ہے۔ آپ لوگوں کے دلوں میں ہمارے لیے جو خلوص ہے اسے ہر قیمت پر قائم رکھنا ضروری ہے۔ یوں بھی ہمیں آپ کے ساتھ زندگی تو نہیں گزارنی یہاں وہی ہونا چاہیے جو ہمارے میزبانوں کو پسند ہے" میں نے ایسی الجھی گفتگو کی کہ لیشا مسکرا کر رہ گئی۔ اور کئی منٹ تک جواب نہ دے سکی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ خاموش سی ہے۔

واپسی پر میں نے سامان کے پیکٹ وصول کئے اور ہم اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے جہاں بوڑھے اصول پرست ہمارے منتظر تھے میری ذات کو انہوں نے دل سے قبول کر لیا تھا صرف ایک پر تقدس نغمے نے ان کی عقیدت اس قدر بڑھا دی تھی کہ بوڑھے اور بوڑھیاں بھی میرا احترام کرنے لگے تھے اور میرے سامنے جھک جاتے تھے۔ اس رات بھی کوٹھی میں زبردست اہتمام کیا گیا تھا۔ خاص طور سے میرے لیے ایک عمدہ گٹار

خرید کے لایا گیا تھا اور پھر بڑے ادب اور احترام سے مجھ سے فرمائش کی گئی۔

"استاد۔" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہوں؟"

"مجھے کسی ایسی بیماری کا نام بتاؤ جو پھوؤں کے ساتھ رہ کر پیدا ہو جاتی ہو؟" اور میں اس کے سوال کا مقصد سمجھ گیا۔

"اسے اصول پرستی کہتے ہیں" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس کا کوئی علاج ہے؟"

"ہاں۔"

"خدا کے لیے بتادو۔" سردارے بری طرح کھکھیانے لگا۔

"پھٹے ہوئے جوتے کو رات کو پانی میں بھگو دو۔ صبح کو پانی سے نکال کر نہار منہ دس کھوپڑی پر مار لو۔ دو تین دن میں افاقہ ہو جاتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"تو رحم کی کوئی اپیل کارگر نہ ہوگی؟" سردارے نے گہری سانس لے کر بولا۔

"رات کو گفتگو کریں گے اس وقت سب ہماری طرف متوجہ ہیں" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلا کر خاموش ہو گیا۔ اور پھر میں سب کچھ بھول کر گٹار میں کھو گیا۔ آج میں نے انہیں دو سرے، کئی نغمے سنائے تھے لیکن بوڑھیوں نے کل والے نغمے کی فرمائش کر دی۔ اور میں چکرا گیا۔ کل جو نغمہ میں نے سنایا تھا اس میں میرا دخل زیادہ نہیں تھا۔ اگر سنگیت میں کوئی جادو وغیرہ ہوتا ہے تو کل صاف اس کا اظہار ہوا تھا میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تھا میں نے انہیں ٹال دیا اور پھر میں نے انہیں اپنا آفاقی نغمہ سنایا لعل میری پت رکھیو بھلا۔ دیوانہ کر دیا اس نغمے نے ان کو اور اس کی حقیقت سے کب کسی نے انکار کیا تھا۔ بوڑھوں میں جوانی امڈ آئی اور بے حد خوش ہوئے وہ لوگ۔ مجھے بے پناہ مبارک باد وصول کرنی پڑی۔

پھر یہ پروگرام ختم ہو گیا اور ہمیں آرام کی اجازت مل گئی۔ عقیدت مند ہمیں ہمارے کمرے تک چھوڑنے آئے تھے۔ سردارے بدستور مسخرے پن پر اترا ہوا تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے کہا۔

"میں جا رہا ہوں باس!"

"کہاں؟" میں چونک کر بولا۔

"اب دیکھو نا پھٹا ہوا جوتا تلاش کرنا بھی تو کارے دارد ہے۔ شاید ہی پوری عمارت میں کوئی مل سکے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا "آج اور صبر کر لو سردارے"

"کیا مطلب استاد؟" سردارے نے چونک کر بولا۔

"کل یہاں سے چل پڑیں گے۔"

"اوہ۔ واقعی؟" سردارے خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ"

"ساری شرطیں بغیر سنے منظور استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لی "آئندہ اگر کوئی لڑکی پسند آگئی اور تم نے اس کے ساتھ

زیادہ وقت گزارنے کی خواہش کی تو وہ پوری نہیں کی جائے گی"

"اوہ۔" سردارے کے منہ سے آواز نکلی پھر وہ آہستہ سے بولا "میں یہاں سے اتنا بیزار ہو گیا ہوں استاد کہ اس خوفناک شرط کو بھی قبول کرتا ہوں"

"بس بات ختم ہو گئی" میں نے جواب دیا۔

"تم ناراض تو نہیں ہو استاد؟" سردارے نے خوشامدانہ انداز میں پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"

"تب پھر کچھ اور باتیں کریں؟"

"یقیناً! میں لباس تبدیل کر کے مسہری پر دراز ہوتے ہوئے بولا۔

سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ کل صبح لیشا وغیرہ سے اجازت طلب کر لوں گا اور پھر اس کے بعد ہم دونوں ہی کافی دیر تک خاموش رہے۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی پھر ہمیں نیند آگئی۔ اور نہ جانے کتنی دیر سوئے ہوں گے کہ اچانک دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ نیم غنودہ ذہن سے میں نے آنے والے کے بارے میں سوچا اور پھر شاید اسی انداز میں دروازے پر پہنچ گیا۔

"کون ہے؟" میں نے خمار آلود لہجے میں پوچھا۔

"اوہ مسٹر ایڈورڈ! دروازہ کھولئے۔" مارتیانا کی آواز سنائی دی اور میں نے دروازہ کھول دیا۔

"کیا بات ہے مارتیانا؟"

"مسٹر ایڈورڈ، پلیز، لیشا نے آپ کو اپنے کمرے میں بلایا ہے۔"

"اس وقت؟"

"جی ہاں۔ وہ آپ کا انتظار کر رہی ہے۔" مارتیانا نے کسی قدر شرم آلود لہجے میں کہا اور نیند میری آنکھوں سے رفوچکر ہو گئی۔ میں نے معنی خیز نگاہوں سے مارتیانا کو دیکھا اور پھر واپس پلٹ کر سلیپنگ گاؤن شانوں پر ڈال لیا اور اس کی ڈوری کمر کے گرد کستا ہوا باہر نکل آیا۔ رات اتنی گزر چکی تھی کہ اب اس قدامت پسند گھرانے میں کسی کے جاگنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ مارتیانا میرے پیچھے آ رہی ہے لیکن لیشا کے بیڈ روم کے دروازے پر پہنچ کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مارتیانا غائب تھی۔ یہ بات بھی معنی خیز تھی۔ بہرصورت میں نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اسے دھکیلا تو دروازہ بند نہ تھا۔

کمرے میں نائٹ بلب روشن تھا اور لیشا اپنی خوبصورت مسہری پر سو رہی تھی۔ میرے قدم رک گئے۔ مارتیانا نے کہیں مذاق تو نہیں کیا۔ اگر یہ مذاق ہے تو بڑا سنسنی خیز ہے۔ خود لیشا جاگ جائے اور مجھے اس طرح اپنے کمرے میں دیکھے تو کیا سوچے گی۔ یا پھر اگر اس کے گھر کا کوئی فرد اتفاق سے مجھے یہاں دیکھ لے تو جو احترام ان کے ذہنوں میں میرے لیے ہے سب ختم ہو جائے گا اور پھر ممکن ہے رات بھی کسی فٹ پاتھ پر ہی بسر کرنا پڑے۔

چنانچہ میں نے دبے پاؤں واپس پلٹ آنے ہی میں عافیت سمجھی۔ لیکن ابھی میں دروازے تک بھی نہ پہنچا تھا کہ لیشا کی آواز سنائی دی۔

"ایڈورڈ!"

اور میں ٹھٹک گیا۔ میں نے پلٹ کر لیشا۔۔۔ کی طرف دیکھا۔ وہ جاگ رہی تھی اور اس کے چہرہ پر چھایا ہوا گلابی رنگ رات کا خمار نہ تھا۔ یقیناً اس وقت اس کی سانسوں میں شدید حدت ہو گی۔

"واپس آؤ۔ کہاں جا رہے ہو؟"

"اوہ لیشا' میں سمجھا تم سو رہی ہو" میں نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے کہا۔

"نہیں میں جاگ رہی ہوں۔"

"اوہ۔ میں سمجھا مارتیانا نے مذاق کیا ہے۔" میں پھر پلٹ پڑا اور لیشا کی مسہری کے قریب پہنچ گیا تھے۔ میرا خیال تھا وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گی لیکن وہ اسی طرح تکیے پر سر رکھے لیٹی رہی۔

"بیٹھ جاؤ۔ وہ آنکھیں بند کر کے بولی اور میں مسہری کی پٹی پر بیٹھ گیا۔ "دراصل ایڈورڈ جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں' میرا وہ کہنے کا حوصلہ نہیں پڑ رہا۔ لیکن اس کے باوجود تم سن لو۔ میں نے ساری ہمت مجتمع کی ہے۔ سنو ایڈورڈ۔" وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولی "میں بغاوت کرنا چاہتی ہوں۔ میں ان فرسودہ خیالات اور فرسودہ ذہن کے مالک لوگوں کی اب کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ ہاں ایڈورڈ! تم خود سوچو' سویڈن کی لڑکیاں تیرہویں سال میں اپنا محبوب تلاش کر لیتی ہیں۔ ہماری حکومت نے اس قسم کے ادارے خصوصی طور پر قائم کئے ہیں جو کم سن ماؤں کی اولاد کو پرورش کرتے ہیں کیونکہ ان کے باپ نہیں ہوتے۔ سویڈن میں لڑکی کا کنوارپن اس کے لیے گالی ہوتا ہے۔ اور یہ قدامت پسند لوگ ہمیں ان گالیوں کی زد میں دیکھنا پسند کرتے ہیں لیکن میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ ان قدامت پسندوں کی تہذیب کا بت پاش پاش کر دوں گی اور ایڈورڈ! تم میرے محبوب ہو۔ سنو میں تم سے بے پناہ متاثر ہوں لیکن میں جانتی تھی کہ میری پسندیدگی کا اظہار ان بوڑھے ذہنوں کو پسند نہیں آئے گا۔ اس لیے میں نے خود کو باز رکھا تھا۔ لیکن اب جب کہ بغاوت کا فیصلہ کر چکی ہوں تو ایڈورڈ۔ تو۔ میں۔ میں۔ رات۔ تم میری محبت ہونا۔ بولو کیا تم۔ محبت کرو گے؟"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ تو یہ لڑکی خود بخود راہ پر آ گئی تھی حالانکہ میں نے تو سوچا تھا کہ صبح یہاں سے چلا جاؤں گا۔ یوں بھی اب کافی وقت گزر چکا تھا اور میں اپنا کام شروع کر دینا چاہتا تھا۔ یوں لگتا جیسے انٹرپول اور مکلینو ہمیں تلاش کرنے میں ناکام رہ کر فراموش کر چکے ہوں اور اب بھول بھی چکے ہوں۔ چنانچہ اب کام شروع کرنے میں کیا حرج تھا اور پھر یوں بھی ان لڑکیوں نے ہمیں متاثر نہیں کیا تھا سردارے تو بری طرح بیزار تھا۔ اس لیے بھی ہم یہاں سے بھاگ رہے تھے لیکن اب کیا ہونا چاہیے۔ کیا میں لیشا کے رخساروں کو تھپتھپا کر اسے سو جانے کی تلقین کروں یا اس کے نوخیز بدن کو اپنے بازوؤں میں بھینچ کر اس کی بغاوت مکمل کر دوں۔"

بہت سے دن تنہا گزر گئے تھے۔ سویڈن کی رسیلی جوانیاں دعوت گناہ دیتی ہوئی سڑکوں پر سرگرداں تھیں لیکن ہم نے نہ جانے کیوں شرافت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور ان بور لڑکیوں کے ساتھ گزارہ کر رہے تھے لیکن اب۔ اب جبکہ انہیں خود ہی احساس ہو گیا تھا کہ وہ ان قدامت پسندوں کے چکروں میں پڑ کر خود کو تباہ کر رہی ہیں تو پھر انہیں نظرانداز کرنا کیا معنی رکھتا تھا۔

"تم نے جواب نہیں دیا ایڈورڈ۔"

"کیا تم تھوڑا سا اور کھل سکتی ہو لیشا؟"

"اس سے زیادہ نہیں۔" لیشا نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

"اور اگر میں تمہاری باتوں سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاؤں تو؟"

"ہو جاؤ!" لیشا انتہا کو پہنچ گئی تھی اور بہرحال ایک مرد کی حیثیت سے میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے پوری پوری غلط فہمی سے کام لیا اور نوخیز لیشا میرے بازوؤں میں کسمساتی رہی۔ اس نے کنوارپن کی گالی سے چھٹکارا پا لیا تھا لیکن اب اس کے ذہن میں بغاوت کا کوئی تصور نہیں رہا تھا۔ بلکہ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ اب تک یہ بوڑھے' جہاندہ لوگ اسے زندگی سے دور کیوں رکھے ہوئے تھے۔ رات کا شاید آخری پہر گزر رہا تھا لیکن نیند نہ لیشا کی آنکھوں میں تھی اور نہ میری۔

"لیشا!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جی!"

"یہ مارتیانا کہاں رہ گئی تھی۔ کیا اسے تمہاری بغاوت کا علم تھا؟"

"ہاں۔ وہ بھی تو میرے ساتھ اس بغاوت میں شریک تھی۔"

"ارے!" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "تو کیا وہ۔۔۔ کیا وہ؟"

"ہاں وہ بھی پینتو کو پسند کرتی تھی۔"

"اوہ۔۔۔" میں نے گہری سانس لی اور پھر دل ہی دل میں مسکرا پڑا۔ گویا سردارے بھی عیش کر رہا ہو گا۔ بشرطیکہ وہ احمق لڑکی اسے اپنی بغاوت کا مفہوم سمجھا سکی ہو۔

پھر صبح کی روشنی نمودار ہونے کے آثار نظر آئے میں اتنا شریف انسان نہیں تھا کہ کسی کے دیکھ لینے کے خوف سے بھاگ جاتا لیکن قدامت پسندوں کے اس گروہ نے نہ جانے میرے ذہن کی کونسی گرہ متاثر کی تھی۔ شاید اس لیے کہ اس قدامت پسندی میں مجھے مشرق کی بو آتی تھی۔ یورپ میں ان شریف انسانوں کو قدامت پسند اور بیک ورڈ سمجھا جاتا تھا جب کہ ہمارے ہاں یہی تہذیب کا معیار تھا۔ اس طرح یہ قدامت پسند کسی حد تک میرے ذہن میں در آئے تھے لیکن اب میں شرافت کی اس اسٹیج پر بھی نہیں تھا کہ اس حسین رات کو نظرانداز کر کے چلا آتا۔ بس اتنا ہی کافی تھا کہ میں صبح کی روشنی سے پہلے شرافت کے اس مذبح خانے سے نکل آتا۔ سو میں نے لیشا سے اجازت چاہی۔

"اب مجھے چلے جانا چاہیے لیشا۔"

"اوہ' ابھی نہیں ایڈورڈ۔"

"بات یہ ہے لیشا کہ تم تو باغی ہو۔ بغاوت کے جرم میں تمہاری گردن کٹ جائے گی لیکن مجھے کیوں سزا دلواتی ہو؟"

"اوہ۔ تو تم میرا ساتھ نہ دو گے؟"

"صرف اس حد تک کہ اگر تم کل بھی اس بغاوت پر آمادہ ہو تو میں کل بھی تمہارا مددگار ہوں گا۔"

"نہیں ایڈورڈ۔ دل نہیں چاہ رہا کہ تم جاؤ۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ لوگ گردنیں کیوں کٹا دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے عقل کی رفاقت جزو زندگی ہونی چاہیے۔"

"اوہ تم بزدل ہو۔" لیشا جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"شاید ---" میں نے سرد لہجہ میں کہا اور پھر میں اس کے نزدیک سے اٹھ گیا۔ اور لیشا کی نارا
کی پرواہ کئے بغیر اس کے کمرے سے نکل آیا۔ باہر ابھی تک سناٹا تھا کہیں دور سے مرغوں کے بولنے
آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن اپنے کمرے میں پہنچ کر میں ٹھٹک گیا۔ نہ جانے سردارے میری ا
عقل استعمال کرنے کا عادی ہے یا نہیں اور بغاوت کا دوسرا پروگرام ہمارے ہی بیڈ روم میں جاری رہا
مارتیانا اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔

دستک دینے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی لیکن اگر سردارے نے ناعاقبت اندیشی سے کام لیا ہے
بھی ضروری ہے کہ اس وقت کی نزاکت کا احساس دلا دیا جائے۔

چنانچہ میں نے دروازے پر دستک دی اور دوسری طرف کی آوازوں کا انتظار کرنے لگا۔ اندر ایسا
تھا جیسے دو بلیاں لڑ پڑی ہوں اور پھر سردارے کی گھگیاتی ہوئی آواز سنائی دی:

"کک کون ہے؟"

اچانک ہی میرے ذہن میں شرارت ابھر آئی۔ میں نے لیشا کے بوڑھے نانا کی آواز میں کہا۔

"اوہ میرے بچے مجھے معاف کرنا۔ نہ جانے یہ مارتیانا رات کو کہاں غائب ہو گئی۔ سارے گھر
تلاش کر لیا ہے۔ بے حد شریر ہے۔ وہ تمہارے کمرے میں تو نہیں گھس آئی۔"

"بڑے میاں۔ یہ کسی کو تلاش کرنے کا وقت ہے؟ ہم لوگ گہری نیند سو رہے تھے۔ جاؤ صبح کو
تلاش کرنا۔" سردارے کی بگڑی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میرے بیٹے صرف میں نہیں تمام گھر والے اسے پوری کوٹھی میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں
اب تمہاری نیند تو خراب ہو ہی چکی ہے۔ براہ کرم' دروازہ کھول دو۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اس وقت کسی طور پر ممکن نہیں ہے۔ تم جاؤ ہم کل تمہارا گھر ہی چھوڑ دیں گے
سردارے نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ بھرپور قہقہے لگاؤں لیکن ابھی کچھ اور
تھا۔

"اگر تم دروازہ نہیں کھولو گے تو میں دوسرے لوگوں کو بھی یہیں بلالوں گا۔ اگر مارتیانا تمہارے
کمرے میں ہے تو بات مجھ سے آگے نہیں بڑھے گی۔" بوڑھے کی آواز کی نقل شاید اتنی ہی کامیاب تھی
خود مارتیانا بھی اس میں فرق محسوس نہیں کر سکی تھی۔ اندر خاموشی چھا گئی اور پھر چند ساعت کے بعد دروازہ
کھلا۔ میں ایک دم آڑ میں ہو گیا تھا اور پھر میں نے سردارے کا چہرہ دیکھا۔ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ شاید
مجھے پہچان ہی نہیں پا رہا تھا۔ اس نے بغور میری شکل دیکھی اور پھر ادھر ادھر جھانکنے لگا۔ میں نے چہرہ عجیب
ہی بنا رکھا تھا۔

"کک کیا مطلب؟ کہاں گیا؟" سردارے احمقانہ انداز میں بولا۔

"کون؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"وہ --- وہ --- ارے --- اوہ! یہ تم تو نہیں تھے استاد؟"

"حواس خراب ہوئے ہیں کیا؟" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"ارے باپ رے کہیں وہ دوسروں کو بلانے تو نہیں گیا؟" سردارے نے بے تکے انداز میں
اندر کھینچ لیا اور پھر خوفزدہ انداز میں دروازہ بند کر دیا۔ "جلدی۔ مارتیانہ جلدی کرو۔" وہ مسہری کی طرف
دیکھتا ہوا بولا اور مارتیانہ بدحواسی سے باہر نکل آئی۔ لیکن اس کا حلیہ بہت دلچسپ تھا نچلا لباس بے ترتیب تھا
اور اوپری لباس الٹا پہنا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر منہ پھاڑ کر سردارے کو دیکھنے لگی۔

"ارے مارتیانا۔ تم مسہری کے نیچے کیا کر رہی تھیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ارے نکلو جلدی۔" سردارے اسے دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے بولا اور مارتیانہ سرپٹ دوڑ
گئی۔

"لباس بھی ٹھیک نہ کرنے دیا بے چاری کو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا

"استاد۔ استاد تمہیں خدا کی قسم ہے بتا دو۔"

"کیا بتا دوں؟ پاگل ہو گئے ہو کیا؟" میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے باپ رے۔ پھر وہ ضرور۔ اوہ!" سردارے دروازے کی طرف لپکا اور پھر اس نے جلدی
سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر مسہری پر چھلانگ لگائی اور لیٹ کر چادر منہ پر ڈھک لی۔

"تم نے شاید کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے۔" میں نے اپنی مسہری پر جاتے ہوئے کہا۔

"خواب نہیں استاد۔ کم بخت بوڑھا آ گیا تھا۔"

"خواب میں نا؟"

"اوہ مجھے شبہ بھی ہو رہا ہے۔ کہیں وہ تم ہی تو نہیں تھے استاد۔ بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"کیا ہوا۔ آخر منہ سے تو پھوٹو۔"

"وہ مارتیانا کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں"

"مارتیانا یہاں کیوں آئی تھی؟"

"بغاوت کرنے!"

"کیا بکواس ہے؟"

"اوہ کیا بتاؤں استاد' ویسے اب خطرہ ٹل گیا ہے مگر کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟"

"سردارے تم بدحواس ہو گئے ہو۔ کیا کہہ رہے ہو میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا ہے۔"

"مگر اتنی جلدی --- میں نہیں مانتا استاد۔ گڑبڑ تم نے ہی کی ہے اتنی جلدی تم آ بھی گئے اور وہ
غائب بھی ہو گیا اور ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم خود کہاں گئے تھے؟"

"ہوں! تو کیا پوزیشن رہی؟" میں نے سردارے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"پوزیشن تو تم بتاؤ استاد یہ سب کیا گڑبڑ تھی؟"

"تم خوش ہو نا؟"

"ہاں صرف ان لمحات کو نکال کر جو تم نے بڑے میاں کی آواز میں بول کر مجھ پر مسلط کر دیئے
تھے۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"

"بس سب کچھ ہی کہہ دیا لیکن مجھے حیرت ہے کہ ان لڑکیوں کے ذہن میں بغاوت کا یہ جذبہ اچانک
کیوں ابھر آیا؟"

"وجہ کچھ بھی ہو لیکن ان کی یہ بغاوت ہمارے لیے تو فائدہ مند رہی۔"

"خدا کرے یہ بغاوت ایک آدھ ہفتہ ضرور چل جائے۔" سردارے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"سردارے!" میں نے سخت لہجے میں کہا "ہمیں کل صبح یہاں سے چل دینا ہے۔"

"ارے نہیں استاد' ہائے نہیں یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ارے اب تو قسمت کا ستارہ گردش سے نکلا تھا۔ استاد میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ صرف ایک بار خدا کے لیے صرف ایک بار۔"

"نہیں سردارے زبان بھی کوئی چیز ہوتی ہے ہمیں ہر قیمت پر کل یہ مکان چھوڑ دینا پڑے گا۔"

"ہائے تم نے یہ رات' یہ حسین رات برباد کر دی استاد لیکن تمہارا بھی کیا قصور۔ میری تقدیر ہی خراب ہے کم بختوں کے ذہنوں میں اس سے پہلے نہ جانے کیوں بغاوت کا جذبہ نہ ابھرا ورنہ میں تم سے ایسی بات کہتا ہی کیوں؟"

"اب تو جو کچھ بھی ہوا ٹھیک ہی ہوا۔ بہرحال اس رات کے سہارے تم کئی روز سکون سے گزار سکتے ہو۔ مارتیانہ تمہیں پسند بھی تھی نا!"

"ہاں استاد حسین تو وہ تھی ہی لیکن اس رات اس کے حسن کی لطافتیں کچھ اور بڑھ گئی تھیں۔ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ اچانک مجھے یوں لگا جیسے میں خوشبوؤں کی وادیوں میں محو پرواز ہوں۔ پھر پھولوں کا ایک ڈھیر میرے سینے پر آ پڑا۔ نرم نرم سا بوجھ اور اس کے ساتھ لطیف گرم گرم سانسیں۔ آنکھ کھل تو وہ بڑی بے تکلفی سے میرے سینے پر اپنا بوجھ ڈالے بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ میرے چہرے سے صرف چند انچ کے فاصلے پر تھا تو پھر سوچنا کیا معنی۔ گلابی ہونٹ اگر چہرے سے اس قدر قریب ہوں تو انہیں نہ چومنا گناہ عظیم ہے اور جب پھر مقابل کی طرف سے بھی بوسے کی گرمجوشی ہو تو ہاتھوں میں زنجیریں کیا معنی رکھتی ہیں اور استاد! اس سلسلے میں سکھوں کے اصول کا دل سے قائل ہوں کہ پہلے کرو پھر سوچو۔ لیکن سوچنے کی بات ہی نہ تھی۔ وہ آسمان سے تو نہیں اتری تھی۔ نہ میں نے اسے بلایا تھا نہ اسے کہیں سے اٹھا کے لایا تھا' تو سینے پر جو خود آ جائے اس سے اجنبیت کیا معنی رکھتی ہے لیکن بعد میں عقدہ کھلا اور یقین کرو تم بھی مجھے اسی وقت یاد آئے جب میں حواس کی دنیا میں واپس آ چکا تھا۔ میں نے تعجب سے تمہارے بستر کی طرف دیکھا لیکن تم موجود نہ تھے۔ تب مارتیانا نے صورت احوال بتائی کہ کس طرح بوڑھوں کی نصیحتوں سے اکتائی لڑکیاں بغاوت پر آمادہ ہوئیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایک باغی کی عدالت میں آپ کو بلا لیا گیا ہے اور دوسرا باغی یہاں آ گیا ہے۔ باس! کیا یہ درست ہے کہ تم نے بھی رات باغیانہ ماحول میں گزاری؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"مگر باس خطرے کی گھنٹی بج چکی ہے بڑے میاں مارتیانا کی تلاش میں یہاں تک آ پہنچے تھے۔"

"میں نے گھنٹی کے تار الگ کر دیئے ہیں اب سو جاؤ میں نے کہا اور کروٹ بدل لی۔ پھر دیر تک سردارے کی بڑبڑاہٹ میرے کانوں میں گونجتی رہی وہ سمجھ گیا تھا کہ بڑے میاں کی آواز میں اسے احمق بنانے والا میں ہی تھا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر حالات بدستور تھے باغی لڑکیوں کے چہرے کھلے ہوئے تھے ان کی آنکھوں میں مسکراہٹ ناچ رہی تھی جیسے ان بوڑھوں کو بے وقوف بنا کر وہ بہت مسرور ہوں۔ بوڑھوں کے چہروں سے کوئی خاص بات مترشح نہیں تھی ظاہر ہے ابھی انہیں اس بغاوت کا علم نہیں ہوا تھا۔

ناشتے کے بعد ہم لوگ اپنے کمرے میں آ گئے۔ سردارے کے چہرے سے افسردگی کا اظہار ہو رہا تھا

اسے یہاں سے جانا بڑا کھل رہا تھا لیکن اس وقت نکل چلنا ہی بہتر تھا۔ لڑکیاں خود پر سے قدامت پسندی کا لبادہ اتار چکی تھیں ان کے نزدیک کھل کر سامنے آ جانا کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن بہرصورت اخلاق کی کوئی رمق دل کے کسی گوشے میں چھپی ہوئی تھی جو اس بات کے لیے مجبور کر رہی تھی کہ جن لوگوں نے ہمیں اس قدر عزت اور احترام دیا ہے ان کی نگاہوں میں کوئی ایسی شکل اختیار نہ کر سکیں۔

"استاد کیا پروگرام ہے" سردارے نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"یہ تمہاری آواز زنانی کیوں ہو رہی ہے"

"میں واقعی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں"

"واقعی۔" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"استاد میں کہے دیتا ہوں" سردارے جھلا کر بولا اور پھر اچانک خوشامدانہ لہجے میں کہنے لگا۔ "یہ لڑکیاں ہمیں چھوڑنے تو چلیں گی ہی؟"

"کیا ضروری ہے ہم خاموشی سے یہاں سے نکل چلیں گے ان لوگوں کو بتانا بھی مناسب نہیں ہے۔"

"اوہ" سردارے گردن ہلانے لگا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔

اور ان لوگوں سے چھپ کر نکل آنا ہی مناسب رہا۔ ظاہر ہے ہم لوگ وہاں سے نکلتے تو پوچھا جاتا ہمیں کیا تکلیف ہے یقیناً وہ لوگ ہمیں آسانی سے نہ آنے دیتے۔ چنانچہ نہایت چالاکی سے سامان سمیٹ کر نکل آئے اور کافی دور چلنے کے بعد بالآخر ٹیکسی مل گئی۔ کوئی جگہ تو ذہن میں تھی ہی نہیں ایک چھوٹے سے پارک کے گیٹ کے سامنے ٹیکسی رکوائی بل ادا کیا اور پارک میں داخل ہو گئے۔ دن کا وقت تھا اس لیے پارک سنسان تھا۔

ہم نے گوشہ منتخب کیا اور مسافروں کے سے انداز میں وہاں بیٹھ گئے سردارے کا منہ بدستور کھلا ہوا تھا۔

"یار تو نے ایک لڑکی کے لیے سور کی سی شکل بنالی ہے جیسے اس کے بعد تمہیں کوئی لڑکی نہیں ملے گی۔"

"ہائے استاد بڑا الہڑ پن تھا اس کی باتوں میں بڑی حیرانی تھی اس کے انداز میں بلاشبہ استاد لڑکیاں بے شمار ملیں گی لیکن اس کی طرح البیلی شرمیلی سی ملنا مشکل ہی ہے۔ اس کے ذہن میں وہ سب کچھ نہ تھا جو ہوا تھا۔"

"اچھا فضول باتیں نہ کرو میک اپ کا سامان نکالو۔"

"ظلم ہے استاد ظلم ہے یعنی تم اس قابل بھی نہیں چھوڑو گے کہ اگر کبھی سر راہ نظر بھی آ جائیں تو نہ پہچان سکیں۔" سردارے نے بریف کیس کھولتے ہوئے کہا اور پھر میک اپ کا سامان نکال لیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کے چہرے بدلے ہوئے تھے۔ ویسے میں نے چہرے ایسے رکھے تھے کہ ہم لڑکیوں سے بالکل مایوس نہ ہوں۔ سردارے نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا تھا پھر ہم پارک سے بھی نکل آئے اور دوسری ٹیکسی روک لی۔

"بارنز۔" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور اس نے ادب سے گردن جھکا دی۔ ٹیکسی آگے بڑھ

گئی اور چند ساعت کے بعد ہم اسٹاک ہوم کے سب سے خوبصورت ہوٹل میں داخل ہو گئے۔

اینٹنڈنٹ نے ہمارا سامان ایک خوبصورت کمرے میں پہنچا دیا۔ کشادہ کمرہ ضروریات زندگی کی ساری آرائشوں سے مرصع تھا۔ سردارے کا موڈ بھی بحال ہوتا جا رہا تھا کیوں کہ کمرے تک آتے ہوئے ہم نے کئی حسین چہرے دیکھے تھے۔

"اچھی جگہ ہے استاد۔"

"یقیناً تمہیں تو اچھی لگی ہی ہو گی۔"

"اب کیا کیا جائے۔ ان کے بغیر گزارہ بھی تو نہیں ہے سچ استاد میرا خیال ہے آنکھوں کی بینائی قائم رکھنے کے لیے حسین چہروں کی موجودگی بہت ضروری ہوتی ہے۔ اگر دنیا میں یہ نرم نرم سی سرخ سرخ سی بیر بہوٹیاں موجود نہ ہوں تو چند سال میں چاروں طرف اندھے ہی اندھے نظر آئیں گے" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سردارے لباس وغیرہ تبدیل کر کے ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔ میں بھی بیٹھ کر سوچنے لگا تھا پھر میں نے ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں لذیذ ترین کافی کے سپ لے رہے تھے۔

"استاد۔" سردارے کافی کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"یاد تو بہت کریں گی۔"

"کون؟"

"وہی دونوں میرا مطلب ہے لیشا اور مارتیانا"

"تمہارا ذہن ابھی تک انہی کے چکر میں پھنسا ہوا ہے؟"

"آہ۔ ایک رات کی رفاقت خواب کی مانند تھی ابھی تو استاد میرے بدن سے اس کی خوشبو بھی نہیں گئی ہے ایک حسین نوخیز لڑکی میں جس کی زندگی کا پہلا مرد تھا اور میری آغوش میں مرد آشنا ہونے کے بعد ایسی حیران تھی کہ کچھ نہ پوچھو۔" سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"بس تو ٹھیک ہے یاد کرتے رہو اسے یہیں جو لڑکیاں موجود ہیں ان سے میں نمٹ لوں گا۔"

"نہیں نہیں میں تنہا تمہیں لڑکیوں کے چکر میں نہیں پھنسنے دوں گا۔ استاد میری دوستی کس دن کام آئے گی" سردارے جلدی سے بولا اور میں نے اس کی پشت پر ایک دھول جما دی۔

شام ہوئی تو ہم تیار ہو کر نیچے اتر آئے ڈائننگ ہال میں پہنچے تو آنکھیں کھل گئیں۔ انتہائی حسین ماحول تھا لیکن ایک بات ہم نے خاص طور سے محسوس کی تھی۔ ہال میں بوڑھیوں کی تعداد زیادہ تھی حسین ترین لباسوں میں ملبوس لڑکیوں کے سے میک اپ میں جوان بننے کی کوشش میں مصروف تھیں۔ ہمارے ویٹر نے ایک میز کی طرف راہنمائی کر دی ہم دونوں بیٹھ گئے۔

"باس یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کیا سویڈن کی ساری لڑکیاں بوڑھی ہو گئیں؟"

"اللہ جانے مگر نہیں دیکھو دیکھو وہ اس کونے میں" میں نے جلدی سے اشارہ کیا۔ ایک میز پر چار خوبصورت لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے ورنہ ان بوڑھیوں نے تو منہ کا مزا ہی خراب کر دیا تھا۔"

بعد میں ہمیں تفصیلات معلوم ہو گئیں بارنز اسٹاک ہوم کا سب سے مہنگا ہوٹل تھا۔ گراں قیمت ہونے کی وجہ سے یہاں صرف نوجوان لڑکیوں کے متلاشی امیر بوڑھے یا پھر غیر شادی شدہ بوڑھیاں نوجوان لوگوں کو پھانسنے کے چکر ہی میں آتی تھیں۔ ہم دلچسپ تماشے دیکھتے رہے پھر کھانے کا آرڈر دیا اور بارنز کے لذیز ترین کھانے ہمیں بے حد پسند آئے۔ اس کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور میں نے بارنز کے دوسرے حصوں کو دیکھنے کا پروگرام بنایا۔

پھر ہم اپنی پسندیدہ جگہ پہنچ گئے یہاں میزوں پر جوا ہو رہا تھا۔ خوش لباس بوڑھیاں زیادہ تر میزوں پر نظر آ رہی تھیں۔ ہم دونوں ایک رول مشین پر پہنچ گئے۔ اینٹنڈنٹ نے کرنسی لے کر سرخ ٹھپیے کے ڈھیر ہمارے سامنے رکھ دیئے اور پھر ایک دلچسپ تفریح شروع ہو گئی۔

فربہ بدن کی ایک دراز قامت بڑھیا نے آنکھوں میں چھ بوتلوں کا نشہ پیدا کر کے سردارے کی طرف دیکھا اور میں نے سردارے کو کہنی ماری سردارے چونک پڑا تھا۔

"کیا ہوا استاد؟"

"لڑکی۔" میں نے اسے آنکھ ماری۔

"کہاں؟" سردارے نے چاروں طرف دیکھا۔

"ہائے کیا نشیلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے ابے تیرے سامنے ہی تو ہے۔" میں نے کہا اور سردارے نے دراز قامت بڑھیا کی طرف دیکھا۔ سردارے سے نگاہ ملتے ہی بڑی بی بڑے دلاویز انداز میں مسکرائی تھی اور سردارے کے چہرے پر ایسے ہی آثار نظر آئے جیسے اچانک مروڑ اٹھ گیا ہو۔

"ہیلو" بڑی بی نے اپنا سفید ہیٹ سر سے اتارا جس میں سرخ پھول لگے ہوئے تھے اور سردارے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا تکلیف ہے اسے" وہ اردو میں بولا۔

"مر مٹی ہے تجھ پر"

"ارے لعنت ہے اس کمبخت پر نشے میں معلوم ہوتی ہے" سردارے بگڑے انداز میں بولا۔

"بری بات ہے سردارے، کسی لڑکی کے جذبات کی توہین نہیں کرتے۔"

"لڑکی ہے یہ خدا کی قسم یہ لڑکی ہے۔" سردارے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا اور بڑھیا دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر آگے جھک آئی یہ مشرق تو تھا نہیں جہاں بوڑھیوں کے چہروں پر تقدس اور ماتا کے نور کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ بے غیرت نسل کی بے غیرت بوڑھیاں اس کے سوا اور کیا کر سکتی تھیں جو وہ کر رہی تھی۔ کھلے گریبان سے اس کی بوڑھی چھاتیاں جھانک رہی تھیں جنہیں کسی کیمیکل کے ذریعے جوانی بخشنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ماتا کے تقدس کے بجائے شیطانیت چھائی ہوئی تھی۔

"ہیلو ڈارلنگ دیکھو یہ سب تمہارے لیے ہیں" اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے سرخ ٹھپیوں کی طرف اشارہ کیا جن کی مالیت بہت کافی تھی۔

"اوہ، نو ممی۔ تھینک یو۔" سردارے نے انکساری سے کہا اور بوڑھی کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

"وہاٹ؟" وہ پھاڑ کھانے کے انداز میں بولی۔

"اٹھاؤ باس یہ ٹھپیے یہاں سے، ورنہ میں اس بڑھیا کی شکل بگاڑ دوں گا۔" سردارے نے ٹھپیے

سمیٹتے ہوئے کہا اور بہرحال سردارے کی وجہ سے وہاں سے ہٹنا پڑا۔

"دل توڑ دیا تم نے اس بے چاری کا' کیا بگڑ جاتا اگر مسکرا کر اسے دیکھ لیتے۔"

"جی مت جلاؤ استاد' وہ کمبخت بوڑھی۔ لیکن یہاں تو چاروں طرف ایسی ہی نظر آ رہی ہیں۔"

"عیش کرو سردارے' میرا خیال ہے اگر تم چاہو تو دو چار درجن خوبصورت بوڑھیاں تمہارے پیچھے لگ جائیں گی۔"

"اپنی سوچو استاد' وہ تمہیں ہی کب چھوڑیں گی۔ بڑی خطرناک جگہ ہے" سردارے نے گہری سانس لے کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بہرحال ایک اور میز پر پہنچ کر ہم نے تاش کھیلے اور میں نے صرف تین ہاتھ دکھائے اور اتنی رقم بنالی کہ یہاں چند روز عیش و عشرت سے گزار سکیں۔ فی الحال اتنا ہی کافی تھا اس کے بعد ہمارے لیے دولت کمانا کیا مشکل تھا' چنانچہ ہم واپس آ گئے۔

"یہاں کا تو انداز ہی عجیب ہے استاد' کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا۔ ان بوڑھیوں کو کیا ہو گیا ہے؟"

"یہ بارنز کی خصوصیت ہے۔"

"تو لعنت ہے اس بار تر پر' نکلو یہاں سے۔"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ "سردارے۔"

"جی استاد۔" سردارے بیزاری سے بولا۔

"یہاں کافی دن گزر چکے ہیں' میرا خیال ہے ہمیں کام شروع کر دینا چاہیے"

"مجھے اپنی اسکیم بتاؤ استاد۔"

"میں مکلینو کو چوٹ دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"یار! پہاڑوں میں جو مال چھپایا ہے' اسے ٹھکانے بھی تو لگانا ہے۔"

"یقیناً!"

"تو کیا اس طرح سب کچھ ہو جائے گا۔"

"ظاہر ہے نہیں۔"

"اس کے لیے کیا سوچا ہے؟"

"اوہ۔ استاد سوچ کا بادشاہ ہے' اس کے سامنے میں کیا سوچوں؟" سردارے نے جواب دیا۔

"خاصا بازاری انداز ہو گیا ہے تمہارا میں تم سے مشورہ مانگ رہا ہوں اور تم میرے اوپر ٹال رہے ہو۔"

"استاد دماغ ہے اور سردارے صرف مشین' چلاؤ باس بڑے خلوص سے چلوں گا۔"

"کل سے کام شروع کر دینا ہے' سب سے پہلے ہم اپنے طور پر یہاں کا جائزہ لیں گے۔"

"طے!" سردارے نے گردن ہلائی' اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ سردارے بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

رات خاصی گزر چکی تھی جب کافی دیر تک سردارے کچھ نہ بولا تو میں نے ہی اسے مخاطب کیا۔

"سو گئے سردارے؟"

"نہیں استاد۔"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ کم ہے سوچنے کے لیے استاد' اس وقت سوچ رہا تھا کہ بعض اوقات کتنی بڑی غلطی ہو جاتی ہے۔"

"کونسی غلطی کے بارے میں سوچ رہے تھے اس وقت؟"

"اسی کا' جب تم سے وہاں سے چلنے کے لیے کہا تھا اور پھنس گیا تھا۔"

"اور ہمیں بہرحال وہاں سے آنا تھا سردارے۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے استاد' بہرحال آج کی رات"

"سو جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی میں بھی سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اور نیند آ گئی۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم نے بارنز چھوڑ دیا اور آوارہ گردی کے طویل پروگرام کے ساتھ نکل آئے' سکانن پارک کے گھاٹ سے ہم اسٹیمر میں بیٹھ گئے جو شہر کے دوسرے حصے سلاؤسن جا رہا تھا۔ سمندر کی نم آلود ہوا میں خنکی تھی۔ اسٹیمر لڑکے اور لڑکیوں سے پر تھا جو سکانن پارک سے تفریح کر کے آ رہا تھا۔ سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے اور آپس میں بوس و کنار کر رہے تھے' سردارے منہ پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اور وہ بوڑھے قدامت پسند اس ماحول میں تہذیب کے چراغ جلانے میں کوشاں ہیں" سردارے بولا۔

"ناکامی ان کا مقدر ہے" میں نے جواب دیا۔

"کیا دھرا سامنے آ چکا ہے۔"

"اسے یاد مت دلاؤ' نہ جانے کیوں اپنی اس حرکت سے میں خوش نہیں ہوں۔"

"گذری ہوئی باتوں کو یاد مت کیا کرو استاد' کیا رکھا ہے یادوں میں"

"بہرحال ان کے چراغ کو ہم نے زبردست پھونک ماری ہے۔"

"لڑکیاں بغاوت پر اتر آئی تھیں ہم پھونک نہ مارتے تو کوئی اور مار دیتا۔" سردارے بولا اور میں خاموش ہو گیا۔

اسٹیمر سے اتر کر ہم نے سلڈوسن کا پل پار کیا اور پارلیمنٹ جزیرے پر آ گئے۔ جہاں شہر کی قدیم عمارتیں مثلاً رائل پیلس ہاؤس آف بوبلز اور مرکزی کلیسا واقع ہیں۔ یہ اسٹاک ہوم کا پرانا شہر ہے جہاں اب بھی قدیم طرز کی عمارتیں' گلیاں اور بازار موجود ہیں' قدیم اور دیدہ زیب پل ایک دوسرے کو آپس میں ملاتے ہیں۔

سب سے آخر میں ہم شہر سے باہر شہزادہ یوجین کا محل دیکھنے گئے یہ محل گھنے درختوں اور سرسبز پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ سمندر کی ایک شاخ نہر کی صورت میں اسٹاک ہوم شہر میں داخل ہوتی ہے اور ہماری منزل یہی تھی۔ پہاڑیوں کے دامن میں ہمیں ہپیوں کے کیمپ نظر آ رہے تھے۔

میں نے سردارے کو اس طرف متوجہ کیا' اور سردارے اچھل پڑا' وہ ان کی بجائے میری شکل

دیکھنے لگا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"مجھے بھی شبہ ہوا تھا استاد کہ تم کوئی خاص چیز تلاش کر رہے ہو۔"

"میں نے بتایا تھا نا کہ ہم کام شروع کر رہے ہیں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے' لیکن تھوڑا بہت مجھے بھی تو پتہ چلنا چاہیے۔"

"بس مال فروخت کر کے یہاں سے نکل چلنا ہے۔"

"کہاں جائیں گے استاد؟"

"ناروے۔"

"گڈ۔۔۔ اور مال فروخت کرنے کی کیا اسکیم ہے؟"

"ان لوگوں کے درمیان اس کام میں آسانی ہو گی۔"

"خوب۔ لیکن استاد ہمیں ان کے درمیان رہنا ہو گا۔" سردارے پھر بدمعاشی پر اتر آیا' اس نے ترچھی نگاہوں سے مجھے دیکھا' مجھے ہنسی آ گئی' میں نے اس کی پشت پر ایک دھول رسید کر دی۔

"سچ استاد لڑکیوں کے بغیر کہیں دل نہیں لگتا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آج کل تم پر لڑکیاں ضرورت سے زیادہ سوار ہو گئی ہیں۔"

"یہ کہہ چکا ہوں باس' اس کائنات میں ان کے سوا اور کیا ہے' یہ نہ ہوں تو زندگی پتھروں کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔ ہم لوگ ہپیوں کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ وہی جانا پہچانا ماحول' بے رونق چہرے جو عموماً دن کی روشنی میں بجھے رہتے تھے' ہاں رات کو سارے چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔

لڑکیاں لڑکے مختلف ملکوں کے مختلف نسلوں کے سب اداس اداس سے' خاموش خاموش سے اپنے کاموں میں مشغول تھے کہیں خیمے لگے ہوئے تھے کہیں کھلی چھت کے نیچے ہی ڈیرہ ڈال لیا گیا تھا' پھولوں کے تختے اور بلند درخت بھی ان کے مسکن بنے ہوئے تھے۔ سمندر کے کنارے بہت سی چٹانیں تھیں' جن کے سائے بھی آباد تھے' بہرحال جگہ بہت خوبصورت تھی۔

ہم نے پورے کیمپ کا جائزہ لیا' سردارے بھی اس کام میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا' یہ دوسری بات ہے کہ اس کی دلچسپی صرف لڑکیوں تک محدود تھی۔ کافی دیر لگی اور ہم نے تقریباً پورے کیمپ کا جائزہ لے لیا' پھر میں واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ سردارے نے بے چینی سے مجھے دیکھا تھا۔

"اب کیا پروگرام ہے باس؟" اس نے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں۔ یہاں سے چلنے کا موڈ نہیں ہے کیا؟"

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے استاد۔۔۔"

"لڑکیوں کو دیکھ کر تم پورے گھامڑ بن جاتے ہو' کیا اس حلیے میں یہاں رہ پڑو گے؟"

"اوہ' ہاں یہ تو ممکن نہیں ہے' لیکن میں پروگرام پوچھ رہا تھا۔"

"بس ابھی وقت باقی ہے' ہم ضروری انتظامات کے بعد ہی یہاں آئیں گے۔"

"آج ہی نا؟"

"ابے ہاں۔ آج ہی' اب آگے بڑھ۔" میں نے سردارے کو دھکا دیا اور وہ ہنسنے لگا۔

ضروری انتظامات میں چند اہم چیزیں شامل تھیں' ہپیوں کا سا لباس مہیا کرنا تھا' وگ وغیرہ بھی درکار تھیں اور پھر اپنے مختصر سے سامان کا بندوبست' یہاں میں نے تھوڑی سی کفایت شعاری سے کام لیا تھا۔ یعنی اپنا سامان بارنز جیسے مہنگے ہوٹل سے اٹھا کر سلونا میں منتقل کر لیا تھا جو ایک نچلی سطح کا ہوٹل تھا۔ اس کے بعد ہم نے بازار سے خریداری کی' ہپیوں کا لباس پرانے لباسوں میں مل گیا' اس کے علاوہ وگ وغیرہ اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ پھر ایک فولڈنگ خیمہ اور خصوصی طور سے ایک انتہائی شاندار گٹار جسے دیکھ کر سردارے کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"درحقیقت استاد! یہ ایک خوبصورت ہتھیار ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یوں تو تم ہر لحاظ سے فنکار ہو' لیکن یہ ہتھیار لڑکیوں کو شکار کرنے کے لیے سب سے موثر ہوتا ہے' ویسے بھی یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ لڑکیاں موسیقی سے بہت متاثر ہوتی ہیں' اور پھر اگر شکار تم جیسا ہو۔ میں نے کہیں بھی تمہارے اس فن کو مار کھاتے نہیں دیکھا۔" سردارے نے کہا۔

"گدھے ہو تم' کیا تمہارے خیال میں میں نے یہ صرف لڑکیوں کو شکار کرنے کے لیے خریدا ہے؟"

"نہیں ان کے لیے تو تمہارے پاس دوسرے ہتھیار ہیں۔ لیکن بہرحال۔" سردارے نے کہا' اور پھر ہم نے اپنے نئے ہوٹل میں واپس آ کر میک اپ کیے اور مکمل ہپی بن گئے اور پھر لوگوں کی نگاہیں بچا کر وہاں سے نکل آئے' اب دو آوارہ گرد اپنے حال میں مست یوجین محل کی کیمپنگ کی طرف جا رہے تھے' سردارے بہت خوش تھا۔

کیمپنگ میں پہنچ کر ہم نے اپنے لیے مناسب جگہ تلاش کی اور پھر اپنا خیمہ لگا دیا' جن کے پاس خیمہ ہوتا تھا وہ یہاں خاصے صاحب حیثیت تھے اور کھلے آسمان کے نیچے رہنے والے ان سے مرعوب نظر آتے تھے' ہمارے نزدیک ہی چند آوارہ گرد موجود تھے جن میں لڑکیاں بھی تھیں اور مرد بھی سب کے سب ایک دوسرے سے بے نیاز تھے چنانچہ اس وقت کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی۔ خیمہ وغیرہ لگانے کے کام سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے کھانے پینے کی فکر کی اور اس کا انتظام کیمپ میں مشکل نہ ہوا۔ ظاہر ہے جن لوگوں کے درمیان موجود تھے انہیں کے انداز کی خوراک بھی استعمال کرنا تھی۔

رات ہو گئی تھی اور ہپی جیسے زندہ ہوتے جا رہے تھے' ان کے ہاتھوں اور پیروں میں چستی آ رہی تھی ہم دلچسپی سے سارے مناظر دیکھتے رہے' اور پھر میں نے سردارے سے کہا۔

"سردارے! اس وقت ایک چیز کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔"

"کیا استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"نشہ اتارنے والی گولیاں ان لوگوں کے ساتھ رہ کر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا ایسی صورت میں مشکل پیش آ سکتی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے' پھر استاد؟"

"میں تو سنبھال لوں گا' لیکن تم حواس میں رہنا۔"

"کیا مطلب' میں نہیں سمجھا۔"

"مقصد یہ کہ اگر کوئی خوبصورت سی لڑکی تمہیں ساری رات چرس پلاتی رہے تو شاید تم انکار نہیں

کرو گے اور اس کے بعد جو نتیجہ ہو گا وہ ظاہر ہے۔"

"ارے نہیں استاد اگر میں ساری رات کسی خوبصورت لڑکی کو چرس پلاؤں تو وہ دوسری بات ہے ورنہ تم سردارے کو اتنا کمزور بھی نہ سمجھو۔"

"کہنے کا مقصد یہی ہے کہ خیال رکھنا۔"

"تم بے فکر رہو استاد!" سردارے نے اعتماد سے کہا اور میں نے گردن ہلا دی اور پھر ہم باہر کا جائزہ لینے نکل آئے۔ اس جگہ کی تلاش شروع کر دی جہاں چرس مل سکتی تھی' اور ایک اڈہ پتہ چل گیا۔ ایک بڑے سے خیمے میں ہر چیز کا انتظام تھا جہاں ہپیوں کا بڑا ہجوم تھا اور لوگ اپنی پسند کی چیزیں خرید رہے تھے رش کی وجہ سے ہمیں پیچھے ہی رہنا پڑا اور ہم اپنی باری آنے کا انتظار کرنے لگے۔

"ہیلو۔" اچانک ہمیں اپنے عقب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی اور مجھ سے پہلے سردارے نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ لڑکی طویل القامت تھی چست سیاہ پتلون اور سفید شرٹ میں بے حد اسمارٹ نظر آ رہی تھی۔ سردارے نے ہیٹ اتار کر سر جھکایا اور لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس ہنگامے میں کیوں کھڑے ہو؟" اس نے بے تکلفی سے کہا۔

"ضرورت تو پوری کرنا ہی ہوتی ہے مادام۔"

"ضروری ہے کہ یہیں لائن لگاؤ۔"

"اوہ تو کوئی اور جگہ بھی ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ۔" لڑکی نے کہا۔

"آؤ بھئی!" میں نے سردارے سے کہا اور سردارے مجھ سے پہلے اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار تھا۔ ہم دونوں لڑکی کے ساتھ چل پڑے۔

"گولڈ مین' کا نام سنا ہے کبھی؟"

"گولڈ مین۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا اور پھر نفی میں گردن ہلا دیا۔

"اس کی بھی وجہ ہے' ہمارا ایک ٹھکانہ نہیں ہے۔ ورنہ جہاں گولڈ مین ہو' وہاں دوسرے اڈ نہیں چلتے۔" لڑکی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتی ہوئی بولی۔

"اوہ۔ ہمارے لیے یہ نام نیا ہے۔"

اس کی وجہ بتا چکی ہوں یوں بھی ہم ہنگاموں کے قائل نہیں ہیں۔ جہاں جگہ بنانی ہو وہاں ہنگ ضروری ہوتے ہیں تاکہ دوسرے راستے سے ہٹ جائیں۔ تھوڑے سے دنوں کے لیے بس اتنا ہی کافی کسی کی نگاہ ٹیڑھی نہ ہو سکے۔"

"بالکل ٹھیک بات ہے۔"

"ایک بار تم گولڈ مین کے اڈے سے مال خریدو گے پھر کہیں اور کا رخ نہیں کرو گے لیکن ا ایک شرط بھی ہوتی ہے۔"

"کیا؟"

"مال کم از کم اتنا خریدا جائے کہ تمہارے قلاش ہونے کا احساس نہ ہو کیا تمہارے پاس کافی ہے؟"

"ہاں مناسب۔"

"تب تم وہاں جا کر خوش ہو گے گولڈ مین سونا بھی فروخت کرتا ہے۔"

"کہاں ہے اس کا اڈہ؟"

"بس تھوڑی دور۔ وہ سمندر کے کنارے تم خیموں کا شہر دیکھ رہے ہو۔" اس نے دور اشارہ کیا۔ جہاں چٹانوں کی ایک لمبی دیوار نظر آ رہی تھی۔ "یہ سب گولڈ مین ہی کا علاقہ ہے۔"

"کیا تم یہاں سرعام کاروبار کرتے ہو۔"

"نہیں' تمہیں یہ بات راز میں رکھنا ہو گی۔"

"اوہ۔ اس کی فکر مت کرو" میں نے یہ بات صرف اس لیے پوچھی کہ تم نے مجھے مخصوص انداز میں اس طرف متوجہ کیا تھا"

"ہاں میں بتا چکی ہوں کہ ہم جھگڑے پالنے کے عادی نہیں ہیں بس ہمارے ایجنٹ مخصوص گاہک تلاش کر لیتے ہیں اور انہیں سے کاروبار کر لیتے ہیں۔ اس طرح بھی ہمارے سینکڑوں گاہک یہاں موجود ہیں۔"

"گڈ۔ ویسے تم نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا۔"

"نام بتانا ضروری ہے کیا؟"

"حرج بھی کیا ہے؟" سردارے جلدی سے بول پڑا۔

"فلورا ہے میرا نام' اب تم دونوں بھی اپنے نام بتا دو۔"

"جیک۔" میں نے سردارے کی طرف اشارہ کیا۔ "میگوٹن" ہم نے اپنے نام بدل ڈالے۔

"چلو ٹھیک ہے۔" لڑکی نے جواب دیا' اور مسکراتی ہوئی آگے بڑھتی رہی میرے ذہن میں ایک خیال آ رہا تھا۔ اور چٹانی دیوار تک پہنچتے پہنچتے میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ جبکہ سردارے عقب سے لڑکی کی خوبصورت چال دیکھ رہا تھا۔ تب ہم کیمپوں کے شہر میں پہنچ گئے۔ درحقیقت خیمے اس طرح نصب کئے گئے تھے کہ اندر کے حالات اندر ہی رہیں۔ فلورا ہمیں اندر لے گئی' وہاں بھی خیموں کے درمیان بے شمار آوارہ گرد نظر آئے جو چرس وغیرہ پی رہے تھے' انجکشن لگائے جا رہے تھے غرض ہر چیز موجود تھی ہلکی موسیقی سے بھی گاہکوں کی تواضع کی جا رہی تھی۔

"سردارے!" میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"استاد!"

"تمہارے پاس بھی کافی کرنسی ہے؟"

"ہاں استاد۔"

"جیبوں میں جو کچھ ہے یہاں خرچ کر دینا ہے۔"

"اوہ' جو حکم استاد' لیکن اس کی وجہ۔۔۔؟"

"میرے ذہن میں ایک عمدہ ترکیب آئی ہے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا

☆ ☆ ☆

فلورا کے بارے میں ہم اندازہ لگا چکے تھے کہ وہ گولڈ مین کی سیلز ایجنٹ ہے۔ گولڈ مین بذات خود کیا ہے' اس کے بارے میں ابھی ہمیں کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ بہرحال خیموں کا یہ شہر اور یہاں کی رنگ رلیاں دیکھ کر تھوڑا بہت اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہے کوئی مناسب چیز اور میرے ذہن میں جو خیال آیا تھا' اس کے لیے بہرحال یہ شخص کام آ سکتا تھا۔

فلورا نے ہمیں ایک خیمے میں ٹھہرایا اور پھر خود چند لمحات کے لیے معذرت کر کے چلی گئی۔

"بڑے باقاعدہ انتظامات ہیں استاد" سردارے نے کشادہ خیمہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور استاد' لونڈیا کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"عمدہ ہے" میں نے جواب دیا۔

"اور بظاہر قابل حصول بھی" سردارے مسکرا کر بولا۔

"یورپ کے کسی ملک میں تم کسی بھی لڑکی کو ناقابل حصول مت سمجھا کرو" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے استاد۔ مگر وہ گئی کہاں؟"

"پتہ چل جائے گا" میں نے اپنے گٹار کے تاروں کو سیٹ کرتے ہوئے کہا اور اسی وقت لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ اس کے پیچھے ایک اور شخص تھا' پتلون' قمیص اور ٹائی میں ملبوس۔

"تم اسے آرڈر دے دو میگوئن۔ ضرورت کا سارا سامان تمہارے پاس پہنچ جائے گا" اور جواب میں' میں نے اپنی جیب میں جتنی کرنسی تھی' نکال کر لڑکی کے سامنے ڈھیر کر دی اور اس کے بعد سردارے کو اشارہ کیا۔ لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں۔ اس نے کرنسی کو دیکھتے ہوئے پلکیں جھپکائیں اور بولی "اوہ' تم تو اچھے خاصے باحیثیت آدمی ہو میگوئین" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان سب پیسوں کی چرس منگوا دو"۔

"صرف چرس؟" وہ پھر حیران ہو گئی۔

"ہاں!"

"مگر اتنی چرس کا کیا کرو گے؟"

"مس فلورا۔ میگوئن تنہا نہیں پیتا۔ میں ایک فنکار ہوں اور جب گٹار کے تار نغمے بکھیرتے ہیں تو میں نہیں چاہتا کہ نغموں میں گم افراد زندگی کے بارے میں سوچیں۔ میں نے ساری کائنات ان سروں میں سمو لی ہے۔ تم ہمیں چرس منگوا دو اور بس۔ دوسری کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے"۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن ہمارے ہاں اور بھی بہت سی ورائٹیز ہیں۔ پیتھیڈرین' سموئین' ہیروئن اور مارفیا کے انجکشن وغیرہ۔ بالکل خالص افیون بھی مل سکتی ہی اور کھٹمنڈو کا گانجا بھی"۔

"فی الحال ہمیں صرف چرس درکار ہے" میں نے جواب دیا۔

"او کے۔ تم نے فرمائش نوٹ کر لی؟" فلورا نے اپنے ساتھ آنے والے سے پوچھا۔

"یس میڈم!" اس شخص نے جواب دیا۔

"یہ کتنی رقم ہے؟" فلورا نے پوچھا۔

"فضول باتوں پر مجھے غصہ بھی آ جاتا ہے" میں نے بیزاری سے کہا اور فلورا گہری نگاہوں سے میری صورت دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سامنے رکھی نوٹوں کی گڈیاں اٹھائیں اور ان کے نمبروں سے انہیں گننے لگی۔ پھر اس نے نوٹوں کی تعداد اپنے ساتھی کو بتائی اور اس کے ساتھی نے وہ رقم نوٹ کر لی اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ فلورا البتہ ہمارے پاس ہی رہ گئی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سی میری شکل دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے سردارے کی طرف دیکھا۔

"مسٹر جیک۔ کیا آپ بھی موسیقار ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں طبلہ بجا سکتا ہوں" سردارے نے برجستہ جواب دیا۔

"تابلہ ــــــــ یہ کیا ہوتا ہے؟" فلورا نے تعجب سے پوچھا۔

"افسوس تو یہی ہے۔ یورپ کے لوگ طبلے سے ناواقف ہیں۔ انہوں نے اس کی شکل بگاڑ کر نہ جانے کیا بنا دیا ہے۔ چنانچہ میں نے طبلہ بجانا ہی چھوڑ دیا"۔

"اوہ!" فلورا خواہ مخواہ سر ہلانے لگی۔ پھر اس نے کہا "مسٹر میگوئن کیا آپ میرے ساتھ باہر چلنا پسند کریں گے؟" مجھے معاف کیجئے مسٹر جیک اگر آپ برا نہ مانیں"۔

"کوئی حرج نہیں ہے' کوئی حرج نہیں ہے" سردارے نے جلدی سے کہا اور پھر اردو میں بولا "جاؤ استاد جاؤ۔ ہم کوئی جلنے والوں میں سے ہیں۔ ہاں بس قسمت میں کچھ گڑبڑ رہ گئی ہے' جسے کوئی ٹھیک نہیں کر سکتا۔ مجبوری ہے"۔

"شکریہ سردارے! بے شک تم ایک فراخ دل انسان ہو" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں فلورا کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"کیا خیال ہے مسٹر میگوئن۔ کیا ہم کسی ریستوران میں بیٹھیں؟" فلورا نے پوچھا۔

"جیسی آپ کی مرضی مس فلورا۔ آپ تو دیکھ ہی چکی ہیں کہ میں قلاش ہو گیا ہوں۔ یوں بھی اس وقت جھیل کا کنارہ ہی زیادہ بہتر ہو گا" میں نے جواب دیا۔

"اوہ قلاش ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا میں آپ کی دوست نہیں ہوں؟ اور سچی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جتنی خریداری کی ہے اس سے میرا کمیشن بھی کافی بن گیا ہے۔ اگر اس میں سے کچھ خرچ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے"۔

"اوہ تب ٹھیک ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم دونوں جھیل کے کنارے ایک ریستوران میں جا بیٹھے۔ فلورا نے ایک مشروب کا آرڈر دے دیا تھا۔ مشروب کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا۔

"ایک بات بتائیں گے مسٹر میگوئن؟"

"ضرور ہی ــــــــ!"

"آپ نے اتنی چرس کیوں خرید لی ہے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں رہا؟"

"تمہاری وجہ سے"۔

"میں نہیں سمجھی" وہ تعجب سے بولی۔

"تم نے کہا تھا کہ ہمیں بڑی خریداری کرنی ہو گی"۔

"اوہ۔ لیکن اتنی بڑی بھی نہیں کہ تم تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تکلیف ــــــــ" میں نے گہری سانس لے کر کہا "کیا یہاں جوا خانے موجود ہیں؟"

"جوا خانے؟"

"ہاں!"

"بہت ہیں' کیوں؟"

"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ تم نے کہا تھا نا کہ میں قلاش ہو گیا ہوں"

"ہاں۔ پھر؟"

"بس مس فلورا۔ میں انہیں اپنا بینک سمجھتا ہوں"۔

"اوہ' شارپنگ کر لیتے ہو؟"

"نہیں۔ بس ضرورت پوری کر لیتا ہوں"۔

"تب تو میرے پارٹنر بن جاؤ"۔

"پکا۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہاں بہت سے کلب ہیں جہاں جوئے کے شوقین آتے ہیں اور خاصا اونچا کھیل ہو جاتا ہے اور اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ بعض اوقات خاصے اونچے کھلاڑی آ جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ تم کس پیمانے پر کام کرتے ہو"۔

"بس کام چلا لیتا ہوں۔ دیکھیں گے کیا کر سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے پارٹنر۔ میں تمہارے ساتھ پارٹنر شپ کرنے کے لیے بخوشی تیار ہوں۔ بہرحال تم ایک عجیب انسان ہو۔ بڑی لاابالی فطرت کے مالک اور میرا اندازہ ہے کہ تم ان آوارہ گردوں سے مختلف ہو"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور پھر ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ مشروب کابل ادا کر دیا گیا تھا۔ یہاں کوئی خاص رونق نہیں تھی۔ عام طور پر کیمپنگ میں رہنے والے یا تو آوارہ گرد تھے یا پھر غریب قسم کے سیاح جو بہرحال مہنگے ریستورانوں میں وقت نہیں گزار سکتے تھے۔ چنانچہ بہت تھوڑے سے لوگ یہاں موجود تھے۔ البتہ ماحول بے حد پرسکون تھا اور یہاں بیٹھنا برا نہیں لگ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فلورا نے کہا "کیا خیال ہے مسٹر میگوئن اب یہاں سے اٹھا جائے؟"

"ہاں ضرور" میں نے آمادگی ظاہر کی اور ہم دونوں ریستوران سے اٹھ گئے اور جھیل کے کنارے چہل قدمی کرنے لگے۔ پھر فلورا نے کہا:

"آپ کا اپنا خیمہ بھی تو موجود ہے"۔

"ہاں۔ کیوں؟"

"دراصل آپ نے اتنا بڑا آرڈر دیا ہے کہ اس کے بعد ہم لوگ آپ کی خدمت کرنے پر پابند ہو گئے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہمارے کیمپ میں وقت گزار سکتے ہیں۔ وہاں آپ کو ہر قسم کی سہولت ملے گی"۔

"مثلاً؟" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"مثلاً؟ مثلاً جو آپ پسند کریں" فلورا کسی قدرے جھینپے ہوئے انداز میں بولی۔

"اور اگر آپ کو پسند کروں تو؟" میں نے اسی انداز سے پوچھا۔

"تو میں حاضر ہوں"۔

"اوہ تھینک یو مس فلورا۔ اگر یہ درست ہے تب تو میں وہاں روزانہ اتنی ہی خریداری کر سکتا ہوں"۔

"اوہ سلی بوائے" فلورا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر تک ہم خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر فلورا نے کہا:

"تمہارا آرڈر سرو ہو گیا ہو گا میگوئن۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"گٹار سے دلچسپی ہے تمہیں؟"

"بہت زیادہ۔ سناؤ گے؟"

"یقیناً"

"بس تو پھر کہیں چلتے ہیں" فلورا نے کہا اور ہم دونوں اپنے خیمے پر پہنچ گئے۔ میں نے خیمے کے اندر جھانک کر دیکھا۔ سردارے اپنے سامنے کچھ پیکٹ پھیلائے بیزار سی شکل بنائے بیٹھا تھا۔

"ہیلو جیک!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"جیک کی ایسی تیسی۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم تو عیش کرتے پھرو اور میں یہاں چرس کا ٹھیکیدار بنا بیٹھا رہوں۔ جسے وہ الو کا پٹھا ڈھیر کر گیا ہے" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"اوہ میری جان بہت بڑے تاجر معلوم ہو رہے ہو" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی نہ جلاؤ استاد' بس کہے دے رہا ہوں"۔

"بیزار کیوں ہو میری جان۔ تمہارے لیے بہت چانسز ہیں یہاں۔ اب تم ایک بڑے مخیر انسان کی طرح ان غریب ہپیوں میں چرس بانٹو گے اور یہ سب تمہارے گرویدہ ہو جائیں گے۔ ہپی نے ہپ لڑکیاں دھڑا دھڑ تم پر مریں گی اور تم اسٹور کر لینا۔

"تم اپنی سناؤ استاد۔ تمہاری لونڈیا کس پوزیشن میں ہے؟"

"پھنس گئی سالی جائے گی کہاں؟"

"ویری گڈ۔ چلو کچھ کام تو بنا۔ کچھ تو بوجھ ہلکا ہوا۔ اب میرے لیے بھی دعا کرو"۔

"خود بخود ہو جائے گی۔ تم دیکھتے رہو بس" میں نے کہا اور چرس کے پیکٹوں کا وزن کرنے لگا۔

"کیا کہہ رہا ہے تمہارا ساتھی؟" فلورا نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "اور تم کون سی زبان بول رہے ہو؟"

"اوہ۔ وہ ترکی زبان بولنے لگتا ہے۔ ہم لوگ علوی ہیں" میں نے کہا۔

"کیا کہہ رہا ہے؟"

"بس پوچھ رہا ہے کہ مس فلورا کس قسم کی خاتون ہیں؟"

"اور' تم نے کیا جواب دیا؟" فلورا دلچسپی سے بولی۔

"یہی کہ نہایت عمدہ' نہایت خوش اخلاق۔ اس پر وہ کہہ رہا ہے کہ کاش مس فلورا جیسی کسی لڑکی سے اس کی بھی دوستی ہو جاتی"۔

"اوہ یہ کون سی مشکل بات ہے۔ یہاں اس کیمپ میں بے شمار ایسی لڑکیاں مل جائیں گی جو تمہارے بننے کے لیے دل سے تیار ہو جائیں گی" فلورا نے جواب دیا۔

"لیکن فلورا کیا تم دعوے سے کہہ سکتی ہو کہ ان میں تم جیسی بھی کوئی ہوگی؟"

"میں دنیا سے مختلف تو نہیں ہوں" فلورا نے اتراتے ہوئے کہا۔

"اوہ اس سلسلے میں فیصلہ کرنا تمہارا کام تو نہیں" میں نے کہا اور فلورا مسکرانے لگی۔

"سب سن رہا ہوں استاد یہ گر ہیں تمہارے" سردارے آہستہ سے بولا۔

"اچھا اب تیار ہو جاؤ" میں نے کہا۔

"رات خاصی ہو گئی تھی۔ اور آوارہ گردوں کے لیے دن۔ چنانچہ میں نے اپنا گٹار سنبھالا اور فلورا کے ساتھ باہر آ گیا۔ سردارے بھی ہمارے ساتھ تھا۔ وہ میرے ڈرامے کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے ہپیوں کا ایک زوردار نعرہ لگایا اور میں نے گٹار کے تار چھو لیے۔ سردارے نے چرس کا ایک پیکٹ کھول لیا اور اسے اسموکنگ پائپ میں بھر کر شعلہ دکھا دیا۔ چرس کی بو چاروں طرف پھیل گئی اور یہ بو اتنی دلکش تھی کہ ہپی چاروں طرف سے سمٹ کر اس طرف پہنچنے لگے۔

"ابے او سورما! اتنے گہرے کش نہ لگا۔ کہیں الٹا نہ ہو جائے" میں نے سردارے سے کہا۔

"اگر تم نے اس سے میری سفارش نہ کی ہوتی استاد تو سوچا تو یہی تھا کہ ساری چرس خود ہی پی جاؤں گا اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا' اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی"۔

"اچھا فضول باتوں سے گریز کرو" میں نے کہا۔ آوارہ گردوں کا خاصا مجمع ہو گیا تھا اور وہ سب بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے تھے۔

"او موسیقار نغمے بکھیرنے والے تیرے ہاتھ میں آسمان ہے جہاں سے سر برستے ہیں۔ مست کر دے ہم سب کو' دیوانہ کر دے۔ ہم سب کو کہ ہم جوش کی دنیا سے اکتا چکے ہیں۔

اور میں نے ان کی خواہش کی تکمیل کی۔ میرے گٹار سے جو نغمہ پھوٹا وہ دلوں میں امنگیں بھرنے والا تھا۔ اعضاء میں ہیجان پیدا کرنے والا تھا۔ دیوانے رقص کرنے لگے۔ فلورا کی آنکھوں میں بھی دلچسپی کے آثار تھے۔ وہ پسندیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور نغمے پھوٹ رہے تھے۔ شاید ان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ تب سردار نے چرس کے پیکٹ کھولے اور چرس انہیں تقسیم کر دی۔

مردہ جسموں میں زندگی دوڑ گئی اور ذرا سی دیر میں ہم ہیرومین بن گئے تھے۔ میں نغمے لٹا رہا تھا اور سردارے چرس۔ بس پھر کیا تھا' چاروں طرف ہمارا ہی نام گونجنے لگا۔ فلورا اب ہم سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی۔

آہستہ آہستہ ساری چرس ختم ہو گئی تھی۔ رات بھی کافی بیت گئی تھی ——— سردارے اب میرے قریب موجود نہ تھا۔ البتہ فلورا تھی جو شاید جانے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔

اور جب بدمست اوندھے سیدھے گرنے لگے تو میں نے گٹار بند کر دیا اور فلورا نے بڑی عقیدت سے گٹار میرے ہاتھوں سے لے لیا۔

تم تو موسیقی کے شہنشاہ ہو میگوئن"

"میرے نغمے پسند آئے تمہیں؟"

"بہت زیادہ۔ تم صرف پسند آنے کی بات کر رہے ہو۔ میں تو کہتی ہوں تمہارے جیسے فنکار کبھی کبھار ہی نظر آتے ہیں۔ میں تمہیں اتنا بڑا فنکار نہیں سمجھتی تھی"۔

"تمہارا شکریہ فلورا" میں نے کہا۔

"ارے یہ مسٹر جیک کہاں گئے؟"

"اس کے بارے میں اب کچھ نہیں کہا جا سکتا"۔

"کیوں؟"

"بس اس نے چرس تقسیم کی ہے اور اب اس کی وصول یابی کی کوششوں میں سرگرداں ہو گیا ہوگا"۔

"اور اسے ناکامی بھی نہ ہوگی۔ تم نے جس فراخ دلی سے چرس لٹائی ہے اس سے ان لوگوں نے سوچا ہوگا کہ تم بہت دولت مند ہو اور اب تو وہی ہوگا جو تم چاہو گے۔

"ٹھیک ہے اور اس کے لیے چاہیے بھی کیا۔ آؤ" میں نے فلورا کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اسے اپنے کمرے میں لے گیا۔ مجھے یقین تھا کہ سردارے اب یہاں واپس نہیں آئے گا۔ چنانچہ رات' خیمہ' تنہائی اور فلورا جس کے بدن پر کسی ہوئی چست پتلون اس کے بدن کی دلکشی کا اعلان کرتی ہوئی اور پھر اس کی آمادگی بدن میں انگڑائیاں توڑنے کے لیے کافی تھی۔ تاریک خیمے میں فلورا کے مرمریں سینے کی چمک سے روشنی ہو گئی۔ پھر اس کی سیاہ پتلون نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس کے بعد ذہن پر قابو پانا کسی کے بس میں نہ تھا۔ میں نے اس کے بدن کے چمکتے ہوئے جگنوؤں کو خود میں جذب کر لیا اور زندگی کی ایک اور حسین رات میری سوانح عمری میں تحریر ہو گئی۔

میرا خیال درست تھا۔ سردارے ساری رات واپس نہیں آیا۔ نہ جانے اس نے یہ رات کہاں گزاری۔

فلورا بے حد خوش تھی۔ ایسا باکمال انسان اسے کہاں مل سکتا تھا۔ جس نے خریداری کی تو اتنی کہ اس کا کمیشن ہی اتنا بن گیا جتنا وہ پورے ہفتے میں نہیں کما سکتی تھی اور پھر موسیقار' تو ایسا کہ جس کا ثانی ہی نہ ہو۔ ہاں ابھی میرا ایک کمال تو اس سے پوشیدہ تھا۔ ورنہ وہ اس کے بعد تو سب کچھ چھوڑ کر میرے پیچھے ہی لگ جاتی۔ قصور کسی کا بھی نہیں تھا۔ میں نے اس معاشرے کو سمجھا تھا۔ اس میں رہنے والے انسانوں کے ذہن پڑھے تھے اور انہی کی سوچ کے مطابق خود کو ڈھال لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جسے میں قریب لانا چاہتا تھا' وہ دور نہیں رہتا تھا۔ بلکہ میرے دائمی قرب کی آرزو کرنے لگا تھا۔ چنانچہ ایک فلورا پر ہی کیا موقوف تھا' بہت سوں کی یہ حالت تھی۔

"اب مجھے اجازت دو گے میگوئن؟" فلورا نے کہا۔

"او کے فلورا۔ اب کب ملاقات ہوگی؟"

"زیادہ دیر تک تم سے دور نہیں رہ سکوں گی۔ بہت جلد واپس آ جاؤں گی۔ ہمیں جوا خانے میں بھی تو چلنا ہے"۔

"یقیناً" میں نے مسکرا کر کہا اور فلورا مجھے الوداعی بوسہ دے کر چلی گئی لیکن خیمے کے باہر جاتے ہی وہ دوبارہ واپس پلٹی۔

"اگر مجھے یاد نہ آ جاتا تو میں خود کو کبھی معاف نہ کرتی"۔

"کیا فلورا؟"

"تم نے کل ساری رقم خرچ کر دی ہے۔ آج دن میں کیا خرچ کرو گے؟"

"ہمارا خرچ ہی کیا ہے فلورا؟"

"پھر بھی کھانے پینے کا کیا کرو گے؟"

"اوہ تم اس کی فکر نہ کرو۔ کوئی نہ کوئی بندوبست ہو ہی جائے گا"

"کیا بندوبست ہو جائے گا۔ یہ رکھ لو" اس نے چند نوٹ میری طرف بڑھائے۔

"اوہ فلورا ڈیئر! اس کا تکلف مت کرو"۔

"بیگوئن پلیز ـــــ ایک رات ساتھ گزار کر کیا ہم دوست نہیں بن گئے؟"

"یقیناً بن گئے ہیں"۔

"تب پھر انہیں رکھ لو۔ قرض سمجھ لو۔ واپس کر دینا" اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی پیشکش قبول کر لی۔ فلورا شکریہ ادا کر کے واپس چلی گئی تھی۔

اسے گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سردارے واپس آ گیا۔ حسب معمول خوش نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی صورت دیکھ کر غصے سے منہ بنایا تھا اور سردارے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چھت کی طرف دیکھا۔

"کچھ گڑبڑ ہو گئی استاد" اس نے خوشامدانہ انداز میں پوچھا۔

"بہت خود سر ہو گئے ہو۔ اب تو بتا کر جانے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کرتے" میں نے کہا۔

"اوہ، یہ بات نہیں ہے استاد۔ دراصل خاتون فلورا کی نگاہوں میں، میں نے ایسے ہی آثار دیکھے تھے کہ اس کے بعد میں نے خیمے میں واپس آنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے سوچا اب کچھ کہنے کی زحمت کیوں دوں؟"

"بہت چرب زبان ہو گئے ہو۔ تمہاری کیا رہی؟"

"میں تو اس علاقے میں بہت اہم انسان بن گیا ہوں۔ اکیس لڑکیوں نے مجھے آج دوپہر کھانے پر مدعو کیا ہے۔ آٹھ لڑکیوں نے رات گزارنے کی دعوت دی ہے۔ بہرحال ان میں، میں نے نمبر تقسیم کر دیے ہیں۔ اب دیکھو نا، احساس تو سب کا کرنا ہے، لڑکیوں کے دل ویسے بھی نرم و نازک ہوتے ہیں۔ مردوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے لیکن ان کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ بے رخی برداشت کر لیتے ہیں" سردارے کی بکواس شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ آگے بڑھ کر مجھے اس کا گریبان پکڑنا پڑا۔

"ہاں ہاں۔ قمیص کیوں اتار رہے ہو استاد۔ میں لایا ہوں؟"

"کیا لائے ہو؟" میں نے اسے گھورا۔

"تم تو شہنشاہ بن گئے تھے استاد۔ ساری رقم خرچ کر کے اس لونڈیا کا التفات خرید لیا۔ لیکن مجھے بھوک لگتی ہے تو صرف پیٹ یاد رہ جاتا ہے۔ اس لیے میں نے کچھ رقم لوگوں سے ادھار مانگ لی ہے۔ بڑے مخلص لوگ ہیں، یہ فوراً "چندہ کر لیا"۔

"لعنت ہے تم پر۔ اب تم چندے کی روٹی کھاؤ گے" میں نے کہا۔

"روٹی ہی کھاؤں گا استاد کفن تو نہیں پہنوں گا۔ روٹی کے لیے چندہ نہ کرتا تو پھر کفن کے لیے کرنا پڑتا۔ روٹی روٹی ہے۔ چندے سے ملے یا شہنشاہ بن کر۔ ویسے تمہیں کیا سوجھی تھی؟"

"کیا مطلب؟"

"لونڈیا اتنی پسند آ گئی تھی؟"

"جس کے لیے میں نے ساری رقم خرچ کر دی؟ کیوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"پھر؟"

"دماغ خراب ہے تمہارا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتے؟"

"اس سلسلہ میں واقعی کچھ نہیں سوچ سکا استاد۔ اور نہ کچھ سوچ سکوں گا۔ خدا کے لیے بتا دو"۔

"چلو چھوڑو خود بخود معلوم ہو جائے گا!"

"یہ برداشت نہیں کر سکوں گا استاد خدا کے لیے بتا دو"۔

"سردارے جاؤ۔ ناشتے کا بندوبست کرو۔ پھر گفتگو کریں گے اور ہاں یہ پیسے لو۔ چندے کی روٹی ابھی ہمارا معدہ ہضم نہیں کر سکے گا!" میں نے فلورا کے دیے ہوئے نوٹ اس کی طرف بڑھا دیے۔

"اوہ استاد۔ اس کا مقصد ہے تم مجھ سے زیادہ ذہین نکلے۔ میں تو رات کو سچ مچ قلاش ہو گیا تھا۔ وہ تو صبح کو ہوش آیا اور میں نے یہ بندوبست کیا۔ ورنہ میرا خیال تھا بغیر ناشتے کے گزارا کرنا پڑے گا"۔

"میں نے بھی قرض لیے ہیں یار۔ جا ناشتہ لے آ" میں نے اسے خیمے سے باہر دھکیلتے ہوئے کہا اور سردارے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے۔

"اب تو بتا دو استاد۔ چکر کیا ہے" سردارے نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"گولڈ مین" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا یہ نام دلچسپ نہیں ہے؟"

"اچھا خاصا لیکن ہمارے کس کام آ سکتا ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"مال کھپت اس کے ذریعہ نہیں ہو سکتی؟ ظاہر ہے ہم سویڈن میں اجنبی ہیں۔ ہمیں یہاں مال کی کھپت کے ٹھکانے نہیں معلوم۔ لیکن اگر گولڈ مین ہاتھ آ جائے تو اس کام میں آسانی ہو سکتی ہے"۔

"اوہ۔ ونڈر فل لیکن بظاہر تو اس کی اپنی حیثیت اتنی بڑی نہیں معلوم ہوتی"۔

"واقعی عمدہ خیال ہے استاد۔ اور یہ تو اب میں کہتے کہتے بھی تھک گیا ہوں کہ جو سوچتے ہو خوب سوچتے ہو۔ لیکن رات کو ساری کرنسی خرچ کر دینے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی"۔

"گولڈ مین کو متوجہ کرنے کا کوئی اچھا سا طریقہ بتاؤ" میں نے کہا۔

"اچھا سا طریقہ، اچھا سا طریقہ" سردارے سر کھجانے لگا۔ پھر بولا "لیکن یہ طریقہ سمجھ میں نہیں آتا"

"آج پھر اتنا ہی مال خریدا جائے گا" میں نے جواب دیا۔

"ارے کیا مطلب لیکن کہاں سے؟"

"کرنسی کی بات کر رہے ہو؟"

"ظاہر ہے استاد۔ میں نے ناشتے کے لیے چندہ مانگا ہے اور تم نے بھی قرض لیا ہے جس سے ہم دو چار دن کی خوراک حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کرنسی کہاں سے آئے گی؟"

"یہاں جوا خانے بھی ہیں"۔

"اوہ۔ ونڈر فل۔ یہ بات تو میں بھول ہی گیا تھا۔ سردارا اچھل پڑا اور پھر جلدی سے بولا "لیکن استاد جوا کھیلنے کے لیے بھی تو پہلے رقم کی ضرورت پڑے گی"۔

فلورا اب اتنی حسین بھی نہیں ہے کہ میں اس کے لیے سب کچھ ہارنے پر آمادہ ہو جاتا۔ میں نے اسے اس لیے گھاس ڈالی ہے کہ وہ مقامی ہے اور بہت سے مسئلوں میں کام آ سکتی ہے" میں نے جواب دیا اور سردارے قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بات یہ ہے استاد کہ یہ جو تمہارا سردارے ہے یا' پیدائشی گدھا ہے۔ بار بار بھول جاتا ہے کہ اس کے ساتھ راجہ نواز اصغر ہے جو سر سے پاؤں تک دماغ ہی دماغ ہے۔ ایک مضبوط دماغ جو اتنی تیزی سے تانے بانے بنتا ہے کہ عقل ہی میں نہیں آتا۔ خاص طور سے سردارے کی عقل میں"۔

میں نے سردارے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں آئندہ کے پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ سویڈن دیکھ لیا تھا اب یہاں رکنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ اتفاق تھا کہ ابھی تک انٹرپول سے نجات بھی ملی ہوئی تھی۔ اور مکلینو بھی ہمارے راستے پر نہیں آ رہا تھا۔ گویا اسے کامیاب ڈاج ملا تھا لیکن اب یہاں سے کام کر کے خاموشی سے نکل چلنا تھا اور یہی سب سے بڑی بات تھی۔ کام جس قدر جلد ہو جائے' ٹھیک ہے!

بہرحال اس وقت میں نے جو کچھ کیا تھا' اس سے مطمئن تھا۔ کسی کو ساتھی بنائے بغیر یہاں کام ہونا مشکل تھا اور اس کے لیے بہرحال گولڈ مین کا انتخاب مناسب تھا۔

رات کو ہم نے جو کارنامے انجام دیے تھے' ان کی وجہ سے ہم یہاں اجنبی نہیں رہ گئے تھے۔ سردارے اور میں باہر نکلے تو بہت سے عقیدت مندوں نے گھیر لیا۔ ان میں کچھ تو میری گٹار نوازی کے معتقد تھے اور کچھ سردارے کی فیاضی کے ان کے خیال میں ہم انوکھے لوگ تھے۔ یہ سب ہم سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔

بے باک سی لڑکیاں ہمارے بوسے بھی لے رہی تھیں۔ ان میں بہت سی ہمارے قریب بھی آنا چاہتی تھیں۔ ان لوگوں کو اس کے اظہار میں کوئی مشکل درپیش نہیں تھی۔ چنانچہ ان میں سے کئی نے کہا:

"ہائے مسٹر میگوئن دل چاہتا ہے' تمہارے گٹار کا کوئی سر بن جاؤں"۔

"مسٹر میگوئن کیا تم مجھے اپنی خلوت دو گے"

"کیا تم آسمان کے باسی ہو"۔

"کہاں سے آئے ہو میری جان خوشیوں کے خزانے لے کر"۔

"جتنے منہ اتنی باتیں۔ ہم انہیں الٹے سیدھے جواب دے کر ٹرخاتے رہے۔ ویسے سردارے کی بات میں نے تسلیم کر لی تھی۔ یعنی یقیناً" اتنی لڑکیوں نے اسے انگیج کر لیا ہو گا جتنی کے بارے میں اس نے کہا تھا۔

شام ہوئی تو فلورا آ گئی۔ خوبصورت لباس میں تھی اور بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہوئے اس نے کہا: "اوہ میگوئن۔ اگر برا نہ مانو تو ایک بات کہوں"

"کہو ہنی" میں نے جواب دیا۔

"ضروری ہے کہ تم آوارہ گردوں کے انداز میں رہو"

"کیا مطلب؟"

"تمہارا لباس' تمہارا انداز جبکہ تم ان لوگوں سے کہیں زیادہ سوبر۔ کہیں زیادہ بلند ہو"۔

"تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہی کہ بس تم ایک سیاح نظر آؤ۔ نشے میں ڈوبے ہوئے آوارہ گرد نہیں"

"اس سے کیا فائدہ ہو گا؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا۔

"بس میری خواہش ہے۔ فائدہ کی بات نہیں کر رہی"۔

"تم جانتی ہو میں سویڈن میں کتنا عرصہ رہوں گا؟"

"اوہ' مجھے نہیں معلوم۔ کیوں!" اس نے اس سوال پر حیرت سے میری طرف دیکھا۔

"جب تمہیں میرے بارے میں اتنی سی بات معلوم نہیں تو پھر اتنا بڑا حق کیوں جتاتی ہو۔ کتنا عرصہ رہو گی میرے ساتھ!"

"اوہ' سوری تم میری بات کا برا مان گئے؟"

"بالکل برا نہیں مانا فلورا۔ ابھی تمہاری عمر بہت کم ہے فلورا۔ بچوں کے انداز میں سوچتی ہو۔ لباس کم نگاہوں کی توجہ کا مرکز بنتے ہیں۔ اصل بات شخصیت کی ہوتی ہے"۔

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے" فلورا جزبز ہو گئی اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔ سردارے کو ہم نے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ ویسے سردارے نے پوچھا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت تو نہیں لیکن میں نے منع کر دیا تھا۔ فلورا کے ساتھ میں چلتا رہا۔ ہم کیمپنگ سے نکل آئے تھے۔ میں نے اسے خاموش دیکھا تو مخاطب کیا۔

"میرا خیال ہے تم ضرور میری بات کا برا مان گئی ہو"۔

"اوہ۔ نہیں مسٹر میگوئن۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"پھر ایک دم خاموش کیوں ہو گئی ہو؟"

"آپ کے الفاظ پر غور کر رہی تھی۔ درحقیقت لباس سے انسان خوش نما ضرور لگتا ہے لیکن اصل چیز اس کی شخصیت ہے۔ اچھے لباس پہننے والے کی شخصیت بھی اچھی ہو' یہ ضروری نہیں"۔

"اوہ۔ بہرحال تم بے حد خوبصورت لگ رہی ہو" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ!" اس نے بھی خلوص سے کہا۔ ہماری منزل الغازے تھی۔ خوش لباسوں کا کلب۔ ایک سے ایک عمدہ لباس میں ملبوس۔ اعلیٰ پیمانے کا جوا ہوتا تھا یہاں۔ ہر قسم کے کھیل موجود تھے۔ ہم نے دوسری تفریحات میں وقت ضائع نہیں کیا۔ اور ایک کارڈ ٹیبل پر پہنچ گئے۔ فلورا نے اپنا لمبا پرس میرے سامنے خالی کر دیا تھا۔ بہت بڑی رقم تھی۔ اس سے کہیں بڑی جس سے میں نے پرس خریدی تھی۔ میں نے تعجب سے فلورا کی طرف دیکھا۔

"کیوں؟ کیا بات ہے" وہ مسکرائی۔

"کتنی رقم ہے" میں نے کہا۔

"دل کھول کر کھیلو"

"ہار گیا تو؟"

"تمہارے قدموں پر نثار ہے"۔

"اوہ" میں نے اسے غور سے دیکھا۔

"کیوں۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہاری شخصیت سے متاثر نہیں ہوں۔ میں نے تمہیں لباس کا مشورہ اسی لیے دیا تھا۔ ورنہ اگر سطحی سی بات ہوتی تو شاید میں توجہ بھی نہیں دیتی"۔

"شکریہ فلورا!" میں نے آہستہ سے کہا اور پھر میں میز پر جم گیا۔ میں لوگوں کا کھیل دیکھتا رہا اور پھر میں نے کھیل کے بارے میں پوری طرح اندازہ کر لیا۔ بڑا آسان کھیل تھا اور پھر میرا کھیل بھی شروع ہو گیا۔ شروع میں نے جان بوجھ کر کئی ہاتھ ہارے اور میرے ساتھیوں کو مجھ سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ لیکن اس کے ساتھ میں نے فلورا کا چہرہ بھی دیکھا تھا۔ آدھی سے زیادہ رقم نکل گئی تھی لیکن وہ بالکل پرسکون تھی۔ لڑکی قابل اعتماد ہے۔ میں نے سوچا اور پھر چوتھا ہاتھ میرا ہاتھ تھا۔ ہاں ابھی کارڈ بند تھے۔ لیکن اگر ان میں اتنا اعتماد بھی نہ ہوتا تو پھر کھیل ہی بیکار تھا۔ اور وہ بھی دوسرے کی رقم سے۔

چنانچہ کارڈ شروع ہوئے اور پہلے ہی ہاتھ میں اتنی رقم آگئی کہ تقریباً" دو تہائی نقصان پورا ہو گیا۔ اس جیت پر کسی نے توجہ نہیں دی کیونکہ کئی ہاتھ ہارنے کے بعد یہ پہلی جیت تھی۔

وقت کافی تھا۔ اس لیے میں نے پھر دو ہاتھ ہارنے کا پروگرام بنایا کیونکہ میں محسوس کر چکا تھا کہ میرے سامنے کے دو کھلاڑی خاصے پرجوش تھے۔ دو ہاتھ ہارے اور تیسرا پھر جیت لیا تاکہ کھیلنے کے لیے رقم میں کمی نہ ہو۔ بس کافی تھا۔ آنکھ مچولی ختم کر کے اب میں لگاتار مال سمیٹنے کی فکر میں تھا۔ ساتواں بڑا ہاتھ بڑے اعتماد سے کھیلا اور چونکہ کارڈ میں نے تقسیم کیے تھے' اس لیے اپنے ساتھ والے دو آدمیوں کے بارے میں تو مجھے یقین تھا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے' اب وہ صرف میرا ہے اور یہی ہوا۔ فلورا کتنی ہی مضبوط کیوں نہیں تھی' لیکن اس ہاتھ پر اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اور اب گڈیاں میرے سامنے آ گئیں تو اس کا ہاتھ میرے شانے پر پہنچ گیا۔

کھیلنے والے اب مجھ پر غور کرنے لگے تھے لیکن فن تو یہی تھا کہ سوچو' دیکھو اور ہارو۔ تھوڑی دیر میں میرے مقابل لوگوں کے پاس کچھ باقی نہ رہا اور انہیں بے عزت ہو کر اٹھنا پڑا۔ بس اس کے بعد کون تھا ٹکتا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے گڈیاں سمیٹیں۔ اتنی رقم بن گئی تھی کہ فلورا کا پرس نما ہینڈ بیگ بھر گیا اور اس کے بعد بھی گڈیاں رکھنے کی جگہ نہیں رہی۔ کچھ جیبوں میں ٹھونسیں' کچھ رومال میں بھریں اور ہم وہاں سے چل پڑے۔

فلورا کا سانس پھولا ہوا تھا۔ کلب سے باہر نکل کر اس نے پوچھا "سچ بتاؤ میگوئن یہ ہاتھ کا کمال ہے یا تقدیر کا؟"

"تمہارا کیا خیال ہے فلورا؟"

"میرے خیال میں' بس میں کیا کہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا"۔

"کیوں؟"

"میں خود بھی بہترین کارڈ کھیل لیتی ہوں' تھوڑی بہت شارپنگ سے بھی واقف ہوں لیکن ایک دفعہ بھی میں تمہیں چیک نہیں کر سکی کہ تم نے کارڈ لگائے ہوں اور تمہارے کھیلنے کا انداز کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ...یا ہو گا۔ اوہو ڈیئر میگوئن رئیلی یو آر ونڈر فل۔ میں نے اتنی ساری صفات کسی ایک انسان میں یکجا نہیں دیکھیں۔ اتنا خوبصورت موسیقار اور دوسرے فنون میں بھی اتنا ہی ماہر۔ حیرت انگیز بے حد حیرت انگیز"۔

فلورا میری تعریفوں کے پل باندھتی رہی اور ہم واپس خیمہ میں پہنچ گئے۔

سردار موجود نہیں تھا۔ ظاہر ہے وہ بھی کسی سلسلے میں مصروف ہو گا۔ بہرحال فلورا بیٹھ گئی اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ تب میں نے نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔

"فلورا ڈارلنگ؟"

"یس ڈیئر"

"تمہاری کتنی رقم تھی؟"

"کیوں؟"

"تم اس میں سے نکال لو"

"اوہ۔ ایسی کیا جلدی ہے؟"

"دیر بھی کیوں کی جائے؟"

"چلو ٹھیک ہے۔ جیت گئے ہو تو دے دو ورنہ کوئی بات نہیں تھی"۔

"یقیناً مجھے تمہارے خلوص پر اعتماد ہے" میں نے کہا اور پھر میں نے اس کی ذاتی رقم اسے ادا کر دی لیکن اس کے بعد بھی نوٹوں کا انبار تھا ہمارے پاس۔ میں نے اسی میں سے آدھی رقم گنی اور فلورا کے حوالے کر دی۔

"یہ کیا ہے؟"

"آدھا حصہ"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے مطلب سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے"۔

"مگر میرا حصہ' آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میں تمہاری رقم سے کھیلا تھا ورنہ میرے پاس کیا تھا"

"نہیں ڈارلنگ۔ میں نہیں لوں گی"۔

"بالکل غلط۔ میرے اصول کے خلاف"۔

"لیکن یہ بہت زیادہ ہیں۔ اگر دینا ہی چاہتے ہو تو تھوڑے سے دے دو"۔

"ففٹی ففٹی۔ آج اور ہمیشہ"۔

"اوہ تم نے مجھے شرمندہ کر دیا"۔

"ہرگز نہیں یہ تو کاروبار ہے"۔

"واقعی۔ انوکھے ہو تم"

"یہ رکھو" میں نے کچھ اور نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیے۔

"یہ کیا ہے؟"

"وہ رقم جو تم نے قرض دی تھی"۔

"میگوئن۔ کیسے آدمی ہو؟"

"بس جیسا بھی ہوں' قرض ضرور واپس کر دیتا ہوں"۔

"میں تمہاری دوست نہیں ہوں کیا؟"

"دوست نہ ہوتیں تو تم سے قرض ہی نہیں لیتا"۔

"ہاؤ سلی یو آر!" فلورا ہنستے ہوئے بولی۔

"جو کچھ بھی سمجھو" میں نے طویل سانس لے کر کہا اور پھر نوٹوں کا بقیہ ڈھیر اس کے سامنے ر دیا۔

"ارے ارے یہ کیا" فلورا نے منہ پھاڑ کر کہا۔

"چرس"

"کیا مطلب؟"

"بس اس کی چرس بھجوا دو' ورنہ آج کی رات میرے ساتھی اداس رہیں گے" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور فلورا سچ مچ پاگل ہو جانے کی حد تک حیران رہ گئی۔

"اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیسا انسان ہوں۔ انسان ہوں بھی یا نہیں۔ کئی منٹ تک وہ متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی:

"اور تم اپنی خوراک کے لیے کچھ نہ رکھو گے؟"

"کیا کروں گا رکھ کر۔ میں جانتا ہوں تم مجھے قرض ضرور دے جاؤ گی"

"خدا کی پناہ" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ کافی دیر تک مجھے گھورتی رہی جیسے سوچ رہی ہو کہ میری کھوپڑی میں کون سی سمت کے اسکرو ڈھیلے ہیں۔ پھر اس نے ان گڈیوں میں سے جنہیں چرس کے لیے مخصوص کیا گیا تھا' کچھ گڈیاں نکالیں اور انہیں میری طرف بڑھا دیا۔

"قرض؟" میں نے پوچھا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ یہ میرا کمیشن ہے جو اس رقم میں سے مجھے ملے گا"۔

"لیکن مجھے اتنے قرضے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج اور کل کی خوراک کے لیے صرف چند نوٹ کافی ہیں"۔

"تو میں تمہیں قرض تھوڑی دے رہی ہوں"۔

"بھیک؟" میں نے پوچھا۔

"میں کہتی ہوں میگوئن ایسی باتیں مت کرو"۔

"نہیں کروں گا۔ سویٹی' لیکن جو کہہ رہا ہوں' وہی کرو۔ یہ چند نوٹ میں قرض لے رہا ہوں' کل واپس کر دوں گا اور ہاں سنو کل پھر کسی کلب چلیں گے؟"

"اوفوہ ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی" فلورا نے کہا۔ پھر کافی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھی رہی اور پھر کچھ دیر کے بعد آنے کے لیے کہہ کر چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے ان نوٹوں کو دیکھا اور خود بھی اپنے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ حقیقت ہے مجھے دولت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں اس کی انتہائی تذلیل کرتا تھا۔ اس لیے کہ میرے بوڑھے باپ کو اس کی ضرورت تھی۔ سرائے عالمگیر کا وہ کسان جس نے اپنی بوڑھی ہڈیاں اس کے لیے وقف کر دی تھیں۔ جس نے اپنے بیٹے سے امیدیں باندھی تھیں کہ وہ بڑا ہو کر پڑھ لکھ کر بابو بنے گا اور اس کے کندھوں سے ہل کا جوا اتر جائے گا اور اس بوڑھے کسان کا نامراد بیٹا جس نے چند ٹکوں کے لیے در در کی خاک چھانی' ان کاغذ کے ٹکڑوں کا ہزارواں حصہ حاصل کرنے کے لیے نجانے کیا کیا جتن کرنے کے بعد اس میں ناکام ہو کر بالآخر خودکشی کی حد تک پہنچ گیا اور اپنی وہ شخصیت کھو بیٹھا جسے وہ دل سے پسند کرتا تھا۔

وہ ایک نیک انسان کی زندگی چاہتا تھا لیکن اسے بدی کا غلام بنانے والے یہ کاغذ کے نوٹ ہی تھے۔ پھر میں نے ان نوٹوں کو بے حقیقت کر دیا تھا۔ ساری عزت کھو دی تھی میں نے ان کی۔ اور یہ میرا انتقام تھا۔ میں دولت سے انتقام لے رہا تھا۔ کاغذ کے ان حقیر ٹکڑوں کو نہایت نخوت سے ٹھکرا دیتا تھا۔ یہ ٹکڑے جو میری زندگی پر قابض ہو گئے تھے آج میں ان کی تذلیل پر قادر تھا۔

فلورا جیسی لڑکیاں کیا حقیقت رکھتی تھیں۔ بات تو اس دولت کی تھی جو خود کو نہ جانے کیا سمجھتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد فلورا کا آدمی چرس کے پیکٹ پہنچا گیا۔ اور اس کے بعد فلورا آ گئی۔

سردار ہنوز غائب تھا۔ چنانچہ میں نے اس کا انتظار ضروری نہ سمجھا۔ اور جب گٹار کے سر بجے تو پروانے دیوانہ وار ٹوٹ پڑے۔ بات صرف موسیقی سے عشق کی نہ تھی' بلکہ نگاہیں اس احمق کو تلاش کر رہی تھیں جس نے پچھلی رات میں سرور کی دولت تقسیم کی تھی اور ممکن ہے آج بھی وہی عمل دوہرائے۔ یہ کام میں نے فلورا کے سپرد کر دیا۔

رات کے تقریباً دو بجے تھے اور آوارہ گرد نشے میں رقص کر اٹھے تھے کہ سردارے بھی مجھے رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں نظر آیا اور میں حیران رہ گیا۔

"گٹار بند ہو گیا اور فلورا بھی جاگ پڑی۔

"فلورا" میں نے اسے پکارا۔

"ہوں" فلورا نے کہا۔

"ذرا تم یہ گٹار سنبھالو۔ میں ابھی آیا" میں نے کہا اور پھر میں سردارے کے پاس پہنچ گیا۔ ایک خوبصورت سی دراز قامت لڑکی سردارے کے ایک بازو میں بھنچی ہوئی تھی۔ نشے میں چور اور سردارے اسی کے انداز میں خود بھی اچھل رہا تھا۔ میں نے سردارے کا بازو پکڑ لیا اور سرد لہجے میں بولا:

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"جو کچھ بھی ہو رہا ہے' اچھا ہو رہا ہے" سردارے نشے میں بولا۔

"تم حواس میں نہیں ہو سردارے" میں نے دانت بھینچ کر کہا۔

"اوئے کیا دیں گے حواس اور کیا لینا ہے مجھے ان سے۔ جاؤ بابا جاؤ اپنا کام کرو"۔

"میں گھونسہ مار کر تمہارے جبڑے توڑ دوں گا"۔

"اس سے کیا فرق پڑے گا استاد' جبڑے دوبارہ بھی جڑ سکتے ہیں مگر اس لڑکی کا دل۔ سردارے کو مارنا چاہتے ہو تو اس کا دل توڑ دو۔ ہائے میں خود بخود مر جاؤں گا"۔

"سردارے" میں نے اسے جھٹکا دے کر لڑکی سے علیحدہ کر دیا "مجھے صرف تمہارے نشے پر

اعتراض ہے" میں نے کہا۔
"لڑکی پر تو نہیں استاد؟" سردارے نے پوچھا۔
"بکواس مت کرو۔ تم نے میرے اعتماد کو زخمی کیا ہے" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔
"ارے خدا قسم کس مردود نے پی ہے' بس ذرا لڑکی کو امپریس کر رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ بدمست ہو اپنے ساتھی کو ہوشیار دیکھنا نہیں چاہتی۔ اس بار سردارے صاف لہجے میں بولا۔ انداز رازداری کا سا تھا اور میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔
"کمینے" میں نے ایک اور گھونسہ جڑ دیا۔
"تمہارے والی کو دیکھ چکا ہوں استاد' آج بھی رہے گی نا؟"
"ہاں' بس دفعان ہو جاؤ"۔
"تھینک یو استاد" سردارے نے کہا اور پھر بدستور نشے کی اداکاری کرتے ہوئے لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا" میں مسکرا کر فلورا کے پاس آ گیا تھا۔
سویڈن کے بہت سے کلبوں میں ہم نے دھوم مچا رکھی تھی۔ جہاں جاتے' ہزاروں لوٹ لیتے۔ فلورا کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ دوسری طرف میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یعنی گولڈ مین۔
یہاں قیام کے تقریباً" آٹھویں دن فلورا نے مجھے گولڈ مین کا پیغام دیا۔
"گولڈ مین تم سے ملنا چاہتا ہے" اس نے کہا۔
"اوہ۔ کیوں خیریت؟"
"بس وہ تمہاری حیرت انگیز شخصیت سے متاثر ہے"۔
"تم نے اسے میرے بارے میں بتایا ہوگا"۔
"ہرگز نہیں۔ یقین کرو اس نے خود ہی تمہارا تذکرہ کیا تھا۔ اتنا حیرت انگیز کہ اک اس کیمپ میں آج تک نہیں آیا۔ شاید تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ اب دوسرے اڈوں پر بہت کم لوگ جاتے ہیں۔ طور سے مفت خورے اس طرف چلے آتے ہیں اور پھر تمہارے انتظار میں وہ تھوڑی بہت خریداری کرتے ہیں۔ اس طرح ہماری آمدنی پہلے سے دس گنا بڑھ گئی ہے"۔
"خوب بہت خوب" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ گولڈ مین تو بہت خوش ہوگا"۔
"ہاں۔ اس نے شام کی چائے پر تمہیں بلایا ہے"۔
"چلو گاڈ یئر" میں نے کہا۔
اور پھر اسی شام میں گولڈ مین کے کیمپ میں پہنچ گیا۔ بڑا شاندار کیمپ تھا جس میں وہ ایک لمبی میز کے پیچھے بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے "سکارتا" یاد آ گیا۔ وہ طویل القامت ہیبی جس نے میرے لیے جان دی۔ گولڈ مین بھی عظیم الشان جسامت کا مالک تھا۔ بڑا خوبصورت آدمی تھا۔ لمبی اور بے ترتیب داڑھی' بکھرے ہوئے بال اور بڑی بڑی سرخ آنکھیں۔ بادلوں کی سی گرجدار آواز' آدھی آستین کے بش شرٹ سے کے درخت کے تنے کی مانند چوڑے بازو نظر آ رہے تھے۔ میں اس کی شخصیت سے خاصا متاثر ہوا تھا۔
"ہیلو" اس کی آواز ابھری۔

"ہیلو۔ گولڈ مین" میں نے بھی بے خوفی سے کہا۔
"تم ہی میگوئن ہو؟"
"ہاں"۔
"تب میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے خوش آمدید کہتا ہوں"۔ گولڈ مین نے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اور میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ فولادی پنجہ تھا۔ میرا ہاتھ اس کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا۔ لیکن قوت کے مظاہرے پر میں نے بھی قوت کا مظاہرہ کیا اور گولڈ مین کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔
"بیٹھو" اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ "تمہارے بارے میں کیمپ میں بڑی افواہیں پھیلی ہوئی ہیں" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"مثلاً؟" میں نے بھی مسکرا کر پوچھا۔
"کیا پیو گے؟"
"کافی-----!" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا اور گولڈ مین نے یونہی منہ اٹھا کر کہا "کافی-----" گویا اس کے آدمی باہر موجود تھے اور مستعد تھے۔ وہ پھر میری طرف دیکھنے لگا۔
"یہی کہ تم انوکھے انسان ہو' بہترین موسیقار ہو اور کسی ریاست کے شہزادے ہو۔ روزانہ ہزاروں کی چرس خریدتے ہو اور لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہو"۔
"اس میں میرا کیا قصور ہے؟" میں نے شانے ہلائے۔
"بہرحال تمہارا قصور کچھ بھی ہو' لیکن مجھے تمہاری اس بات سے بہت فائدہ ہوا ہے۔ بہت سے لوگوں نے میرے کیمپ کا رخ کیا ہے۔ اور اگر تم چند دن اور رہ گئے تو شاید میرا کاروبار یہاں کافی پھیل جائے"۔
"مجھے خوشی ہے کہ تمہیں میری وجہ سے فائدہ ہوا"۔
"میں تمہارا شکر گزار بھی ہوں"۔
"کوئی بات نہیں ہے" میں نے اخلاقاً" کہا۔ اور گولڈ مین گردن ہلانے لگا۔ پھر معنی خیز انداز میں بولا:
"ویسے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گے دوست-----بہرحال تمہاری شخصیت پراسرار ہے۔ میں بھی تمہارے بارے میں خبریں سن سن کر تجسس میں ڈوب گیا ہوں اور دوسروں کی طرح تمہارے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوں"۔
"اوہ" میں نے آہستہ سے کہا "فی الحال میرے بارے میں اتنا جان لو دوست کہ میں کوئی شہزادہ نہیں ہوں۔ بس ایک آوارہ گرد سیاح ہوں۔ اور دوسرے آوارہ گردوں کی طرح سفر کر رہا ہوں' سفر بے منزل"۔
"لیکن دوسرے انسانوں سے مختلف ہو"۔
"کس طرح؟"
"تمہاری دولت-----" گولڈ مین مسکرایا۔ "میرے اندازے کے مطابق تم اب تک لاکھوں کی چرس خرید چکے ہو"۔
"میں اِک قلاش انسان ہوں جس کے پاس دوسرے دن کی خوراک کے لیے پیسے نہیں ہوتے"۔

"کیا مطلب؟"

"تمہاری ایجنٹ فلورا گواہی دے گی"۔

"پھر ——— پھر یہ سب کچھ؟" گولڈ مین تعجب سے بولا۔

"دوسروں کی دولت سے کیا جاتا ہے"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"سویڈن کے جوا خانے میرے لیے بینک بنے ہوئے ہیں جنہیں چیک دینے کی ضرورت نہیں پیش آتی"۔

"خدا کی پناہ ——— شارپنگ کرتے ہو؟" گولڈ مین تعجب سے بولا۔

"ہاں' کام چلا لیتا ہوں"۔

"اوہ' مجھے شارپنگ سیکھنے کا بے حد شوق ہے۔ اتفاق ہے کہ تم ایک بہترین انسان ہو ——— بہت سے کاموں کے ماہر ——— سنا ہے تم ایک عمدہ موسیقار بھی ہو"۔

"ہاں گٹار بجا لیتا ہوں"۔

"بڑا خوبصورت ساز ہے۔ بہرحال میرے دوست! یوں لگ رہا ہے جیسے ہمارے اور تمہارے تعلقات کسی خاص اسٹیج پر ضرور پہنچ جائیں گے۔ ٹھیک ہے ابھی تم اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا رہے لیکن ایک وقت ضرور ایسا آئے گا کہ تم میری جانب ضرور مائل ہو جاؤ گے۔ میں دوستوں کے لیے جان دینے کا قائل ہوں"۔

"بڑی بات کہہ رہے ہو گولڈ مین!"

"ہاں' فی الوقت بڑی ہے لیکن کوئی وقت آیا تو سچ بھی کر دکھائیں گے" اس نے کہا اور میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ وہ سب کچھ ہو رہا تھا جو میں چاہتا تھا لیکن پری کو آہستہ آہستہ ہی شیشے میں اتارنا چاہیے۔ ابھی سارے جذبات اس پر عیاں نہیں ہونے چاہئیں۔

کافی آ گئی اور ملازم نے اس کے دو کپ بنا کر ہم دونوں کے سامنے سرو کر دیے۔

لو ٹھیک ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم صرف لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہو۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو دوسروں کو اپنے گرد دیکھنا چاہتے ہو اور اس کے لیے بڑے سے بڑا کام کر گزرتے ہو"۔

"اوہ۔ اب تمہارا کیا خیال ہے گولڈ مین؟"

"میرا خیال؟"

"ہاں۔ میں جاننا چاہتا ہوں"

"اسے جلد باز تو نہیں سمجھو گے۔ میں دراصل یا تو بہت کم لوگوں سے ملتا ہوں۔ ملتا ہوں تو ان کے بارے میں جلد از جلد فیصلہ کر لیتا ہوں۔ اچھا یا برا۔ اور پھر اس پر عمل بھی شروع کر دیتا ہوں یعنی جسے اچھا نہیں سمجھا' اس سے متاثر ہوا تو پھر اس سے کچھ چھپانے کی کوشش نہیں کرتا' اسے خلوص سے دوست بنا لیتا ہوں۔ برا سمجھتا ہوں تو دوسری بار اس کے قریب نہیں جاتا اور نہ اسے اپنے قریب آنے دیتا ہوں"۔

"اوہ' یہ بات تمہاری صاف نیت کی دلیل ہے۔ گولڈ مین"۔

"تمہیں ناپسند ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ——— کسی کو بھی ناپسند نہیں ہوگی"۔

"تو پھر سنو ——— میں تمہاری شخصیت سے متاثر ہوا ہوں اور دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر تم کسی کو اپنے قریب لانا چاہو تو وہ تم سے دور نہیں بھاگے گا۔ اس لیے میرا پہلا خیال غلط تھا۔ یعنی تم لوگوں کو اپنے قریب لانے کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہو"۔

"نیا خیال کیا ہے گولڈ مین؟"

"اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا"

"بہرحال بذات خود تم اچھے انسان ہو"۔

"برا کام کرنے والا اچھا انسان" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کاموں میں اچھے برے کا تعین ——— ہماری اپنی اپچ ہے۔ اگر تم منشیات فروشی کو برا کام کہتے ہو تو میں اس کا مخالف ہوں۔ انسان کی ضرورت جو کچھ بھی ہو ——— بہرحال ضرورت ہوتی ہے اور وہ اسے پوری ضرور کر لیتا ہے۔ اب اس ضرورت کے تاجر ——— اگر ان کی مطلوبہ اشیاء انہیں فراہم کر دیتے ہیں تو کون سی بری بات ہے۔ بس کچھ لوگوں نے اس ضرورت کو برا رنگ دے دیا ہے۔ تاجر بہرحال تاجر ہے"۔

"بہت خوب ——— خاصے تعلیم یافتہ انسان معلوم ہوتے ہو ——— انسانی مسائل پر منطق پیش کر سکتے ہو"۔

"اس کے لیے تعلیم یافتہ نہیں ——— حقیقت شناس ہونا کافی ہے" میں نے جواب دیا۔

"دیکھو ——— اب میں تم سے اور متاثر ہو گیا ہوں ——— ایک پیش کش کروں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"پیشکش؟" میں نے اسے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"سنا ہے تم استنبول کے باشندے ہو؟"

"ہاں استنبول کا نہیں ——— ماں ترکی تھی اور باپ انگریز" میں نے جواب دیا۔

"کچھ بھی ہو ——— نیشنلٹی کہاں کی رکھتے ہو؟"

"اپنے ملک کی"۔

"سویڈن میں کب تک ہو؟"

"بس تھوڑے عرصہ"

"یہاں سے کہاں جاؤ گے؟"

"ناروے ——— اور اس کے بعد پتہ نہیں"۔

"تم سے یہ کہنا تو فضول ہی ہے کہ تم یہاں رہ جاؤ"۔

"ہاں فضول ہے۔ کیونکہ میں دنیا گردی کو نکلا ہوں اور کسی ایک جگہ قیام کرنا میرے لیے ممکن نہیں"۔

"۔ گولڈ مین پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا "چنانچہ تم سے زیادہ گہری

دوستی بھی ٹھیک نہیں ہے۔ چلے جاؤ گے تو یاد آؤ گے۔ لیکن جب تک سویڈن میں ہو' اس وقت تک میر
مہمان رہو"

"تمہارا ہی مہمان ہوں"۔

"ہرگز نہیں ـــــــ اس طرح نہیں ـــــــ میرے ساتھ رہو"۔

"تمہاری پیشکش میں صرف خلوص ہے اس لیے میں دل سے اس کی قدر کرتا ہوں"۔

"ممکن ہے کام کی بھی کوئی بات ہو جائے ـــــــ میری طرف سے کسی غلط فہمی کے شکار
ہونا۔ بس مجھے تمہاری دوستی زیادہ عزیز ہے"۔

"میں سمجھتا ہوں گولڈ مین ـــــــ لیکن کام کی کوئی بات ہو بھی جائے تو کیا حرج ہے" میں
مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً یقیناً" وہ بھی مسکرا دیا۔

"بہرحال گولڈ مین ـــــــ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے تم نے بھی مجھے متاثر کیا ہے۔ لیکن
میرا بوجھ اپنے سر نہ ڈالو تو اچھا ہی ہے۔ ہاں جب حکم دو گے' تمہاری خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا"۔

"گولڈ مین ایک جذباتی انسان ہے دوست ـــــــ دوست کہہ دیا تو بہت سی ذمے داریاں خود
لیں۔ اب تم کہیں اور نہیں رہو گے"۔

"لیکن ہم آوارہ گردوں کی عادتیں بہت خراب ہوتی ہیں اور میرے ساتھ میرا ایک دوست
ساتھی' ایک بھائی بھی ہے"۔

"تین آدمی اور ہیں ـــــــ؟" اس نے سادگی سے پوچھا اور میں ہنس پڑا۔ "کیوں ـــــــ
اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں ان تینوں آدمیوں سے گھبرا جاؤں گا؟"

"یہ بات نہیں ہے گولڈ مین!"

"پھر کیا بات ہے؟"

"وہ صرف ایک آدمی ہے لیکن میرے اس سے اتنے سارے رشتے ہیں"

"اوہ' یہ بات ہے" گولڈ مین بھی ہنس پڑا۔

"ہاں۔ یہی بات ہے۔ اور ہم دونوں کی عادتیں اچھی نہیں ہیں"۔

"کیا بری عادتیں ہیں تمہاری؟"

"میرا دوست ہر رات ایک نئی لڑکی کا خواہش مند ہوتا ہے"۔

"اوہ' یہ تو کوئی بری عادت نہیں"۔

"بس ایسی ہی چھوٹی موٹی خرابیاں!"

"مسٹر میگوئن! میرا امتحان لے رہے ہو۔ میری جان! جب تجھے دوست کہہ دیا تو بس دوست
تمہاری ساری برائیاں اور اچھائیاں اب میری اپنی ہیں۔ دوستی کا یہی تقاضا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ
دل سے نہ کہا گیا ہو"۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین! مجھے تمہاری دوستی قبول ہے"۔

اور پھر ہم دوستی نبھانے پہنچ گئے۔ گولڈ مین نے ہمارے لیے بڑا خوبصورت خیمہ لگوایا

میں زمانے بھر کی سہولتیں مہیا کر دی گئی تھیں۔ سردارے بھی خوش تھا کیونکہ میں نے اسے گولڈ مین سے کہی
ہوئی اپنی شرائط بتا دی تھیں۔

"اس کا مقصد ہے استاد ـــــــ کہ اب رات کو مجمع لگانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی"

"ظاہر ہے جو مقصد تھا' پورا ہو گیا" میں نے جواب دیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے استاد ـــــــ لیکن اس احمق کو اپنا وعدہ یاد بھی رہتا ہے یا نہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے وہ لڑکیوں والا وعدہ" سردارے نے آنکھیں بھینچ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"سردارے! تو تو لڑکیوں کا ایک فارم کھول لے"۔

"ہائے استاد! کیا ونڈر فل آئیڈیا ہے مگر اس کے لیے مجھے کتنی لڑکیاں پالنی پڑیں گی؟"

"کبھی کوئی کام کی بات بھی کیا کر سردارے" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا کروں استاد! کام کی ساری باتیں تو تم کر لیتے ہو' میرے لیے رہ ہی کیا جاتا ہے۔ پھر بھی میرے
لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ"۔

"بس میری جان! تو صرف لڑکیوں کی خدمت کیے جا"۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں استاد! ایمانداری سے بتاؤ تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"پروگرام" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ہاں۔ میں جاننا چاہتا ہوں"۔

"سردارے! میرا خیال ہے گولڈ مین اس مال کی نکاسی میں ہماری بہترین مدد کر سکے گا" میں نے
جواب دیا۔

"ہاں استاد! یہ تم پہلے بھی بتا چکے ہو"۔

"بس اس کے علاوہ میرا اور کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں' میں اسے شیشے میں اتار رہا
ہوں"۔

"تمہارے خیال میں کیسا آدمی ہے؟"

"یقیناً کام کا ثابت ہوگا" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔

بلاشبہ گولڈ مین کام کا آدمی ثابت ہوا۔ اس نے ہمارے سارے اخراجات اپنے سر لیے۔ البتہ بے
ٹن آوارہ گرد ہماری تلاش میں سرگرداں تھے۔ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل چکی تھی اور اب وہ مارے
مارے پھر رہے تھے لیکن گولڈ مین نے اپنا وعدہ بخوبی پورا کیا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ میرا اس سے گٹھ جوڑ
لورا کو بالکل پسند نہیں آیا ہوگا۔ کیونکہ اس رات میرے حصے میں جو لڑکی آئی تھی' وہ فلورا نہیں تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"سونیا" اس نے جواب دیا۔

"اچھی ہو"۔

"شکریہ" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ حسین اور نوجوان سونیا کے ساتھ یہ رات بری نہ
رہی۔ دبلے پتلے نازک بدن کی دلکشی گو اجنبی نہ تھی لیکن منفرد ضرور تھی۔ اب تو مجھے ان جسموں کی تعداد

بھی یاد نہ رہی تھی جن کا قرب میں حاصل کر چکا تھا۔ لیکن ہر نئی لڑکی ایک نئی دلکشی کی حامل ہوتی۔

"مسٹر میگوئن" صبح کو اس نے رخصت ہوتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔

"ہنی" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو آپ سویڈن میں رہیں گے؟"

"ہاں"۔

"تب پھر اگر آپ پسند کریں تو رات کو مجھے طلب کر لیں۔ مسٹر گولڈ مین سے اگر آپ کہیں گے یقیناً آپ کی فرمائش نہیں ٹالیں گے"۔

"اوہ' ضرور سوئیٹی۔ میں اب خود بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا" میں نے اسے جواب دیا اور خوش خوش واپس چلی گئی لیکن دل ہی دل میں' میں ہنس پڑا۔

گدھی کہیں کی۔ ہر لڑکی اپنے دل میں احساس رکھتی ہے کہ اس نے جس مرد سے تھوڑا سا التفات برت لیا وہ گدھا بن جاتا ہے۔ حالانکہ عورت صرف خربوزہ ہے۔ چھری کے اوپر گری یا چھری اس پر گرے کٹتی وہی ہے۔ دوسری رات دوسری لڑکی اور پچھلی رات کی لڑکی کو ذہن میں کبھی نہیں رہنا چاہیے۔ ہم روز چاول نہیں کھا سکتے۔ بہرحال سونیا کو ذہن سے نکال دیا' دوسرے کام بھی تھے۔

سردارے پچھلی رات میرے خیمے میں نہیں رہا تھا۔ البتہ اس رات اسے کسی ہپی لڑکی کو چکر دام میں پھنسانے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی اور جب وہ میرے پاس آیا تو اس کی بتیسی باہر نکلی ہوئی تھی۔

"پھوٹو پھوٹو' ورنہ پیٹ پھٹ جائے گا" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بنڈل استاد! ایک دم بنڈل"

"اوہو' کیا کسی بڑی بی سے ملاقات ہو گئی؟"

"اس کی بات نہیں کر رہا۔ یہ سالی ہپی لڑکیاں تو بس مونگ کی دال ہوتی ہیں' پتلی پانی جیسی بھوکے ہو تو کھا لو' پیٹ بھر جاتا ہے' دل خوش نہیں ہوتا"۔

"رات کو کیا ملا تھا؟"

"چکن فرائیڈ چکن" لوسیا نام تھا۔ بس استاد! میں تو مر مٹا۔ اب نہ جانے رات کب ہو" سردارے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا اور میں نے اس کی پشت پر ایک گھونسا رسید کر دیا۔

شام کی چائے ہم نے گولڈ مین کے ساتھ پی۔ "کیسے ہو میری جان! کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟ اوہ سناؤ جوان آدمی! لڑکی پسند آئی؟" اس نے سردارے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے نے شرما کی بڑی بھونڈی اداکاری کی۔ پھر میری طرف آنکھ مار کر مسکرا دیا۔

"ہیجڑے لگ رہے ہو بالکل" میں نے اس کی اس حرکت پر جل کر کہا۔

"اب بس جلدی سے چائے ختم کرو استاد! اور مجھے اجازت دلوا دو۔ سالی جھیل کے کنارے انتظار کر رہی ہوگی۔ کہہ رہی تھی تمہارے بغیر اب دن مشکل سے کٹے گا"۔

"ہر لڑکی مرد کو الو بنانے کے لیے یہی گھسے پٹے جملے کہتی ہے۔ جن میں حقیقت کا شائبہ بھی نہ ہوتا۔ دفعان ہو جاؤ۔ مرد تو جان بوجھ کر الو بننے کا عادی ہے۔ جاؤ تم بھی الو بنو۔" اور سردارے خوشی خوشی

الو بننے چلا گیا۔

"بڑا خوش مزاج اور دلچسپ نوجوان ہے" گولڈ مین مسکرا کر بولا۔

"انتہائی وفادار اور قابل اعتماد دوست بھی ہے"۔

"خوش نصیب ہو میگوئن۔ ساری زندگی کی تلاش کے بعد اگر ایک بھی مخلص دوست مل جائے تو سمجھو زندگی بیکار نہیں گئی۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو۔ کیوں نہ ہم کام کی کچھ باتیں کریں"۔

"ضرور مسٹر گولڈ مین!" میں نے مستعدی سی کہا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ خود ہی کام کی باتیں شروع کر دے۔ اتنا تو اندازہ میں لگا چکا تھا کہ وہ ایک اچھا اور قابل اعتماد انسان تھا۔

"دراصل تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں کچھ اور خیالات آئے ہیں۔ میں تمہیں ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں۔ تم نے ناروے جانے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ منسلک ہو جاؤ"۔

"لیکن کس طرح؟"

"مسٹر میگوئن! میرا یہ چھوٹا سا کاروبار ہے۔ لیکن عادی ہوں اس بات کا کہ جہاں میری حکمرانی ہو وہاں کسی دوسرے کو برداشت نہیں کرتا اور اگر حالات میرے قدم روکتے ہیں تو پھر میری کیفیت ایک زخمی بھیڑیے کی سی ہوتی ہے۔ جو ہر چیز کو دانتوں سے چبا کر پھینک دیتا ہے۔ یہاں میں نے ایک چھوٹا سا کیمپ قائم کیا ہے اور بے شمار مشکلات سے دوچار ہوں۔ ایڈگر یہاں اعلیٰ پیمانے پر کام کر رہا ہے۔ میں اس سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہوں لیکن میری بدبختی ہے کہ میں مال نہیں حاصل کر سکتا۔ اس کے لیے بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ تم سیاح ہو' ناروے جا رہے ہو اور وہاں سے بھی آگے جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ تم اگر ان جگہوں سے میرے لیے مال بھیج دو تو میری بڑی مشکل حل ہو جائے گی"۔

"اوہ' یہاں سویڈن میں تمہیں مال نہیں ملتا؟" میں نے پوچھا۔

"مل جاتا ہے لیکن بہت مہنگا اور اس کے علاوہ کوئی ورائٹی نہیں ملتی"

"تمہاری قوت خرید کیا ہے گولڈ مین؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے مالی طور پر کس قدر مضبوط ہو؟"

"بس مناسب"۔

"بیک وقت کتنا مال خرید سکتے ہو؟"

"تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ میں تمہیں یہیں سویڈن میں تمہاری مرضی کے مطابق مال سپلائی کر سکتا ہوں" میں نے جواب دیا اور گولڈ مین کے چہرے پر سنسنی کے آثار نظر آنے لگے۔

"کیا کہہ رہے ہو میرے دوست! کیا تم کافی پی کر بھی نشے میں آ جاتے ہو؟"

"میری بات پتھر کی چٹان کی مانند ٹھوس ہے؟"

"لیکن کہاں سے؟" گولڈ مین نے متعجبانہ پوچھا۔

"یہ میرا کام ہے" میں نے جواب دیا۔

"تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے میگوئن! کیا میں اس بات پر یقین کر لوں؟"

"یقین نہ کر سکو تو خاموش ہو جاؤ۔ تم نے مجھ سے کہا تھا تو میں نے یہ پیشکش کی۔ ورنہ اس سے قبل میں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا"۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ اوہ' وہ تو ٹھیک ہے۔ میرے دوست! لیکن تم کیا ہو' مجھے کچھ تو بتاؤ۔ تمہارا ہر روپ انوکھا ہوتا ہے" گولڈ مین نے مضطربانہ انداز میں دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"میں جو کچھ بھی ہوں' اس کی فکر نہ کرو۔ البتہ میں نے تمہیں جو پیشکش کی ہے' وہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق اشیاءفراہم کر سکتا ہوں"۔

"مقدار کتنی ہے؟"

"سارا مال تقریباً" پانچ کروڑ ڈالر کا بنتا ہے" میں نے جواب دیا۔ اور گولڈ مین سر کھجانے لگا۔ اس کے چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے مجھے پاگل سمجھ رہا ہو۔ میں کھڑا ہو گیا "اوکے گولڈ مین! مجھے اجازت دو۔ میری پیشکش پر غور کر لینا" میں خیمے کے دروازے کی طرف مڑا اور گولڈ مین ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"رک جاؤ۔ پلیز رک جاؤ۔ تم مجھے اس طرح ہیجان میں چھوڑ کر نہیں جا سکتے"۔

"لیکن تم کام کی بات بھی تو نہیں کر رہے۔ خود ہی تم نے ایک بات شروع کی ہے اور پھر میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو"۔

"اچھا" وہ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولا۔ "جو تم کہہ رہے ہو وہی ٹھیک ہو گا۔ اتنی بڑی رقم کا مال تو میں بالکل نہیں خرید سکتا ــــــ لیکن میرے دوست! اگر تم ٹھیک کہہ رہے ہو تو مجھے اپنا کمیشن ایجنٹ بنا لو۔ میں کسی کو پارٹنر بنا کر یہ مال خرید لوں گا لیکن اس میں میرا کمیشن ہو گا"

"کتنے پر سنٹ؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ تم خود کر لو" گولڈ مین نے کہا۔

"ہم کاروباری بات چیت کر رہے ہیں اس لیے فی الوقت درمیان سے تکلف ہٹا دو۔ بتاؤ کتنے پر سنٹ لو گے؟"

"فائیو پر سنٹ" گولڈ مین نے کہا۔

"مجھے منظور ہے" میں نے جواب دیا۔ گولڈ مین کی بری حالت تھی۔ سیدھا سادا انسان تھا۔ اتنی بڑی دولت کے تصور سے ہی پاگل ہو رہا تھا۔ اس کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔

"تو ــــ تو پھر ــــ اب کیا کریں گے؟"

"یہ تم بتاؤ؟"

"مال کہاں ہے؟"

"مال یہاں سے کچھ فاصلے پر ہے۔ لیکر آئیں گے"

"ایک بات اور بتا دو ــــ خدا کے لیے ــــ میں تمہارا شکر گزار ہوں گا" وہ کھگھیائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں ہاں پوچھو"

"کیا اس دولت کے تنہا مالک تم ہو ــــ صرف تم؟"

"میں اور صرف میں"۔

"اوہ گریٹ مین ــــ تم کس قدر گہرے انسان ہو ــــ کیا مال کا نمونہ مل سکتا ہے؟"

"ہاں' مل سکتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"کب؟"

"پہلے تم پارٹی تیار کر لو۔ نمونہ مل جائے گا۔ مجھے تمہاری بھرپور مدد درکار ہو گی"۔

"میں ہر طرح تیار ہوں۔ تم بے فکر رہو' نمونہ منگوا لو۔ پارٹی مل جائے گی۔ چند لوگ میری نگاہ میں ہیں جو یہاں میری پشت پناہی بھی کرتے ہیں' بڑے دولت مند ہیں وہ لوگ ــــ لیکن رقم تم کس شکل میں لو گے؟"

"نقد ڈالر کی شکل میں"

"ٹھیک ہے مل جائے گی۔ میں کل ہی سے یہ مہم شروع کرتا ہوں"

"گولڈ مین نے کہا اور پھر وہ کافی دیر تک میرا سر کھاتا رہا۔ درحقیقت بے چارہ بری طرح بدحواس ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے اوپر بھروسہ کرے یا مجھے پاگل سمجھے ــــ بھلا مجھ جیسا انسان بھی اتنی بڑی دولت کا مالک ہو سکتا تھا۔ بہرحال میں نے کوشش کر کے اسے کسی حد تک یقین دلا ہی دیا۔

اور پھر اس رات میں نے سردارے سے بات چیت کی "کام کسی حد تک بن گیا ہے سردارے"۔

"کیا مطلب استاد؟"

"میں نے گولڈ مین کو آمادہ کر لیا ہے" میں نے سردارے کو پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور سردارے کا چہرہ چمکنے لگا۔ پوری بات سن کر اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس بار ہم بہت بڑا رسک لے رہے ہیں استاد ــــ فرض کرو اگر سب کچھ ٹھیک ہو جائے تو یہ رقم یہاں سے کیسے نکالو گے اور کہاں جاؤ گے؟"

"سردارے! میرے لیے وہ بے حقیقت ہو گی۔ تاہم میں اتنا کچا انسان بھی نہیں ہوں' بے شمار طریقے ہیں۔ اسے تم میرے اوپر چھوڑ دو" میں نے جواب دیا۔

"یقین کر لیا استاد ــــ بہرحال سردارے کے لیے کیا حکم ہے؟"

"تمہیں نہایت رازداری سے ایک اہم کام کرنا ہے" میں نے کہا۔

"حکم کرو استاد"

"کسی طرح لاگن تک جا کر مال کا نمونہ لاؤ" میں نے کہا اور سردارے سوچ میں ڈوب گیا۔ میں نے خود اسے کوئی مشورہ نہیں دیا تھا۔ وہ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"کب تک درکار ہے استاد؟"

"جتنی جلد ممکن ہو سکے"

"کل ہی ہو جائے گا" سردارے نے جواب دیا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کس طرح؟"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی ہے" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔ "لوسیا کے پاس جیپ موجود ہے اور کل اس نے مجھے سیر کرانے کا وعدہ کیا ہے۔ تھوڑی سی نشہ آور ادویات کی ضرورت ہو گی

استاد۔۔۔۔ میں اسے بہلا پھسلا کر لاگن تک لے جاؤں گا۔ اور پھر مطلوبہ جگہ پہنچنے سے قبل اسے بے ہوش کر دوں گا۔ اور پھر نمونے لے کر اس کے ساتھ واپس آ جاؤں گا" سردارے نے جواب دیا۔۔۔۔ اور میں اس کی تجویز پر غور کرنے لگا۔ پھر میرا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ بلاشبہ سردارے کی تجویز میں کوئی جھول نہیں تھا۔

میں نے دل کھول کر اس تجویز پر داد دی اور سردارے نے مرغے کی طرح سینہ اکڑا لیا۔

"بس تو کل تم روانہ ہو جاؤ۔ اس سلسلے میں لوسیا یا کسی اور کو بھنک بھی نہیں ملنی چاہیے"۔

"بے فکر رہو۔ مجھے احساس ہے استاد! تم بے فکر رہو" سردارے نے کہا اور میں واقعی بے فکر ہو گیا۔ بے فکر نہ ہوتا تو رات کی حسین مہمان کی بھرپور پذیرائی کیسے کرتا جس کا نام شرجیلا تھا۔ اور شرجیلا مختلف کہانی رکھتی تھی۔ اس کے بدن کے نشیب و فراز اس کی اپنی داستان رقم کرتے تھے اور میں نے اس تحریر کو بھی پوری دلچسپی سے پڑھا۔

دوسری صبح گولڈ مین میرے خیمے میں ہی چلا آیا۔ اس کی آنکھیں بدستور سرخ تھیں۔ لیکن چہرے پر جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ تھی اور وہ بڑے غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"ہیلو۔۔۔۔ گولڈ مین؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پاگل کر دیا ہے تم نے یار" وہ گردن جھٹکتے ہوئے بولا۔

"ارے خیریت۔۔۔۔ کیا ہو گیا ڈیر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گولڈ مین ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ساری رات نہیں سو سکا" اس نے کہا۔

"آخر کیوں؟"

"کیا تم اس وقت ہوش میں ہو؟"

"میں ہر وقت ہوش میں رہتا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"اس وقت بھی ہوش میں تھے جب اس مال کی بات کی تھی۔ میں ایک بار پھر معذرت کرتا ہوں لیکن......" گولڈ مین عجیب سے انداز میں بولا۔ اور مجھے اس کی اس کیفیت پر ہنسی آ گئی۔

"ہاں۔ اس وقت بھی ہوش میں تھا"۔

"کمال ہے" گولڈ مین آہستہ سے بڑبڑایا اور پھر سر کھجانے لگا۔

"اس میں کمال کی کیا بات ہے گولڈ مین۔۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

"پریشان نہیں ہوں۔ بالکل پریشان نہیں ہوں لیکن میرے دوست! تم چند ساعت کے لیے خود کو میری جگہ لاؤ اور سوچو۔۔۔۔ کیا میری حیرانی درست نہیں ہے؟"

"غالباً" ہماری پوزیشن تمہیں اس بات پر یقین کرنے میں پس و پیش دلا رہی ہے کہ ہمارے پاس اتنا مال ہو سکتا ہے"

"بالکل یہی بات ہے" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"تب پھر تمہیں تھوڑی سی تفصیل بتانی پڑے گی گولڈ مین۔ بس مختصراً سمجھ لو کہ اس مال کے حصول

کے سلسلہ میں ہمیں کچھ گڑبڑ کرنی پڑی ہے یعنی یہ مال ایک بہت بڑے اسمگلر کا ہے جس پر ہم نے ہاتھ صاف کر لیا ہے"۔

"اوہ' اوہ' یہ کوئی بات نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ مال تمہارے قبضے میں ہے یا نہیں؟"

"سو فیصدی ہمارے قبضے میں ہے"

"بس یہی آخری بات ہوتی ہے" رہی ہاتھ صاف کرنے کی بات' تو ان برے کاموں میں ایک یہی اچھی بات ہوتی ہے کہ ان میں اخلاقی پابندیوں کا خیال نہیں رکھا جاتا"۔

"بس تو اب اس خیال کو ذہن سے نکال دو"۔

"ٹھیک ہے لیکن وہ نمونے؟"

"ایک آدھ دن کی مہلت دے دو۔ ممکن ہے آج ہی منگوا دوں یا زیادہ سے زیادہ کل۔ تم اس دوران پارٹی تیار کر لو۔ ویسے آخری بار تمہیں یہ اور بتاؤں کہ تمہیں کسی کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا"۔

"اوہ شکریہ' بہت بہت شکریہ۔ ویسے خود مجھے مال کی سخت ضرورت ہے۔ کہیں سے مال نہیں پہنچ رہا۔ اندیشہ ہے کہ گاہک ٹوٹنے نہ لگیں۔ اس کے علاوہ ایڈگر کے لوگ بھی اب بدمعاشی پر تل گئے ہیں۔ مال ہو تو بات کروں"

"کیسی بدمعاشی؟"

"ظاہر ہے وہ ہمارا اڈہ پسند نہیں کرتے اور چھوٹی چھوٹی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ لیکن مجھے کچھ اطلاعات ملی ہیں۔ میں نے سنا ہے اس دوران ایڈگر میرے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہے۔ وہ میری پشت کی تلاش میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے آدمیوں کو جنگ کے لیے بھی تیار کرتا رہا ہے اور اب۔۔۔۔ اب شاید۔۔۔۔ وہ کچھ کرنا چاہتا ہے"

"اوہ۔۔۔۔ یہاں جھگڑے بھی ہو جاتے ہیں"۔

"اکثر۔۔۔۔ اور پولیس ان معاملات سے بالکل بے تعلق رہتی ہے۔ ہمیں لائسنس ہی اس لیے دیے جاتے ہیں"۔

"بہت خوب" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور گولڈ مین خاموشی سے گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔۔۔۔ "ویسے تم کافی الجھے ہوئے ہو"۔

"ارے نہیں میرے دوست! اب ایسا زیادہ بھی نہیں۔ ویسے تم سناؤ۔ میری کوششیں پسند بھی آ رہی ہیں یا نہیں۔۔۔۔ بس تم سے بہت متاثر ہو گیا ہوں ورنہ اچھے اچھوں کو خاطر میں نہیں لاتا"۔

"ویری گڈ۔۔۔۔ ویسے تمہارے ساتھ بھی لڑاکے تو ہوں گے؟"

"اوہ' اس کی بات مت کرو۔ میرے ساتھ ایسے ایسے جیالے ہیں کہ ایڈگر مر کر بھی نہیں مر سکتا۔ بس اس کے ساتھیوں کی تعداد زیادہ ہے' ورنہ میں خود اب تک اسے یہاں سے اکھاڑ دیتا"۔

"تم فکر مت کرو میرے دوست۔۔۔۔ ہم کوشش کریں گے ایڈگر کے قدم یہاں سے اکھاڑ دیں گے" میں نے کہا اور گولڈ مین غور سے میری شکل دیکھنے لگا۔

"ویسے تم ہو عجیب انسان۔۔۔۔ تم نے کیسے چکر دیا تھا؟"

"ان تفصیلات میں جانے کی کیا ضرورت ہے گولڈ مین؟"

"اوہ' احتیاط کرنا چاہتا ہو۔ ٹھیک ہے میں مجبور نہیں کروں گا۔ لیکن ایک بات کہوں ——— اس پر بھروسہ کر لو گے؟"

"ہاں۔ کر لوں گا' کہو" میں نے کہا ——— ویسے بھی اس شخص کے بارے میں' میں نے اندازہ لگایا تھا کہ منشیات کا کاروبار ضرور کرتا ہے لیکن کسی حد تک عمدہ اور سیدھا آدمی ہے۔

"میں خود کو اچھے انسانوں میں شمار نہیں کر سکتا۔ لیکن جس کا دوست بن جاتا ہوں' اس کے لیے ایک اچھا دوست ضرور ثابت ہوتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے دوست بنا لیا تو پھر ——— دلیل اس کی یہ دے رہا ہوں کہ پہلے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ مال نہیں تھا"۔

"یقیناً ——— مجھے احساس ہے"۔

"تو پھر یہ سمجھ لو ——— اب تھوڑا سا لالچ ذہن میں ضرور آ گیا ہے لیکن دوستی اپنی جگہ ہے"۔

"ہوں ——— تو آؤ گولڈ مین ——— ہم دوست بن جائیں" میں نے اس کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا اور گولڈ مین نے خوشی خوشی اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔

"اور اس کے بعد ——— تم گولڈ مین کو ایک وفادار گھوڑا پاؤ گے' سوچنے سمجھنے سے عاری ——— وفا کے لیے تیار"۔

"نہیں گولڈ مین! دوست صرف دوست"۔

"تمہارا شکریہ میگوئن" گولڈ مین نے ممنونیت سے کہا۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں تفصیلات بتانا چاہتا ہوں"۔

"اگر ضرورت سمجھو تو ——— ورنہ اب تو ساری باتیں ہی ختم ہو گئیں"۔

"باتیں تو اب شروع ہوئی ہیں گولڈ مین" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گولڈ مین دلچسپی سے میری شکل دیکھنے لگا۔ مکلینو کا نام سنا ہے کبھی؟"

"مکلینو ——— اوہ' کیوں؟"

"کچھ جانتے ہو اس کے بارے میں؟"

"اس لائن کا کوئی شخص سفید بھیڑیے سے ناواقف ہو' ناممکن ہے"۔

"خوب' تو تم اسے جانتے ہو؟"

"صرف نام سے۔ اس کے علاوہ اس کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔ یہاں بھی اس کی ساکھ زبردست ہے۔ شاید لیڈ گر بھی اس سے مال لیتا ہے"

"تم نے کبھی اس سے مال نہیں خریدا؟"

"کوشش کی تھی لیکن نہیں مل سکا۔ یہاں کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ اگر ایک کے پاس ایجنسی ہو تو اس جگہ دوسرے کو مال نہیں دیا جاتا"۔

"اوہ' یہ بات ہے"

"تم اس کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟"

"سنا ہے خطرناک آدمی ہے" میں نے کہا۔

"بھیڑیا ہے' خونخوار بھیڑیا ہے۔ اس کے نام پر بے شمار قتل ہوتے ہیں اور ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"ہوں ——— تو ڈیر گولڈ مین ——— میری اس سے چلی ہوئی ہے"۔

"مکلینو سے؟" گولڈ مین منہ پھاڑ کر بولا۔

"ہاں"۔

"واقعی مکلینو سے؟" گولڈ مین کی یہ عادت مخصوص تھی۔ میں نے دوبارہ اسے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "لیکن کیسے؟ کس طرح میرے دوست! آخر تمہارے بارے میں کتنے انکشافات ہوں گے؟ بعد میں پتہ چلے گا کہ تمہارا سلسلہ براہ راست نپولین سے ملتا ہے۔ جو کچھ ہے ایک بار بتا دو"

"بہت انوکھی بات ہے یہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ——— کم از کم ہماری لائن کے لوگوں کے لیے۔ مکلینو واقعی بھیڑیا ہے۔ اکثر بڑے بڑے جی دار اس سے راستہ کترا کر گزرتے ہیں۔ کوئی نہیں چاہتا کہ اس سے ٹکر لے"۔

"بہرحال میں نے نہ صرف اس سے ٹکر لی ہے بلکہ اسے ایک شاندار چوٹ بھی دی ہے" میں نے جواب دیا۔ جس مال کا میں نے تم سے ذکر کیا ہے' وہ دراصل مکلینو کا ہی ہے۔ میرا اس سے اختلاف ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی ظالمانہ فطرت سے کام لے کر مجھے بھی مجبور کر دیا۔ لیکن میں تاک میں رہا اور پھر میں نے اسے چوٹ دی"۔

"لیکن اس کا مال...... اوہ' یقیناً' پھر تم جو کچھ بھی کہو' آنکھیں بند کر کے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تم نے اس پر ہاتھ کیسے صاف کر دیا؟ کیا یہ آسان کام ہے؟"

"نہیں' بہت مشکل کام تھا لیکن میں نے کر دکھایا۔ ہم ایک لانچ لے کر آئے تھے۔ میں نے پوری لانچ ختم کر دی اور پھر ساحل پر مکلینو کے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اس کی بیٹی بھی ساتھ آئی تھی' اسے میں نے یہاں کے لوگوں کے حوالے کر دیا اور پھر لانچ کا سارا مال لے اڑا"۔

"خدا کی پناہ! تو کیا تمہارے ساتھ بھی کوئی پورا گروہ ہے؟"

"گروہ ——— نہیں' میرے ساتھ صرف میرا ساتھی ہے"۔

"صرف تم دونوں نے یہ سب کچھ کیا؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا اور گولڈ مین احمقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"تمہارے بارے میں اگر سوچتا رہا تو یقیناً میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔ بہرحال میں ہی کیا' جو بھی سنے گا' حیران رہ جائے گا۔ میرا دعویٰ ہے یہاں اس کے بے شمار آدمی ہیں' اور اگر کوئی ایسی صورت حال ہے تو وہ سویڈن کے چپے چپے میں تمہیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ میری رائے ہے کہ پوری طرح ہوشیار رہو"۔

"تمہاری دوستی کا اب کیا حال ہے گولڈ مین ——— یہ بتاؤ؟"

"کیا مطلب؟" گولڈ مین کی بھنویں سکڑ گئیں۔

"اب بھی مجھے اپنے کیمپ میں رکھو گے؟"

"مجھ سے بھی جھگڑا کرنا چاہتے ہو؟" گولڈ مین سرد لہجے میں بولا۔

"ہرگز نہیں ـــــ لیکن تمہاری بات کا مفہوم میں نہیں سمجھ سکا"۔

"میں بہت زیادہ دلیر بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔ صرف میں ہی نہیں، مکلینو سے دشمنی بات سن کر یہاں کوئی بھی تمہاری مدد پر آمادہ نہیں ہوگا۔ لیکن میرے دوست! زندگی میں خطرات تو مول ہی پڑتے ہیں۔ تمہاری دوستی میرے لیے بہت منافع بخش ہے۔ ایک تو میں تم سے متاثر ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میں خوش ہوں کہ تم نے ایڈگر کے سرپرست کو چوٹ دی ہے۔ میں تمہارا ساتھ دینے پر آمادہ ہوں ـــــ اوہ، اور میرے دوست! تم نے اتنی بڑی بات مجھے بتا دی ہے کیا تمہیں میرے اوپر مکمل اعتماد ہے؟"

"ہاں ـــــ ورنہ میں اتنا احمق نہیں تھا"

"تو پھر بھروسہ رکھو، تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچے گی" گولڈ مین نے جواب دیا۔ پھر وہ اجازت لے کر چلا گیا۔ میں نے اس کے جانے کے بعد ایک گہری سانس لی اور دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ میں احمق نہیں تھا، میں نے گولڈ مین کو جس حد تک بتایا تھا، اگر اس میں کوئی گڑبڑ بھی ہو جاتی تو میں اسے سنبھال سکتا تھا۔ لیکن بہرحال اب گولڈ مین کو یقین آ گیا تھا۔

سردارے ہنوز غائب تھا۔ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا حالانکہ اسے واپس آ جانا چاہیے تھا۔ پھر شام کو ساڑھے چھ بجے کے قریب واپس آیا۔ لوسیا اس کے ساتھ تھی اور مضمحل سی نظر آ رہی تھی۔ وہ اسے لیے ہوئے خیمے میں آ گیا۔

"سوری مسٹر میگوئن! کیا آپ نے ہمارا انتظار کیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم بہت دیر سے واپس آئے ہو" میں نے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"بس اسے بدبختی ہی کہا جا سکتا ہے۔ راستے میں مس لوسیا کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ دراصل ہم سویڈن کے نواح دیکھنے نکل گئے تھے۔ نجانے کیا ہو گیا مس لوسیا کو ـــــ اچھے خاصے چل رہے تھے کہ ان پر بیہوشی طاری ہونے لگی اور پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ پورے پانچ گھنٹے بے ہوش رہیں۔ جب انہیں ہوش آیا تو پھر ہم نے واپسی کا سفر طے کیا۔ اب بھی ان کی حالت نارمل نہیں ہے۔ کیا آپ ہمیں تھوڑی دیر کے لیے یہاں قیام کرنے کی اجازت دے دیں گے؟"

"اوہ، ٹھیک ہے، کوئی حرج نہیں ہے۔ میں ابھی جھیل ..... کا ایک چکر لگا کر واپس آ جاتا ہوں۔ سوری مس لوسیا! کیا میں آپ کی جیپ استعمال کر سکتا ہوں؟" میں نے لوسیا سے پوچھا۔

"ضرور مسٹر میگوئن! آپ مجھ سے پوچھ کیوں رہے ہیں"

"شکریہ" میں نے کہا اور خیمے سے باہر نکل آیا۔ باہر لوسیا کی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اسے اسٹارٹ کیا اور کیمپنگ میں اس خیمے کی طرف چل دیا جو ہمارا اپنا تھا اور آج کل خالی پڑا ہوا تھا۔

بڑے اچھے لوگ تھے۔ کسی نے ہمارے خیمے کی طرف توجہ نہیں دی تھی اور اس کا باہری پردہ اسی طرح بندھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے نزدیک جیپ روک دی اور پھر میں نے جیپ کی سیٹوں کے نیچے مطلوبہ اشیاء تلاش کیں۔ ظاہر ہے چھپانے کے لیے ایک ہی جگہ تھی۔ بہت سے چھوٹے بڑے پیکٹ مل گئے۔

ـے نے نہایت کامیابی سے اپنا کام انجام دیا تھا۔

میں نے پیکٹ سنبھالے اور خیمے میں داخل ہو گیا۔ یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ یہاں کوئی کسی کے معاملے میں مداخلت نہیں کرتا، اس لیے خیمے میں ان پیکٹوں کو چھپانا دشوار کام نہیں تھا ـــــ البتہ چھپانے کی جگہ محفوظ ہونی چاہیے تھی اور اس کے لیے میں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو اجداد پشتوں سے کرتے چلے آئے ہیں، یعنی زمین میں گڑھا کھودا۔ میں نے سارے پیکٹ چھپا دیے اور مٹی برابر کر دی۔ پھر اس پر اپنا مختصر سا سامان بھی رکھ دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے گڑھا کھودنے کے اوزار صاف کیے۔ یہ جیپ کے اوزار تھے جن پر بہرحال مٹی نہیں لگی رہنی چاہیے تھی۔ اس کام میں بھی خاصا وقت صرف ہو گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ سردارے کسی خاص مشغولیت کا شکار نہیں ہوگا۔ اس نے مجھے صرف اسی لیے بھیجا تھا کہ میں جیپ خالی کر لوں ـــــ چنانچہ میں واپس پلٹ پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد میں خیمے کے دروازے پر تھا۔

نیچے اتر کر میں نے آواز دی ـــــ "کیا میں اندر آ جاؤں؟"

"اوہ، ضرور مسٹر میگوئن!" اندر سے سردارے کی آواز ابھری۔ لوسیا اور وہ دونوں قریب قریب بیٹھے تھے۔

"کیسی طبیعت ہے مس لوسیا کی؟"

اب تو ٹھیک ہے مسٹر میگوئن!"

"تھینکس گاڈ۔ اگر تم لوگ آرام کرنا چاہو تو میں چلا جاؤں؟"

اوہو، ہرگز نہیں ـــــ میں مس لوسیا کو ان کے خیمے پر پہنچا دوں"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور سردارے لوسیا کے ساتھ باہر نکل گیا۔ میں اندر خیمے میں واپس آ گیا۔ یہاں تک تو کام بخوبی ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اب یا تو آج رات ہی یا پھر کل دن میں گولڈ مین کو یہ ہونے دے دوں گا اور اس کے بعد مال سپلائی ہو جائے گا۔ گو کہ یہ کام اتنا آسان نہیں تھا لیکن میں اس میں الجھا ہوا بھی نہیں تھا اور اسے بخوبی پورا کر لینے پر یقین رکھتا تھا۔

رات کے کھانے پر گولڈ مین نے خصوصی طور پر مجھے مدعو کیا اور میں اور سردارے اس کے خیمے میں پہنچ گئے۔ گولڈ مین کے ساتھ دو خوبصورت لڑکیاں موجود تھیں۔ دونوں مقامی تھیں اور ان کی شکلیں ہمارے لیے نئی تھیں۔ بہرحال لڑکیاں بہت دلکش تھیں۔

"ہیلو میگوئن، جیک! ان سے ملو، یہ ریتی ہے اور یہ شکی۔ دونوں بہنیں ہیں لیکن دونوں کی صورتوں میں کوئی یکسانیت نہیں ہے۔ کیا خیال ہے میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"ہاں ـــــ لیکن دونوں کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں میں سے کون زیادہ خوبصورت ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ، باری باری اس کا فیصلہ کر لینا۔ فی الحال تو کھانے کے بارے میں فیصلہ کرو۔ کیا خیال ہے بھوک لگ رہی ہے؟"

"ہاں۔ ہم تو ہمیشہ کے بھوکے ہیں، منگوا لو" میں نے کہا اور گولڈ مین نے حسب معمول کسی کو مخاطب کیے بغیر کھانا طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد کھانا لگا دیا گیا ـــــ لڑکیاں بھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھیں۔ بہت عمدہ کھانا تھا، خوب ڈٹ کر کھایا گیا اور پھر اس کے بعد کافی کا دور چلا ـــــ اور ابھی کافی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص اندر داخل ہوا۔

"میکو اور بڈ آئے ہیں جناب!" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کون میکو؟ کون بڈ؟"

"ایڈگر کے غنڈے ہیں ------ ان کے ساتھ پانچ آدمی اور ہیں"۔

"اوہ' کیوں آئے ہیں؟" گولڈ مین نے سامنے سے کافی کے برتن ہٹا دیے اور تن کر ہوگیا ---- "کیا کہتے ہیں؟"

"آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ باس اس وقت کھانے میں مصروف ہے تو انہو جواب دیا کہ ہم زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔ اسے اطلاع کرو"

"خوب ---- مسلح ہیں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"ہاں' سب کے پاس پستول نظر آرہے ہیں" آنے والے نے جواب دیا۔ اور گولڈ مین نے انداز میں گردن ہلائی' پھر بولا "انہیں خیمے کے عقب میں لے جاؤ ---- اور سنو ---- پیٹر جیپ تیار کرے اور اسے کیمپ کے پچھلے حصے میں پہنچا دے"۔

"یس سر" آنے والے نے جواب دیا۔ میں اور سردارے دونوں نے گولڈ مین کے لہجے میں بو محسوس کی تھی۔ گولڈ مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایڈگر کے غنڈے آئے ہیں" اس نے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔ "ملو گے ان سے؟"

"ضرور ملیں گے۔ آؤ ---- اپنے گھر پر آئے ہوئے مہمانوں کی پذیرائی ضرور کرنی چا" گولڈ مین نے کہا اور ہم دونوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اور پھر وہ اس طرح رکا جیسے خیمے میں کوئی چیز بھ ہو۔ وہ ہم سے معذرت کر کے اندر گیا اور پھر چند لمحات کے بعد واپس آگیا۔

"چلیں؟" اس نے پوچھا۔ اور ہم نے گردن ہلا دی۔ "پستول ہے تمہارے پاس؟"

"نہیں ---- کیوں؟"

"یہ رکھ لو ---- لوڈ ہیں۔ میرا خیال ہے فی الوقت اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں پڑ" اس نے پستول ہم دونوں کو دیتے ہوئے کہا۔ بہر حال ہم نے پستول لے کر رکھ لیے تھے اور پھر ہم گو کے ساتھ اس کیمپ کے عقبی حصے میں پہنچ گئے۔ یہاں گولڈ مین کے چند ساتھی کچھ لوگوں کے سامنے تھے۔ آنے والے کاؤبوائز اسٹائل کے سوٹ پہنے ہوئے تھے اور خاصے چست و چالاک نظر آرہے تھے۔ گولڈ مین کو دیکھ کر اس کے ساتھی پیچھے ہٹ گئے۔

"جاؤ تم لوگ۔ مہمانوں سے میں خود بات کر لوں گا" گولڈ مین نے نہایت نرم لہجے میں کہا او کے ساتھی پیچھے ہٹ گئے۔ تب گولڈ مین نے بڑے پیار سے ان لوگوں کو دیکھا ---- "تم میں سے ہے اور ایک میکو' ٹھیک ہے نا؟" وہ بے تکے انداز میں ہنس دیا۔ لیکن سامنے کھڑے ہوئے لوگوں جواب نہیں دیا تھا۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا آفیسر؟" گولڈ مین نے بدستور نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہم یہاں ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرنے نہیں آئے ہیں۔ تم سے کچھ بات کرنی ہے" میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اوہ' اپنے بارے میں یا ایڈگر کی طرف سے؟"

"ایڈگر کی طرف سے"

"کیوں ایڈگر کی جنس تبدیل ہوگئی ہے کیا؟ وہ خود نہیں آسکتا تھا؟"

"کیا تم اس کے ہم پلہ ہو جو وہ تمہارے پاس آتا"

"تو پھر تم میرے ہم پلہ ہو؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"گولڈ مین! تلخ باتیں مت کرو' اور یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ کہ جو کچھ ایڈگر نے کہا ہے' اسے ور اس پر عمل کرنے کا وعدہ کرو" اسی شخص نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"اوہ' میرے حق میں یہی بہتر ہے" گولڈ مین نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"یقیناً" اس شخص نے جواب دیا۔

"لیکن پیارے دوستو! یہ تو بتا دو کہ تم میں میکو کون ہے اور بڈ کون ہے؟"

"میں بڈ ہوں" اسی شخص نے کہا جو اب تک بولتا رہا تھا۔

"اور میرا جواب ایڈگر تک تم ہی پہنچاؤ گے؟ میرا مطلب ہے تم اس کے خاص آدمی ہو نا؟"

"یقیناً' یقیناً" بڈ نے جواب دیا۔

"تب پھر ان لوگوں کی کیا ضرورت ہے" گولڈ مین نے دوسرے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اور یا ہی لگا جیسے کسی بوتل کا کارک بار بار کھل رہا ہو لیکن کیمپ کے عقبی حصے میں گونجنے والی چیخیں بے حد ز تھیں۔ خود بڈ کو بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کے ساتھیوں کو اچانک کیا ہوگیا۔ وہ سب زمین پر گر کر رہے تھے۔

"دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لو پیارے دوست! اس کے بعد گفتگو کریں گے" اس نے بڈ کو مخاطب کر کے اور پھر جلدی سے بولا ---- "ہاں ہاں' تم ایسی کوئی حرکت نہ کرو جس پر مجھے تمہارے سینے میں بھی خون اگلتا سوراخ بنا دینا پڑے۔ اس لیے ہاتھ اوپر اٹھا لو میرے دوست!" گولڈ مین آہستہ لہجے میں بولا۔

"بڈ نے دہشت زدہ نگاہوں سے اپنے تڑپتے ہوئے ساتھیوں کو دیکھا اور پھر گولڈ مین کے ہاتھ میں بدید ساخت کی ایک چھوٹی اسٹین گن کو اور پھر اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

میں اور سردارے بھی منہ کھول کر رہ گئے تھے۔ ہم دونوں کے ذہن میں یہ گمان بھی نہ تھا کہ گولڈ وئی ایسا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے جس بے دردی سے چھ انسانوں کو قتل کروا دیا تھا' اس سے اس کی خوفناک یت کا احساس ہوتا تھا۔

"ہاں تو پیارے بڈ! بتاؤ کیا پیغام تھا ایڈگر کا؟" گولڈ مین بولا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اسٹین گن گولیوں کی ایک باڑ ماری' اور بڈ کے پیروں کے نزدیک ایک قطار میں مٹی اکھڑتی چلی گئی۔ "بول بھی دے ے لال! کیوں نخرے کر رہا ہے؟"

"کیا ایڈگر کی دشمنی مول لے کر تم یہاں زندہ رہ سکو گے؟"

"کون بے وقوف زندہ رہنا چاہتا ہے؟ مگر تم زندگی کی بات کیوں نہیں کرتے۔ آخری بار کہہ رہا ا کہ ایڈگر کا پیغام دہرا دو ورنہ اس کے بعد تم کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہ جاؤ گے"۔

"اس نے کہا ہے کہ یہاں اپنا دھندہ بند کر دو۔ ہمارے کاروبار کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ یہ علاقہ ہمارا ' یہاں تم کسی قیمت پر نہیں رہ سکو گے" اس نے بدحواس انداز میں کہا۔

"اوہو' واقعی' یہ تو ٹھیک ہے۔ ایڈگر اس علاقے میں بہت بڑی طاقت ہے لیکن بھائی! زندہ بھی رہنا ہے۔ تم خود بتا دو۔ تو ایسا کرو میرے دوست کہ ایڈگر کے پاس جاؤ اور اپنے ان چھ ساتھیوں کو لے جاؤ اور اس سے کہو کہ جتنا وقت گزارنا ہے' گزار لے۔ وقت سے پہلے دنیا کیوں چھوڑنا چاہتا ہے۔ جیمز! جیپ لے آئے؟"

"لیس چیف!"

"ارے تو بلاؤ نا اپنے ساتھیوں کو۔ ان سے کہو کہ مہمانوں کی لاشیں اٹھا کر گاڑی میں ڈال دیں۔ ایسی بھی کیا بداخلاقی۔ یہ تو ہمارا فرض ہے اور فرض پورا کرنا چاہیے۔ اور ہاں' تم میں سے ایک ادھر آ" اس نے کہا اور اس کا ایک ساتھی اس کے قریب پہنچ گئے۔

"ذرا مسٹر یڈ کے پستول تو ان کے ہولسٹر سے نکال لو" اور گولڈ مین کے ایک آدمی نے اس کی تعمیل کی۔ باقی لوگ لاشوں کو جیپ میں بار کرنے لگے تھے۔

گولڈ مین خاموشی سے کھڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ پھر جب کام مکمل ہو گیا تو اس نے بڑے پیارے بڈ! اب تم یہ جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے جاؤ اور ہاں' میرے پیغام کا کوئی لفظ بھول نہ جانا"۔

بڈ باول ناخواستہ جیپ میں جا بیٹھا اور پھر وہ جیپ اسٹارٹ کر کے اس طرح بھاگا کہ پلٹ کر نہ دیکھا۔ گولڈ مین بے ساختہ قہقہے لگا رہا تھا اور پھر وہ شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "بڑا ہی مسخرہ ہے یہ ایڈگر۔ ایسے ایسے تماشے کرتا ہے کہ ہنسی آتی ہے۔ آؤ چلیں۔ ان چھ لاشوں کو دیکھ کر اسے یقیناً روحانی خوشی ہو گی۔ اب دیکھو نا لاشوں کا تحفہ تو بڑے بے تکلف دوست ہی بھیج سکتے ہیں اور بے تکلف دوستوں کو دیکھ کر دلی مسرت تو ہوتی ہی ہے"۔

ہم دونوں خاموشی سے اس کے ساتھ واپس ہو گئے "بڑا اچھا موڈ ہو گیا ہے۔ آج گٹار سنا میری جان آج تیری طرف سے چرس میں بانٹ دوں گا"۔ گولڈ مین نے گردن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

بہرحال جو کچھ ہوا تھا' وہ زیادہ دلچسپ نہیں تھا اور اس کے نتائج خاصے خطرناک نکل سکتے تھے۔ گولڈ مین نے جس دلیری کا ثبوت دیا تھا' وہ قابل داد ضرور تھی لیکن اس کے بعد وہ جس لاپرواہی کا ثبوت دے رہا تھا' یہ ایک احمقانہ حرکت تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ایڈگر اگر بالکل ہی چوہا نہیں ہے تو ان کی چھ لاشیں برداشت نہیں کر سکے گا اور کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔ میرا خیال تھا کہ گولڈ مین کو اس کے لیے تیار رہنا چاہیے لیکن گولڈ مین اس طرف سے لاپرواہ نظر آ رہا تھا۔

"سردارے!" میں نے آہستہ سے سردارے کو آواز دی۔

"کیا بات ہے استاد؟" سردارے بھی اسی انداز میں بولا۔

"کیا خیال ہے تمہارا؟"

"پھڈا ـــــــ!" سردارے نے جواب دیا۔

"بالکل ٹھیک! لیکن میرا خیال ہے اس میں کچھ وقت لگے گا"

"ممکن ہے!"

"یہ پر گوشت گدھا گٹار بجانے کی بات کر رہا ہے"۔

"تو ہمارا کیا بگڑتا ہے استاد۔ گولیوں کی آواز گٹار کی آواز سے ہم آہنگ ہو کر کافی خوبصورت لگے گی۔ تم گٹار بجاؤ' ایڈگر کا معاملہ گولڈ مین جانے"۔

"نہیں سردارے ہم اس کی مدد کریں گے"۔

"استاد بولتا ہے تو ضرور کریں گے" سردارے نے کہا۔

"ارے کیا شروع کر دی تم نے؟" گولڈ مین نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے گولڈ مین۔ چلو گٹار لے آئیں"۔

"ہاہا۔ یقیناً' یقیناً" گولڈ مین ہنس کر بولا۔

اور پھر دیوانگی کا دور شروع ہو گیا۔ گولڈ مین پاگل ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھی۔ اس نے دل کھول کر نشہ آور ادویات بیویوں میں تقسیم کی تھیں۔ میں گٹار بجا رہا تھا اور سردارے چاروں طرف سے چوکنا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ اگر کوئی ہنگامہ ہو گیا تو یہ بے چارے ہی بری طرح مارے جائیں گے۔

رات کے ڈھائی بجے تک ہم ہنگامہ کرتے رہے لیکن کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔ دونوں لڑکیاں ہمارے ساتھ تھیں اور خوب کھل گئی تھیں۔ انہوں نے بھی نشہ آور ادویات استعمال کی تھیں۔ ہم ان کے ساتھ ان کے خیمے میں آ گئے۔ سردارے نے دوسرا خیمہ استعمال کیا تھا۔ لیکن میں نے اسے تلقین کر دی تھی کہ رات کو ہوشیار رہے لیکن صبح ہو گئی اور کچھ نہیں ہوا۔ البتہ ناشتے پر بھی گولڈ مین خوب قہقہے لگا رہا تھا۔ پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا:

"کچھ بھی ہے مسٹر میگوئن لیکن یہ ایڈگر ہے ذہین انسان"

"کیوں' کوئی خاص بات ہوئی ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں خاص بات ہی سمجھ لو۔ دشمن کو چھیڑ کر میں غافل ہو جانے کا عادی نہیں ہوں۔ رات بھر میرے آدمی ہتھیاروں سے لیس چاروں طرف چھپے رہے۔ اگر ایڈگر حملہ کرتا تو اپنی زندگی کے بدترین نقصان سے دوچار ہوتا لیکن اس نے پہلی عقل مندی یہی کی کہ رات کے کسی حصہ میں ہمارے اوپر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ابھی اس کا ایک آدمی پھر میرے پاس آیا تھا۔

"بہت خوب!" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"وہ بھی اس کا پیغامبر تھا لیکن میں نے اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا"۔

"کیا پیغام لایا تھا؟"

"ایڈگر نے میرے تحفے کا شکریہ ادا کیا تھا اور جیپ واپس کر دی تھی۔ اس نے کہلوایا ہے کہ جنگ شروع ہو گئی ہے اور ہم دونوں کو اچھے دشمنوں کی طرح اصولوں کے ساتھ لڑنا چاہیے۔ بات صرف اس علاقے پر اقتدار کی ہے۔ اگر ہم نے اندھا دھند لڑنا شروع کر دیا تو پھر یہ کیمپ خالی ہو جائے گا اور ہم کاروبار کہاں کریں گے ـــــــ چنانچہ اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی ہے اور کہا ہے کہ اپنے جتنے بھی آدمی لا سکوں اولڈ کیمپ پر لے آؤں اور وہاں ہم دونوں دل کی حسرت نکال لیں۔

"اولڈ کیمپ؟" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک سنسان جگہ ہے"۔

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"بس اس سے کہا ہے کہ دن اور وقت کا تعین کر کے مجھے اطلاع کر دے"۔

"ہوں" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ نہ جانے کیوں کوئی چیز میرے ذہن میں الجھ ر تھی" تم اس شخص سے تھوڑے بہت بھی واقف نہیں ہو گولڈ مین؟"

"مکار انسان تو نہیں ہے؟"

"کیا مکاری کرے گا۔ تمہارا دوست اس سے کمزور نہیں ہے"۔

"کیا تمہارے آدمی اپنی جگہ سے ہٹ گئے؟"

"نہیں میری جان' پوری نگرانی کی جا رہی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میں دشمن کو چھیڑ کر غافل ہو جانے کا عادی نہیں ہوں۔ ابتداء میں تو میری یہی خواہش تھی کہ مجھے یہاں کچھ مہلت مل جائے۔ اپنی طرف سے میں نے کوئی بھرپور کوشش نہیں کی لیکن دل میں حسرت ضرور تھی کہ ایڈگر سے دو دو ہاتھ ہوں اور میں نے تیاریاں جاری رکھیں اور اب میں اس سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ـــــــ"

"اوہ گولڈ مین ـــــــ اٹھو" میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

"کیا ہوا؟" گولڈ مین نے حیرت سے پوچھا۔

"آؤ ـــــــ" میں تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔ گولڈ مین بھی متحیرانہ انداز میں میرے ساتھ ہی خیمے سے باہر نکل آیا تھا۔ "وہ جیپ کہاں ہے جو ایڈگر..... نے واپس کی ہے؟" میں نے گولڈ مین سے پوچھا۔

"جیپ باہر موجود ہے' لیکن کیوں؟"

"مجھے اس کے پاس لے چلو گولڈ مین" میں نے کہا۔

"آؤ ـــــــ مگر بات کیا ہے؟ میں سمجھ نہیں سکا" گولڈ مین متحیرانہ انداز میں بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سوچ رہا تھا' ممکن ہے میرا خیال غلط ہو' ہاں اگر ایڈگر احمق آدمی نہیں ہے تو یہ اس کے لیے بہترین موقع تھا۔

"جیپ خیمے کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی تھی۔ میں اور گولڈ مین جیپ کی طرف بڑھ گئے۔ سردار بھی ہمارے ساتھ آ رہا تھا۔ حالانکہ اگر میرا اندازہ درست تھا تو اس وقت جیپ پر چڑھنا..... شدید خطرناک تھا۔ لیکن بہرحال جو کچھ میں نے کہا تھا' اس کی تصدیق کرنے کے لیے ضروری تھا کہ میں جیپ پر چڑھ کر اس کا جائزہ لوں۔

گولڈ مین میرے نزدیک ہی کھڑا تھا۔ میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیا اور جیپ پر چڑھ کر اس سے کان لگا دیے۔ میرے کان کسی مخصوص آواز کی تلاش میں تھے اور اچانک میرا دل مسرت سے اچھل پڑا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ٹک ٹک کی ہلکی ہلکی سی آواز جیپ سے ابھر رہی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے دیوانہ وار سیٹوں کے نیچے اور ہر اس حصے کے نیچے جھانکنا شروع کر دیا' جہاں میری مطلوبہ چیز بر آمد ہو سکتی تھی۔

"آواز اس قدر مدھم تھی کہ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ کسی بند جگہ سے ابھر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے انجن کا بونٹ اٹھا دیا اور اس کا گہری نظروں سے جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے وہاں سے ہٹ کر پیٹرول ٹینک کے قریب ہر اس جگہ کو تلاش کرنا شروع کر دیا جہاں کوئی خلا ہو اور اس میں کوئی چیز رکھی جا سکتی۔ ایک بار میں اچھل پڑا۔ کیونکہ ایک چوکور بکس صاف نظر آ گیا تھا اور بکس کے نزدیک سے ٹک ٹک کی آواز بہت

اور صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اندر ہاتھ ڈالا اور چوکور بکس محفوظ جگہ سے اٹھا لیا۔ میرا اندازہ درست تھا۔

وہ ٹائم بم تھا۔ دوسرے لمحے گولڈ مین میرے نزدیک پہنچ گیا۔ ہم نے ٹائم بم میں لگا ہوا وقت دیکھا۔ اب سے ٹھیک دس منٹ کے بعد یہ ٹائم بم بلاسٹ ہو سکتا تھا۔

گولڈ مین کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے۔ دوسرے لمحے اس نے ٹائم بم میرے ہاتھ سے لے کر ناکارہ کر دیا اور پھر وہ جیپ سے ٹک کر آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ چند منٹ اسی خاموشی سے گزر گئے۔ میں بے حد مطمئن تھا۔ میں نے جو کچھ سوچا تھا' وہ اس حد تک درست نکلے گا' اس کا یقین تو مجھے بھی نہیں تھا۔ پھر گولڈ مین نے آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں بے حد عقیدت تھی۔ پھر بولا:

"صرف اتنا کہوں گا مسٹر میگوئن کہ میں نے تمہارے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ مسٹر میگوئن اگر مکلینو کو کوئی چوٹ دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو اس میں اتفاق بھی ہو سکتا ہے لیکن میرے دوست میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہر کام صرف اتفاق کی مدد سے نہیں ہو سکتا۔ میں تمہاری ذہانت کا اعتراف کرتا ہوں"۔

"شکریہ گولڈ مین! میرا خیال ہے تم نے جو میری توصیف کی ہے۔ وہ کافی ہے اور مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں ہے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوں مسٹر میگوئن"

"خیر۔ اب یہ تو یہاں کی بات نہیں۔ ہم نے ایڈگر کی کوشش ناکام بنا دی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس معمولی سی کوشش کا مطلب کیا تھا"

"میں سمجھتا ہوں میرے دوست' میں سمجھتا ہوں" گولڈ مین مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا" میں نے پوچھا۔

"آؤ' واپس چلیں" اس نے کہا۔ پھر اس نے ایک دوستانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں خیمے کی طرف واپس چل پڑے۔

"یہ کوشش صرف ایک چھوٹی سی انتقامی کارروائی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ پیٹرول ٹینک کے نزدیک رکھا ہوا ٹائم بم اگر پھٹتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ قرب و جوار میں کہاں تک کتنی تباہی پھیلتی۔ ظاہر ہے پیٹرول اچھلتا اور خیمے لپیٹ میں آ جاتے۔ گویا ابتدائی قدم کے طور پر یہ ایڈگر کا انتقام ہو گا۔ یعنی ان چھ افراد کی موت کا انتقام لیکن شکر ہے کہ ایک اچھے اور ذہین دوست کی مدد سے اس کی یہ کوشش ناکام ہو گئی ـــــــ"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ ہم دونوں واپس گولڈ مین کے خیمے میں آ گئے۔ گولڈ مین نے بڑے احترام کے ساتھ مجھے بٹھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ خاموشی سے میری شکل دیکھ رہا تھا اور میں ایڈگر کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ گولڈ مین کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا کہ وہ طاقتور انسان ہے' ذہین بھی ہے لیکن شاید مکار نہیں۔

ابھی تک اس کے ساتھ میں نے جو کچھ کیا تھا' اس نے اس پر بھرپور بھروسہ کیا تھا حالانکہ کوئی بھی چالاک شخص اسے ایسے بڑے ذخیرے کی اطلاع دے کر اس سے اچھی خاصی رقم اینٹھ سکتا تھا۔ یہ دوسری

بات ہے کہ گولڈ مین بعد میں اس کا جانی دشمن ہو جاتا اور بعد میں اسے خاصا نقصان پہنچا دیتا۔ لیکن ر
والا آدمی مزید چالاک ہوتا تو اسے اس کا موقع ہی نہ دیتا۔ اس سے گولڈ مین کو اچھی خاصی چوٹ ہو سکتی

"تو اب کیا پروگرام ہے گولڈ مین؟" میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ چونک پڑا۔

"پروگرام......؟" اس نے خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں... پروگرام!"

"ایڈگر بہرحال ایک خطرناک دشمن ہے لیکن وہ میرے حواس پر مسلط نہیں ہو سکتا۔"

"یقیناً اس کی ضرورت بھی نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"چنانچہ میں اس کا چیلنج قبول کر چکا ہوں۔ اس کی طرف سے مجھے اطلاع مل جائے تو میں ا
جنگ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تم یقین کرو میرے دوست کہ وہ دن ایڈگر کا اس کیمپ میں آخر
ہو گا۔"

"ٹھیک ہے" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ میں اس مسئلہ کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دے
ویسے میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کرید پیدا ہو گئی تھی۔ یہ ایڈگر اس مسئلہ میں بلاوجہ کود پڑا تھا ورنہ
ہو جاتا' اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا' یہ دوسری بات ہے کہ میں بھی گولڈ مین کا ساتھ دیتا لیکن کام کے بعد

"تم نے اپنے کام کا کیا کیا میگوئن؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"میرا کام؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ یہ جھگڑے تو چلتے ہی رہتے ہیں۔ دیکھیں گے کون جیتتا ہے' کون ناکام ہوتا ہے لیکن ا
جاری رہنا چاہیے۔ میں ان نمونوں کا رکا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں" گولڈ مین نے کہا۔

"اوہ' نمونے تو تمہیں صرف ایک گھنٹے میں مل سکتے ہیں" میں نے جواب دیا۔

"کیا؟" گولڈ مین اچھل پڑا۔

"ہاں صرف ایک گھنٹے میں اور شاید اس سے بھی پہلے" میں نے کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ اگر ایسی بات تھی تو اب تک تم نے کیوں وقت ضائع کیا"۔

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی گولڈ مین۔ بس میں نے سوچا جلد بازی اچھی چیز نہیں ہوتی"۔

"تو پھر جلدی سے نمونے میرے پاس پہنچا دو میرے دوست!"

"سوچ لو گولڈ مین۔ یا تو تم ایڈگر سے نمٹ لو یا پھر جیسی تمہاری رائے"۔

"ایڈگر سے نمٹ لیا جائے گا۔ وقت کا تعین تو اس نے ہی کرنا ہے میگوئن' اس کے علاوہ تم
رہو۔ یہ حقیقت ہے کہ جیپ کے معاملے میں میں دھوکا کھا گیا تھا۔ میں نے یہ بات بھی سوچی تھی کہ ایڈ
شریف کیوں ہو گیا کہ اس نے وہ جیپ اس آسانی سے واپس کر دی۔ لیکن میرے ذہن میں یہ خیال نہ
کہ اس نے اتنی چھچھوری حرکت بھی کی ہو گی"۔

"یہ چھچھوری حرکت وہ پھر بھی کر سکتا ہے گولڈ مین"۔

"اوہ..... ہاں یقیناً......" گولڈ مین نے تھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"تم کیمپ میں آنے سے کسے روک سکتے ہو اور ایک شخص کوئی بھی کارروائی کر سکتا ہے" میں
کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن ایڈگر کو اس سے کیا حاصل ہو گا"۔

"کیا مطلب؟"

"نہیں میرے دوست۔ میرا خیال ہے یہی ایک کارروائی ایسی تھی جو ایڈگر کرنا چاہتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے
کہ ہم نے ان کیمپوں کو جنگ کا میدان بنا دیا تو پھر کاروبار کہاں کریں گے۔ ظاہر ہے کچھ لوگ زخمی ہوں
گے' کچھ مریں گے اور پھر کیمپ خالی ہو جائے گا اور کیمپ کا خالی ہو جانا ہم دونوں ہی کے لیے بالکل بے مقصد
اور نقصان دہ ہو گا"۔

"ہوں------ بہر صورت------" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"تو وہ نمونے؟" گولڈ مین بولا۔

"میں منگوا دیتا ہوں۔ تم انتظار کرو"۔

"ٹھیک ہے' میں منتظر ہوں" گولڈ مین نے کہا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں واپس خیمے میں آیا
تو سردار ے یہاں موجود تھا۔ میرے اشارے پر وہ واپس خیمے میں پہنچ گیا تھا۔

"استاد" مجھے دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"ہوں۔ کیا بات ہے؟"

"میں بیٹھا تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کہاں سے لائے ہو یہ دماغ؟"

"اس کا فیصلہ بعد میں کر لیں گے۔ فی الحال تم جاؤ اور نمونے اٹھا لاؤ"

"اوہ۔ نمونے خیمے میں ہیں؟"

"ہاں۔ جہاں ہمارا سامان رکھا ہے' وہاں زمین کھدی ہوئی ہے۔ مٹی یونہی ہموار کر دی گئی ہے۔
وہاں پیکٹ رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں احتیاط سے اٹھا لاؤ۔

آل رائٹ باس" سردار نے مستعد ہو کر کہا اور پھر وہ خیمے سے باہر نکل گیا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم گولڈ مین کے سامنے بیٹھے ہوئے منشیات کے پیکٹ دیکھ رہے تھے۔ ان
میں چرس کے پیکٹ' انجکشن اور نہ جانے کیا کیا الابلا بھری ہوئی تھی۔ گولڈ مین ایک ایک چیز کھول کر سونگھ رہا
تھا۔ دیکھ رہا تھا' چکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔

"کتنا بڑا ذخیرہ ہے یہ؟" اس نے جواب دیا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں گولڈ مین" میں نے جواب دیا۔

"بس تو مجھے اجازت دو میرے دوست۔ میرا خیال ہے شاید میں آج ہی اس کے لیے کوئی مناسب
بندوبست کر سکوں"۔

"میری طرف سے بہت زیادہ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بھی جس طرح تم چاہو کرو"۔

"تم انوکھے انسان ہو۔ خدا کی قسم تم نے قدم قدم پر مجھے متحیر کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کیمپ میں
ایسی بھی کوئی شخصیت ہو گی' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا" گولڈ مین نے کہا۔

"ٹھیک ہے------ ہم تمہارا انتظار کریں گے"۔

"رات کو ملاقات کروں گا میرے دوست" گولڈ مین نے جواب دیا اور پھر وہ خیمے سے باہر نکل آیا۔
ہم لوگ بھی اس کے ساتھ تھے۔ ہم اپنے خیموں کی طرف چل پڑے اور گولڈ مین ہمیں خیمے تک چھوڑ کر چلا

گیا۔

سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا:

"استاد ایک بات کہوں؟"

"ہاں۔ ہاں ضرور"

"بات دراصل یہ ہے استاد کہ تمہاری صحبت میں رہ کر' حالات کو دیکھ کر کچھ ذہن اس قسم کا ہو گیا ہے کہ کسی اجنبی آدمی پر بھروسہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔۔۔۔" سردارے نے کہا۔

"وضاحت کرو اس بات کی۔"

"کیا گولڈ مین کی نیت خراب نہیں ہو سکتی؟" سردارے نے پوچھا۔

"کس لحاظ سے؟"

"دیکھو نا استاد' ہم خیمے میں ہیں۔ اگر دھوکے سے ہمیں پکڑ لیا جائے اور پھر ہم سے ان ذخائر کے بارے میں معلوم کیا جائے تو میرا خیال ہے ہم اعتماد کی وجہ سے مارے جائیں گے۔"

"ہوں۔ اچھی سوچی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ گولڈ مین اس قسم کا آدمی نہیں ہے۔"

"ہمیں ہر اس آدمی نے دھوکا دیا ہے استاد' جسے ہم نے برا آدمی نہیں سمجھا۔"

"لیکن ہم دھوکا کھا گئے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ لیکن اسی طرح ہمیں گولڈ مین سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے سردارے۔ تمہارا خیال بھی درست ہے۔ میں ہوشیار رہوں گا۔"

"بس باس۔ یہی کہنا تھا" سردارے نے مطمئن ہو کر کہا۔

"ویسے یہاں وقت اچھا خاصا گزر رہا ہے" میں نے سردارے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ حسن و عشق کی چاشنی بھی ہے' حسین صورتیں بھی ہیں اور گولیوں کی دنادن بھی۔ گویا فارمولا مکمل ہو گیا ہے۔"

"مزا نہیں آ رہا؟"

"اے مزا تو استاد بس تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں تم ہو وہاں مزے ہی مزے ہیں" سردارے نے کہا۔

"لڑکی کیسی نکلی؟"

"ہائے ہائے یہ نہ پوچھو۔ دنیا کے ہر خطے کی لڑکی ایک جیسی ہوتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"نرم و نازک' حسین' محبت کرنے والی' بظاہر خود کو بے پناہ جدید اور ذہین سمجھنے والی لیکن اندر سے احمق۔ مرد کی آغوش میں موم بتی کی طرح پگھل جانے والی۔ یہ ہے عورت اور ہر حصہ کی عورت یکساں۔"

"ہوں۔ تو آج کل عورت پر ریسرچ ہو رہی ہے"

"آج کل نہیں استاد۔ یہ ریسرچ طویل عرصہ سے جاری ہے۔"

"کس نتیجہ پر پہنچے؟" میں نے پوچھا۔

"پہنچنا بھی نہیں چاہتا استاد۔ نتیجہ تو میرے خیال میں انتہا ہی ہو گی۔"

"فلسفی بنتے جا رہے ہو۔"

"عورت کا فلسفہ' میرا خیال ہے' دنیا کے ہر مرد کی شدید ضرورت ہے اور اس کے بارے میں جاننے کی جتنی کوشش کی جائے عقدے کھلتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے باس کہ اس کا اختتام کہاں ہو سکتا ہے۔"

"اچھا اچھا بس فضول باتوں سے گریز کرو۔ اس ایڈگر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے باس!"

"ہاں۔ میرا بھی یہی خیال ہے اور اس کے برعکس گولڈ مین بہادر ضرور ہے' طاقتور بھی ہے۔ تھوڑا بہت چالاک بھی ہے لیکن اس حد تک نہیں جتنا ایڈگر۔ ایڈگر لومڑی ہے اور گولڈ مین سامنے سے حملہ کرنے والا شیر!"

"شیر کسی شکاری کے سامنے آ کر مار بھی کھا جاتا ہے باس"۔

"ہاں پھر اسی کے مقابلے میں چالاکی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔"

"اور ایسی حالت میں صرف شیر بننے سے کام نہیں چلے گا۔"

"ٹھیک ہی کہتے ہو سردارے۔"

"لیکن باس تم اس کے لیے فکرمند ہو؟"

"ہاں۔ سردارے!"

"کیوں؟"

"وہ ہمارا دوست ہے اور بہرحال کاروبار کے علاوہ ہستی بذات خود ایک حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح وہ ہمارے ساتھ پیش آیا ہے' اس کے تحت ہمارے اوپر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ اور ہم یہ ذمہ داریاں پوری کریں گے۔ بے شک ایڈگر چالاک ہے لیکن ہم گولڈ مین کی مدد کریں گے اور اس کے لیے ایڈگر پر نگاہ رکھیں گے۔"

"رائٹ باس" سردارے نے مستعدی سے کہا۔

رات کو گولڈ مین نے بدستور ہمیں کھانے پر مدعو کیا۔ وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا "تقدیر ہماری پوری طور پر مدد کر رہی ہے مسٹر میگوئن" اس نے کہا۔

"خوب۔ کیا پوزیشن ہے؟"

"بات ہو گئی ہے۔"

"بہت خوب۔ کیا شرائط ہیں اور پارٹی کون سی ہے؟"

"بالکل اتفاقیہ طور پر برٹش ایسٹ افریقہ سے ایک پارٹی آئی ہے۔ کیش ادائیگی کرے گی' مال کا نمونہ اسے دے دیا گیا تھا۔ ادائیگی ہماری مرضی کے مطابق ہو گی۔"

"ڈالر میں؟"

"ہاں۔ اس کی پیشکش خود انہوں نے کی ہے۔ درمیان میں ایک بروکر ہے جسے میں ہاف پرسنٹ ادا کروں گا۔ اسی نے ہمیں یہ پارٹی دی ہے۔"

"کیا سارے معاملات طے ہو گئے؟"

"ہاں۔ وہ ہمارے دیئے ہوئے ریٹ پر تیار ہیں؟"

"رقم کس وقت ملے گی؟"

"ڈیلوری کے وقت' اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے والی بات ہو گی"۔

"ہوں" میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بہرحال میں احمق انسان نہیں تھا۔ اب اتنی تمیز تو رکھتا تھا کہ کس طرح کیا جا سکتا ہے اور اگر کام کے دوران کوئی گڑبڑ ہو تو اس سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے۔

"میں نے بھی ابتدائی بات چیت کی ہے۔ اس سے آگے کی گفتگو بعد میں ہو گی۔ اس دوران شرائط ہوں تو ضرور بتاؤ!"

"شرائط کوئی خاص نہیں ہیں گولڈ مین۔ سوائے اس کے کہ کاروبار نیٹ ہو۔ تم جانتے ہو کہ ایسے کاموں میں کس قدر گھپلا ہوتا ہے۔ پارٹی کے بارے میں پوری پوری معلومات فراہم ہونی چاہئیں"۔

"بس بروکر سے میں نے بات چیت کی ہے' وہ بے حد قابل اعتماد ہے اور پارٹی اس کے لیے قابل اعتماد۔ میرا خیال ہے کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی"۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین۔ اگر تم مطمئن ہو تو پھر ہمارا کچھ سوچنا بے کار ہے" میں نے جواب دیا۔

"بالکل میرے دوست۔ تم بالکل بے فکر رہو۔ جو کچھ بھی ہو گا' ٹھیک ہو گا اور تمہیں نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں ہے" گولڈ مین نے کہا اور پھر ایک مخصوص وقت کا تعین ہو گیا اور ہم دونوں اپنے خیمے میں واپس آ گئے۔

سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں جانتا تھا وہ بھی اس بارے میں سوچ رہا ہے۔ جب کافی دیر خاموشی سے گزر گئی تو میں نے اسے مخاطب کیا "کس مصیبت میں گرفتار ہو سردارے؟"

"بس اسی بارے میں سوچ رہا ہوں"۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"بس نہ جانے کیوں۔ ذہن ان حالات کو ہضم نہیں کر پا رہا!"

"کیا دقت پیش آ رہی ہے؟"

"یہ جو کچھ ہو رہا ہے کچھ ناپائیدار سا ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے بار بار احساس ہو رہا ہے کہ ہم کمزور بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ کوئی بھی گھپلا ہو سکتا ہے۔ جس انداز میں مال کی ڈیلوی مانگی جا رہی ہے' وہ مجھے کچھ گڑبڑ نظر آ رہا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا استاد کہ ہمیں یہ رقم پہلے مل جائے اور کسی مناسب آدمی کے ذریعے ہم مال کی ڈیلوی دے دیں؟"

"لیکن سردارے دونوں طرف سے ہی یہ صورت پیش آ سکتی ہے۔ کیا مال وصول کرنے والے یہ نہیں سوچ سکتے کہ ہم بھی ان کے ساتھ کوئی دھوکا کر سکتے ہیں"۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن پھر بھی استاد اس سلسلے میں کچھ انتظامات ضروری ہیں!"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"یہی سوچ رہا ہوں استاد"۔

"ظاہر ہے ڈیلوری وہیں پہاڑوں میں دی جائے گی اور رقم بھی وہیں وصول ہو گی۔ اس لیے ہمیں جو

ی انتظامات کرنے ہیں' انہی پہاڑوں میں کرنے ہوں گے۔

"میرا بھی یہی مقصد تھا استاد کہ کچھ انتظامات ضرور کیے جائیں"۔

"بھئی ظاہر ہے گولڈ مین ہم سے ایک معقول رقم وصول کرے گا تو مال ڈیلوری کے وقت ہونے والی کسی گڑبڑ کو بھی روکے گا۔ ظاہر ہے کچھ ہو گیا تو ہم کسی پر کلیم نہیں کر سکیں گے۔ اس کے لیے گولڈ مین سے پہلے ہی بات کر لی جائے گی"۔

"بس بس میں یہی کہنا چاہتا تھا" سردارے مطمئن ہو کر بولا۔

"نہیں سردارے اتنی ہی بات سے مطمئن نہ ہو جاؤ"۔

"کیا مطلب؟" سردارے چونک پڑا۔

"تم جانتے ہو سردارے میرے خیالات عام لوگوں سے کسی حد تک مختلف ہوتے ہیں۔ یہ بات تو سکون سے سوچی جا سکتی ہے کہ پہاڑوں میں کچھ لوگوں کو چھپا کر غلط کارروائی سے نمٹنے کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ اور اب اگر ہم اس انداز میں سوچیں کہ ہم سے کاروبار کرنے والے یقیناً ایسے لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ دھوکہ کریں گے تو دھوکا دینے والے بھی تو یہ بات سوچ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ہم نے بھی کوئی بندوبست کیا ہو۔ اور پھر وہ گولڈ مین کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور یہ معلوم کر لینا ان کے لیے مشکل نہ ہو گا کہ گولڈ مین خطرناک آدمی ہے' چنانچہ وہ اپنے طور پر بھی بندوبست کر سکتے ہیں۔ اب رہ گئی ہماری پوزیشن تو ہمیں کوئی ایسا ہی کام کرنا چاہیے جو ان لوگوں کے خیالات سے کسی حد تک مختلف ہو" میں نے کہا۔

"وہ کیا استاد؟" سردارے کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"سنو سردارے ہمیں ریڈیو کنٹرول ڈائنامائٹ درکار ہوں گے"۔

"اوہ۔ وہ کس لیے استاد؟"

"پلیز سردارے اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ کرو۔ کچھ معاملات صرف میرے لیے رہنے دو" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے استاد۔ لیکن ریڈیو ڈائنامائٹ کہاں سے مل سکتے ہیں؟"

میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں بھی گولڈ مین ہی سے رجوع کرنا ہو گا۔ دقت صرف اتنی ہے کہ وہ بھی اس بارے میں سوالات کرے گا۔ ظاہر ہے اسے بھی مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہاں ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب بھی نہیں ہے۔ اس لیے اس سے یہی کہنا پڑے گا" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ سردارے خاموش ہی رہا۔

گولڈ مین سخت مصروف تھا۔ ایک طرف وہ اس لیے پریشان تھا کہ ابھی تک ایڈگر کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ دوسری طرف منشیات کے اتنے بڑے سودے کے لیے انتظامات کرنے تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ پھیکے انداز میں مسکرایا۔

"معاف کرنا ڈیئر میگوئن' میرا خیال ہے میں اچھا میزبان ثابت نہیں ہو رہا"

"کس لحاظ سے؟" میں نے پوچھا۔

"بس ان ہنگاموں میں پھنس کر تمہارے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار پا رہا لیکن مجھے معاف کرنا

دوست۔ یہ سودا میرے لیے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد میں اعلیٰ پیمانے پر کاروبار جماکر گا"۔

"یقیناً گولڈ مین" میں نے خلوص سے کہا "لیکن تم نے کیا انتظامات کیے ہیں؟ کیا تم ان کے بارے میں بتانا پسند کرو گے"۔

"دیکھو میگوئن۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کاروبار کسی حد تک اعتماد کی بنیاد پر ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود میں بتا چکا ہوں کہ میں ہر معاملے میں احتیاط کا قائل ہوں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا ہے میرے مسلح ساتھی بہت پہلے سے اس علاقے میں پوشیدہ ہو جائیں گے جہاں سے مال کی ڈلیوری دی جائے گی اور خیال رکھیں گے کہ کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے"۔

"نہایت مناسب پروگرام ہے لیکن میری ایک اور درخواست ہے گولڈ مین!"

"ہاں۔ ہاں کہو!" گولڈ مین نے دوستانہ انداز میں کہا۔

"مجھے کچھ ریڈیو کنٹرول ڈائنامائٹ درکار ہوں گے!"

"اوہ۔ کس لیے؟"

"بس یوں سمجھو ذاتی سلسلے میں۔ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکوں گا!"۔

"کتنی تعداد میں؟"

"جس قدر زیادہ سے زیادہ ہو سکیں" میں نے جواب دیا۔

"ہوں۔ بندوبست ہو جائے گا!"

"تمہیں کب تک چاہئیں؟"

"زیادہ سے زیادہ کل صبح تک" میں نے جواب دیا۔

"مل جائیں گے" گولڈ مین نے جواب دیا اور میں نے سکون کی سانس لی۔ ایک بہت بڑا کام ہو گیا تھا جس سے میں بے حد مطمئن تھا اور اب مجھے کوئی خاص تردد نہیں تھا۔

یہ اتفاق ہی کی بات تھی کہ جس صبح گولڈ مین نے مجھے ڈائنامائٹ فراہم کیے تھے، اسی دن گیارہ بجے گولڈ مین نے مجھے اطلاع دی کہ پارٹی آج ہی مال کی ڈلیوی طلب کرے گی۔ اس کے سارے انتظلات پورے ہو چکے ہیں"۔

"تو تم نے کیا جواب دیا گولڈ مین!"

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد ان کا آدمی میرے پاس جواب طلب کرنے آئے گا! ظاہر ہے تمہاری اجازت کے بغیر میں ان سے ہاں نہیں کہہ سکتا تھا۔ مجھے بتاؤ میں انہیں کیا جواب دوں؟"

"رات کو ساڑھے گیارہ بجے" میں نے جواب دیا "لیکن اس کے ساتھ ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ سودا صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ کوئی گڑبڑ برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں ایک جیپ بھی درکار ہے!"

"سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہوگا" گولڈ مین نے جواب دیا۔ ذہن کو عجیب سی کیفیت کا احساس ہو رہا تھا۔ خون کی روانی تیز ہو گئی تھی۔ سردارے بھی خاموش تھا۔ ہماری مرضی کے مطابق ہمیں جیپ فراہم کر دی گئی اور میں نے خاموشی سے ڈائنامائٹ اس پر بار کیے اور پھر ہم دونوں چل پڑے۔

سردارے کے چہرے پر بھی گہری سنجیدگی طاری تھی۔ وہ بھی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ویسے میں نے کئی بار محسوس کیا کہ سردارے نے کئی بار عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے سردارے تم کسی الجھن کا شکار ہو؟"

"نو چیف۔ بس ایسے ہی سوچ رہا تھا کہ کوئی تعاقب نہ کر رہا ہو" سردارے نے جواب دیا۔

"مثلاً کون؟"

"دیکھو استاد۔ میں کوشش کے باوجود یہ بات دل سے نہیں نکال سکا۔ ہمیں ایک سے خطرہ نہیں ہے بلکہ بے شمار لوگوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔ انٹرپول، مکلینو، وہ پارٹی جس کے ہاتھ ہم مال فروخت کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ گولڈ مین۔ میں کسی قیمت پر گولڈ مین کے خطرے کو ذہن سے نہیں نکال سکتا۔ تم خود غور کرو باس کہ اگر وہ ہمیں ان پہاڑیوں میں بھیج کر خود ہمارا تعاقب کرے اور اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لے جہاں مال پوشیدہ ہے اور اس کے بعد چالاکی سے اپنے آدمیوں کو پھیلا دے۔ یہ ظاہر کرے کہ اس نے ان لوگوں کو ہماری حفاظت کے لیے پھیلایا ہے۔ پھر پروگرام کے مطابق اسی کے کچھ آدمی اس پارٹی کی حیثیت سے آ جائیں۔ مال وصول کریں اور اس کے بعد اس کے پہاڑوں میں پوشیدہ آدمی اسٹین گنوں سے ہمیں بھون ڈالیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"بہت اچھا آئیڈیا ہے سردارے لیکن کچھ دلائل ایسے ہیں جنہیں رد نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی تھوڑی دور چل کر ہم پہاڑوں میں تجربہ کریں گے"

"کیا تجربہ باس؟"

"ان ڈائنامائٹس کا"

"میں اب بھی نہیں سمجھا"۔

"اگر یہ صحیح کام کر رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ گولڈ مین دھوکے باز نہیں ہے۔ ڈائنامائٹ کام کرتے ہیں تو گولڈ مین فیئر آدمی ہے۔ ہم وقت سے پہلے ہوشیار ہو جائیں گے"۔

"بات کسی حد تک درست ہے استاد" سردارے نے گردن ہلائی۔ تھوڑے فاصلے پر جب سویڈن کا پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تو ہم نے ایک پہاڑی مقام پر جیپ روک دی۔ الیکٹرک ڈائنامائٹ کا ایک بکس لے کر میں نے سردارے کو ایک طرف بھیج دیا۔ اس بکس کا نمبر تیس تھا۔ میری تجویز کے مطابق سردارے اس بکس کو ایک چٹان کے پاس رکھ آیا۔ پھر جب وہ میرے قریب پہنچ گیا تو میں نے کنٹرول بکس پر نمبر تیس سیٹ کیا اور پھر دھڑکتے دل کے ساتھ بٹن دبایا۔

ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس چٹان کے ٹکڑے اڑ گئے۔ جس کے نزدیک ڈائنامائٹ رکھا گیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے اس کامیابی پر بے حد خوشی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ گولڈ مین نے دھوکا نہیں کیا۔ کم از کم وہ اپنی حد تک مخلص تھا۔ سردارے بھی کسی حد تک مطمئن نظر آ رہا تھا۔

"اب کیا خیال ہے سردارے؟"

"یہاں تو اب تک سب ٹھیک ہے استاد" سردارے نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے آئندہ بھی ٹھیک رہے گا۔ ہمیں گولڈ مین پر بھروسہ کر لینا چاہیے اور اب صرف

دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچنا چاہیے۔

"ٹھیک ہے استاد" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر ہم چل پڑے۔ قصبے لاگن تک کا سفر اچھا تھا۔ بہرحال پھر بھی ہم نے یہ فاصلہ کافی تیز رفتاری سے طے کیا اور بغیر کسی دقت کے اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئے۔ قرب و جوار کے علاقے سنسان پڑے ہوئے تھے۔ سردارے نے جیپ روک دی اور پھر ہم دونوں نیچے اتر گئے۔ اب ہمیں نہایت پھرتی سے ایسی جگہوں کا انتخاب کرنا تھا جہاں ڈائنامائٹ پھیلائے جا سکیں۔ میں نے نہایت ذہانت سے کام لیتے ہوئے ذہن میں ایک پورا نقشہ ترتیب دیا اور یہ اندازے لگائے کہ کون کون سی جگہیں ایسی ہیں جہاں دشمن کے آدمی پوشیدہ ہو سکتے ہیں اور ایسی جگہیں بھی ذہن میں رکھیں جہاں گولڈ مین اپنے آدمیوں کو چھپاتا اور پھر انتہائی ہوشیاری سے آٹومیٹک ڈائنامائٹ بکس مختلف جگہوں پر پھیلا دیے گئے۔ سردارے اب میرا مقصد سمجھ گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات نظر آ رہے تھے۔

"خدا کی قسم استاد خوب سوچتے ہو" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ڈائنامائٹ بکس کے نمبر ذہن نشین رکھنے ہیں سردارے اور یہ سب سے مشکل کام ہے"۔

"اوہ۔ یقیناً تو کیا تم نے؟"

"ہاں جس بکس کا نمبر چاہو پوچھ لو" میں نے جواب دیا۔

"بس اب اور کچھ نہیں کہوں گا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں" سردارے نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"آؤ" میں نے مسکرا کر اسے اشارہ کیا اور اب ہم کچھ بکس لے کر ان غاروں کی طرف چل پڑے جہاں مال پوشیدہ تھا۔ سارا مال محفوظ تھا۔ میں نے سردارے کی مدد سے بہت سے پیکٹ کھولے اور ان میں بھی ڈائنامائٹ بکس چھپا دیے۔ سردارے سنسنی خیز نگاہوں سے میری کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر جب واپس پلٹے تو سردارے بہت خوش تھا۔ راستے میں وہ بولا:

"اب ہم مطمئن ہیں باس۔ میرا خیال ہے ہم نے مناسب انتظام کر لیا ہے۔ اگر گولڈ مین کسی طرح ناکام ہو جائے' یا اس کے دل میں بدی آ جائے تو ہم اس سے نمٹ سکتے ہیں!" میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔

گولڈ مین اپنے خیمے میں ہی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر پرجوش لہجے میں بولا "ایک اہم بات رہ گئی مسٹر"

"کیا گولڈ مین؟"

"مال کی قیمت کا تخمینہ' وہ پوچھ رہا تھا"

"اسے ایک مخصوص اکاؤنٹ بتا دو۔ باقی حساب بعد میں کر لیا جائے گا"۔

"ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے میں نے ٹھیک کیا"۔

کیا کیا ہے؟"

"میں نے بھی اسے یہی بات کہی ہے اور تخمینہ بھی بتا دیا ہے"۔

"ٹھیک کیا"

"اب ایک کام اور کرنا ہے میگوئن شام سے پہلے" گولڈ مین بولا۔

"کیا؟"

"مجھے وہ علاقہ دکھا دو جہاں ہمیں سودا کرنا ہے تاکہ میں اپنے آدمیوں کو وہیں پوشیدہ کر دوں"۔

"جیک تمہیں وہاں لے جائے گا!" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک چار بجے ہم چلیں گے"۔

"اوکے جیک تیار ملے گا!" میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے نے گردن خم کر دی۔

اس کے بعد میں اپنے خیمے میں واپس آ گیا۔ سردارے بے حد پرجوش تھا۔ گولڈ مین کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی لیکن میں پرسکون تھا۔ اپنے طور پر میں نے جو کچھ کر لیا تھا' اس سے مطمئن تھا۔ اس سے زیادہ کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ یوں بھی اس مال کی مجھے کوئی خاص پرواہ نہیں تھی۔ میرے لیے تو یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ حالانکہ مکلینو نے میرے ساتھ بہت زیادہ برا سلوک نہیں کیا تھا۔ لیکن میرے دل نے اسے شروع سے ہی پسند نہیں کیا تھا۔ وہ جس قدر مغرور تھا' اس کے تحت میں نے سوچا۔ اس کو ایک بار یہ سزا ضرور دوں گا اور پھر اس کی بیٹی جینی۔ بہرحال میں نے جو کچھ کر لیا تھا' کافی تھا۔ اب اگر مال کی قیمت بن جائے تو بہرحال۔ یہاں ایسے لوگ بھی مل جائیں گے جن کے ذریعہ یہ دولت مطلوبہ جگہوں پر ٹرانسفر کرائی جا سکتی تھی۔ مثلاً ان جگہوں پر جہاں کے سفر کا میں ارادہ رکھتا تھا۔

غلام سیٹھ نے مجھے علاقائی سرویئر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد میری حیثیت فیلڈ آفیسر ہو گئی تھی اور ابھی مجھے اس کام سے ایک طویل سفر کرنا تھا۔ لیکن درمیان میں سے غلام سیٹھ کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ بظاہر تو اب میرے لیے کوئی کام نہیں تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں سوئٹزر لینڈ میں جمع شدہ بے پناہ دولت لے کر اور جن جن ذرائع سے بھی دولت حاصل ہوتی' حاصل کر کے اپنے وطن واپس چلا جاتا اور یہاں ایک دولت مند انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا لیکن نہ جانے کیوں اب دنیا سے اتنی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ بس اب تو یہی دل چاہتا تھا کہ ابھی غیر متوازی زندگی بسر کی جائے۔ کہیں بھی زندگی میں یکسانیت پیدا نہیں ہونی چاہیے۔ بعض اوقات تو بہت برے برے خیالات ذہن میں آئے۔ دل چاہتا ایک دہشت پسند زندگی گزاروں۔ انسانوں میں ہراس پھیلاؤں۔ اتنا پریشان کروں کہ وہ دہشت سے چیختے چلاتے پھریں۔

لیکن یہ خیالات بھی کبھی کبھی ذہن میں بیدار ہوتے تھے اور میں نہایت مشکل سے انہیں تھپک کر سلاتا تھا۔

الغرض ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں اور رات کو ہم ایک بار پھر لاگن چل پڑے۔ دو جیپیں تھیں۔ پچھلی میں گولڈ مین کے چار آدمی بیٹھے تھے۔ اس کے آگے کی جیپ میں سردارے' میں' مال خریدنے والی پارٹی کا ایک نمائندہ اور گولڈ مین کا ایک اور آدمی بیٹھا تھا جو ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

لاگن تک کا سفر خاموشی سے کٹ گیا تھا۔ اس دوران تمام لوگ خاموش رہے تھے۔ سب اپنے اپنے طور پر سنسنی محسوس کر رہے تھے۔ ہم نے پارٹی کے بندے سے بھی کوئی خاص بات چیت نہیں کی تھی۔ گولڈ مین ان لوگوں کو لے کر آ رہا تھا۔ اسے ہم سے الگ پہنچنا تھا۔ بہرحال ہم خاموشی سے ان پہاڑیوں میں پہنچ گئے۔ جہاں مزید ڈرامہ مکمل ہونے والا تھا۔ گولڈ مین کو جگہ بتا دی گئی تھی۔

تقریباً پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑا اور پھر دور سے دو بڑی گاڑیوں کی روشنیاں نظر آئیں۔ پارٹی کے

نمائندے نے انہیں سگنل دیے تھے اور گاڑیوں کا رخ اس طرف ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ قریب پہنچ گئیں۔ ان کے انجن بند ہو گئے۔ عمدہ قسم کی بڑی لینڈ روور تھیں۔ ان کے آٹھ آدمی اترے۔ نواں گولڈ مین تھا۔ ہماری گاڑیوں پر لگی سرچ لائٹیں روشن ہو گئیں اور تھوڑی دور تک کا علاقہ منور ہو گیا۔ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ پیچھے اترنے والے گولڈ مین کے ساتھ ہمارے پاس پہنچ گئے!

"ہیلو!" ان میں سے ایک نے کہا۔ یہ سیاہ فام تھا اور خاصا اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ "میرا نام شیگی ہے" اس نے کہا۔

"اور مسٹر شیگی یہ مسٹر میگوئن ہیں اور یہ ان کے ساتھی جیک!" گولڈ مین نے آگے بڑھ کر تعارف کرایا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ میرا خیال ہے رسمی گفتگو ہم میں سے کسی کو پسند نہیں ہوگی۔ اس لیے میں براہ راست معاملے کی بات پر آنا چاہتا ہوں" شیگی نے کہا۔

"بہت اچھی بات ہے" گولڈ مین نے کہا۔

"مطلوبہ رقم میں لے آیا ہوں۔ مال کہاں ہے؟"

"کیا خیال ہے گولڈ مین" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے مال بھی منگوا لیا جائے اور رقم اور مال کا تبادلہ ہو جائے"۔ گولڈ مین نے جواب دیا۔

"مسٹر جیک آپ ان لوگوں کے ساتھ مل کر غار خالی کرا لیں"۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ہمیں مال وہیں چیک کرا دیں۔ اسے لے جانا ہماری ذمہ داری ہوگی"۔

"اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے" میں نے کہا اور پھر میں ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔ غار میں پہنچ کر میں نے مال شیگی کے سامنے کر دیا اور اس نے کئی پیکٹ چیک کیے۔ پھر مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔

"میرا خیال ہے ٹھیک ہے۔ رقم کی ادائیگی کر دی جائے۔ کیا آپ کے پاس کچھ ایسے لوگ موجود ہیں مسٹر گولڈ مین' جو یہ مال غار سے نکلوا دیں" شیگی نے پوچھا۔

"بس یہی چند افراد ہیں" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"خیر ہمارے آدمی پہنچ رہے ہوں گے۔ یہ کام ہو جائے گا۔ مسٹر فون۔ آپ نوٹوں کے بیگ چیک کراویں"۔

"آپ نے مال چیک کر لیا۔ میرا خیال ہے باہر ہی چلیں"۔ میں نے کہا۔

"آئیے! شیگی دوستانہ انداز میں بولا۔ اور پھر ہم باہر نکل آئے۔ باہر دو چھوٹے ٹرک اور آ... تھے۔ ان میں دس بارہ آدمی موجود تھے۔ شیگی کے اشارے پر وہ گولڈ مین کے آدمیوں کے ساتھ غار... چلے گئے اور مال کے پیکٹ نکالے جانے لگے۔ دوسری طرف کرنسی بکس کھول دیے گئے اور شیگی... حساب بتا رہا تھا۔

میں نے کئی بکسوں میں موجود نوٹ چیک کیے اور پھر مطمئن ہو گیا۔ نوٹوں کے بکس ہم...

گاڑیوں میں رکھوائے۔ دوسری طرف منشیات کے پیکٹ تیزی سے ٹرکوں میں لادے جا رہے تھے۔

بظاہر تمام کام نہایت سکون اور ایمانداری سے ہو رہا تھا۔ پھر تقریباً" فراغت ہو گئی۔ تب شیگی مسکراتا ہوا بولا "بہرحال آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔ خاص طور سے مسٹر میگوئن کا جنہوں نے......" وہ رک گیا اور ایک دراز قامت شخص کی طرف دیکھنے لگا' جو بعد میں آیا تھا۔

"باقی گفتگو آپ میرے چیف سے کریں" وہ پیچھے ہٹ گیا اور آنے والا ہمارے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے اپنا ہیٹ اتارا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"میرا نام ہوریشو ہے" اس کے ساتھ ہی اس نے سر جھکایا تھا اور سردارے کے اور میرے بدن میں خون گرم ہو گیا۔ اس کی تصویر میں نے مکلینو کے پاس دیکھی تھی۔ مکلینو نے بتایا تھا کہ وہ اس کا بین الاقوامی نمائندہ ہے۔ "گولڈ مین کا شکریہ خصوصی طور پر اس لیے ادا کرنا چاہیے کہ اس نے مکلینو کی مدد کی اور ہمارا گمشدہ مال ہمیں واپس دلوا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مسٹر میگوئن یا مسٹر ہتو اوہ میرا مطلب ہے تباہ شدہ غلام گروپ کے نمائندے مسٹر راجہ نواز اصغر سے ملاقات کرائی جن کی ہمیں شدت سے تلاش تھی۔ آخر میں اس کی آواز غراہٹ میں بدل گئی۔

☆ ☆ ☆

مکلینو کے نام ہی نے شاید گولڈ مین کو بھی چونکا کر دیا تھا۔ ورنہ دوسری باتوں کی جو اہمیت میری نگاہ میں تھی' اس کی نگاہوں میں نہیں ہوگی۔ وہ سمجھ ہی نہ پایا ہوگا کہ ہوریشو کیا کہہ رہا ہے۔

گولڈ مین چونکا ہو کر ہوریشو کی طرف دیکھنے لگا۔ سیاہ فام ہوریشو چہرے ہی سے خطرناک معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے سردارے کی جانب دیکھا اور سردارے نے معنی خیز نگاہوں سے میری طرف ---- آنکھوں ہی آنکھوں میں ہم نے ایک دوسرے کو بتایا کہ حالات خراب ہو چکے ہیں اور چند ہی لمحات میں کچھ ہو جانے والا ہے۔ سردارے بھی مکمل طور پر اس کے لیے تیار ہو گیا۔

"شیگی!" گولڈ مین نے اس شخص کو آواز دی جس سے اس کا معاملہ طے ہوا تھا۔

"اوہ' ڈیر گولڈ مین! میں تمہارا دوست ضرور ہوں مگر تم سب کی بدقسمتی سے ہوریشو کا غلام بھی ہوں۔"

"لیکن مسٹر ہوریشو کیا چاہتے ہیں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔

"تم نہیں سمجھو گے گولڈ مین ---- لیکن تمہارے دوست اچھی طرح سمجھ گئے ہیں۔" شیگی مسکرا کر بولا۔

"میں سمجھنا چاہتا ہوں۔" گولڈ مین نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ مسٹر گولڈ مین! تمہارے سمجھانے کے لیے بھی مناسب انتظام کر لیا گیا ہے۔" ہوریشو نے بدستور طنزیہ انداز میں کہا۔

"شیگی! مسٹر ہوریشو تمہارے باس ہوں گے لیکن کیا تم ان سے نہ کہو گے کہ وہ اپنے لہجے پر قابو پائیں ---- ٹھیک ہے وہ کچھ بھی ہوں لیکن میں بھی گولڈ مین ہوں۔"

"اوہ میں تمہیں آئرن مین سے ملانا پسند کروں گا۔ آئرن مین یعنی تمہارا دوست ایڈگر ---- جسے تم نے چیلنج کیا تھا کہ وہ تم سے مقابلہ کرے۔" شیگی بولا۔

"میرا خیال ہے کہ مقابلے کے لیے اس سے بہتر جگہ کوئی نہ ہو گی۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ اور
گولڈ مین اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔
"شیگی! سودا ہو چکا ہے کیا اب تم لوگ اس میں کوئی بد معاملگی کرنا چاہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔
"سودا——" ہوریشو بدستور طنزیہ انداز میں بولا۔ "کیسا سودا مسٹر گولڈ مین! اپنے دوست سے
پوچھو' یہ سارا مال مکلینو کا ہے اور مکلینو نے اسے دوبارہ حاصل کر لیا ہے—— کس کی مجال
ہے جو مکلینو کو دھوکہ دے کر زندہ رہ سکے۔ سنو گولڈ مین! یہ دونوں مکلینو کے مجرم ہیں۔ تمہاری
لڑائی ایڈگر سے ہے۔ تم لوگ ان پہاڑوں میں فیصلہ کر لو—— باقی رہی ان کی بات—— تو ہم انہیں
لیے جا رہے ہیں۔ انہیں مکلینو کے سامنے پیش کیا جائے گا اور مکلینو ہی ان کی زندگی اور موت کے
بارے میں فیصلہ کر سکے گا۔" ہوریشو نے کہا۔
"کیا بکواس ہے؟" گولڈ مین غرایا اور اس نے پستول نکال لیا۔
"اوہ' مسٹر گولڈ مین! غصے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے چاروں سمت دیکھ لو۔" ہوریشو
نے کہا اور ہماری نگاہیں بے اختیار چاروں طرف کا جائزہ لینے لگیں—— تقریباً" تیس پینتیس افراد
رائفلوں سے مسلح کھڑے ہوئے تھے۔ رائفلوں کی نالیں ہماری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ اور ہم ان کے نشانے
پر تھے۔
سب سے آگے ہمارے سامنے کی سمت ایڈگر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی خوفناک تاثرات
تھے۔
"ایڈگر!" ہوریشو نے اسے آواز دی۔
"یس باس!" ایڈگر آگے بڑھ آیا۔
"مسٹر گولڈ مین موجود ہیں۔ کیا تم اپنا فیصلہ نہ کرو گے؟"
"ضرور کروں گا باس—— مسٹر گولڈ مین کا خیال تھا کہ ان کے چیلنج پر میں خاموش ہو گیا۔ لیکن
میں وقت کا انتظار کر رہا تھا اور میرا خیال ہے اس سے مناسب وقت کوئی نہ ہو گا۔"
"اوہ' ایڈگر—— لومڑی کی طرح سامنے آتے ہو' میں شیروں کی طرح جنگ پسند کرتا ہوں۔ تم
نے وقت کا انتظار کر کے ثبوت دیا ہے کہ تم بزدل ہو۔" گولڈ مین نے کہا۔
"بزدل نہیں ہوں گولڈ مین—— ہاں چالاک کہو۔ میں ہر طرح تمہارا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن مجھے
باس کی طرف سے احکامات ملے تھے کہ میں انتظار کروں۔ لڑائی کے لیے ایک مناسب وقت آنے والا تھا
سو میں نے انتظار کیا—— ہاں' شاید تم ڈر رہے ہو گے کہ تمہارے ساتھی تمہارے ساتھ موجود نہیں
ہیں۔ لیکن فکر نہ کرو میری جان! یہ لوگ جنہیں تم چاروں طرف دیکھ رہے ہو' باس کے حکم پر یہاں آئے
ہیں۔ میرے اور تمہارے درمیان نہیں بولیں گے—— اور اجنبی لوگ اجنبی ہوتے ہیں۔ ان کے
معاملے میں ہمیں الجھنا نہیں چاہیے—— ہم اپنی لڑائی خود لڑیں گے۔ انہیں باس کے حوالے کر دو۔"
"بکواس مت کرو لومڑی—— تیرا باپ یقیناً کوئی گیدڑ ہو گا اور تیری ماں لومڑی—— میں
شیر کی اولاد ہوں اور شیر ہی کی طرح نڈر—— میں نے جنہیں دوست کہہ دیا ان کے ساتھ ہی زندگی کی
آخری سانس بھی گزرے گی۔ مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟"

"اوہ' اس بارے میں میں بتاتا ہوں میرے دوست۔" ہوریشو آگے بڑھ کر بولا۔
"تم ہی بتاؤ—— تم اس چوہے کے باس ہو نا؟"
"ہاں—— لیکن میرا بھی ایک باس ہے۔ اور اس کا نام مکلینو ہے۔ کیا تم سفید بھیڑیئے سے
واقف نہیں ہو گولڈ مین؟"
"جانتا ہوں' اچھی طرح جانتا ہوں اور آج سے پہلے اس کی عزت بھی کرتا تھا۔"
"آج نہیں کرتے؟"
"نہیں۔"
"کیوں؟"
"اس لیے اس کے ماتحت تم جیسے بزدل لوگ ہیں۔"
"اوہ!" ہوریشو نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "بھلا اس میں بزدلی کی کیا بات ہے؟"
"دلیری اسے ہی کہتے ہیں؟" گولڈ مین نے پوچھا۔
"ان لوگوں سے پوچھو۔ انہوں نے مکلینو کو دھوکہ دیا تھا۔ انہوں نے مکلینو کی لانچ کو
لوٹ لیا اور اس کی بیٹی کو ذلیل و خوار کیا۔ اس کے بے شمار آدمی قتل کر ڈالے—— کیا مکلینو کو انتقام
کا حق نہیں پہنچتا؟" ہوریشو بولا۔
"ٹھیک ہے' لیکن اب گولڈ مین ان سے منسلک ہے۔"
"پھر بھی گولڈ مین! میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے تعاون کرو۔" ہوریشو بولا۔
"ٹھیک ہے مسٹر ہوریشو میں تم سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ اس وقت
ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا' یہ میرے ساتھ آئے ہیں' میری پناہ میں ہیں—— جس وقت یہ میرا ساتھ
چھوڑ دیں گے' تم ان کے خلاف اس وقت کارروائی کر سکو گے۔"
"اوہ گولڈ مین—— اپنی اوقات پر نگاہ رکھو' تم کس کے سامنے بات کر رہے ہو۔" ہوریشو کو بھی
غصہ آ گیا۔ "تمہاری مجال ہے کہ مکلینو کے مجرموں کو روک سکو۔"
"میں روکوں گا——" گولڈ مین نے آگے بڑھ کر کہا—— اور پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا
لیے ہمیں سوچنے سمجھنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ اور دوسرے ہی لمحے پہاڑوں میں چھپے گولڈ مین کے ساتھی باہر
نکل آئے اور انہوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔
"ایڈگر' شیگی اور ہوریشو چونک پڑے تھے۔ انہوں نے پھرتی سے چھلانگیں لگائی اور پوزیشن
لے لی۔ میں اور سردارے بھی آڑ میں آ گئے۔ البتہ گولڈ مین نے دونوں ہاتھوں میں پستول نکال لیے تھے۔
اور پھر اس نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی—— یہ دیوانگی تھی جہالت تھی' اس طرح وہ میدان
میں باآسانی مارا جا سکتا تھا۔ بے شک وہ بہادر انسان تھا لیکن میں اسے اس طرح مرنے نہیں دے سکتا
تھا—— چنانچہ میں نے ہمت کر کے اپنی جگہ چھوڑ دی اور گولڈ مین پر جھپٹا مارا۔ دوسرے ہی لمحے میں اسے
گھسیٹتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں ہم نے اپنی پناہ گاہ بنائی تھی۔ گولڈ مین کسی زخمی چیتے کی طرح غرا رہا تھا۔
"اوہ—— اوہ' مجھے بزدل نہ بناؤ میرے دوست!" اس نے کہا۔
"گولڈ مین! اس میں بزدلی کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ سب لوگ آڑ میں ہیں' ہمارے لیے بھی پناہ گاہ

ضروری ہے۔ یہاں سے گولیاں چلاؤ' میں نے کہا اور شاید گولڈ مین کی سمجھ میں آگیا۔
بے تحاشہ فائرنگ ہو رہی تھی ——— ہوریشو اور اس کے ساتھی نجانے کس پوزیشن میں تھے ایڈگر کے ساتھیوں نے بھی مورچے بنا لیے تھے اور رہے گولڈ مین کے ساتھی ——— تو وہ پہلے ہی محفوظ مورچوں میں تھے۔ چنانچہ مقابلہ بے حد سخت ہو گیا۔ ہم لوگوں کو چند ہی ساعت کے بعد احساس ہو گیا کہ ہماری چلائی ہوئی گولیاں بے کار جا رہی ہیں۔ ان کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ اصل جنگ تو گولڈ مین اور ایڈگر کے ساتھیوں کے درمیان ہو رہی ہے۔ بہرحال آخری کارڈ میرے ہاتھ میں تھا ——— اور میں اس جنگ کا بخوبی فیصلہ کر سکتا تھا۔ لیکن ابھی انتظار' تھوڑا سا انتظار ——— ورنہ گولڈ مین کی حسرت دل ہی میں رہ جاتی ——— دفعتاً میں نے ٹرک سٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ شاید ہوریشو اور اس کے ساتھی ایڈگر اور گولڈ مین کو بھڑا کر نکل جانا چاہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ہماری وین بھی سٹارٹ ہو گئی جو یقیناً ہمارے کسی آدمی نے نہیں سٹارٹ کی ہو گی۔ اس وین میں کرنسی موجود تھی۔

میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

"گولڈ مین ———؟" میں نے گولڈ مین کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے؟"

"تماشہ دکھاؤں؟"

"کیا مطلب ——— کیسا تماشہ؟"

"دیکھو وہ کرنسی بھی لے جا رہے ہیں اور مال بھی۔"

"اوہ ——— میں اس شیگی کتے سے تو اچھی طرح نمٹ لوں گا۔ مجھے بہت افسوس ہے میرے دوست۔" گولڈ مین نے کہا۔

"افسوس کی بات نہیں ہے گولڈ مین ——— وہ یہاں سے کچھ نہیں لے جا سکیں گے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"لیکن ——— اف ——— میرے ساتھی بہت بے وقوف ہیں۔ انہیں چاہیئے ٹرک پر فائرنگ کریں اور انہیں آگے نہ جانے دیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے گولڈ مین! یہ دیکھو۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے ریموٹ کنٹرول ڈائنامائیٹ کا وہ سوئچ دبا دیا جس پر اس ڈائنامائیٹ کا نمبر سیٹ تھا جو منشیات کے پیکٹ میں رکھا تھا ——— اور اس ایک لمحے میں خوفناک دھماکہ ہوا اور ٹرک سے منشیات کے پیکٹ فضا میں اچھلنے لگے دوسرا' تیسرا اور پھر چوتھا ——— مال لے جانے والے تمام ٹرک دھماکوں کے ساتھ اڑ رہے تھے اور گولڈ مین کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا ——— پھر بات شاید اس کی سمجھ میں آگئی اور دوسرے لمحے اس نے اپنے ہیکل جسم میں مجھے چھپا لیا۔

"اوہ میگوئن ——— میگوئن میری جان ——— یہ کیا ——— یہ کیا ———؟" وہ مسرت بھرپور لہجے میں بولا۔

"گولڈ مین ——— ڈائنامائیٹ میں نے تم سے ہی طلب کیے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن ان کا یہ شاندار مصرف میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔" گولڈ مین قلقاری مار کر بولا۔

ٹرک شعلے پکڑ چکے تھے اور لوگ بے تحاشہ بھاگ رہے تھے۔ افراتفری کا عالم تھا۔ شاید ایڈگر کے ساتھی بھی بدحواس ہو گئے کیونکہ تھوڑی دیر کے لیے فائرنگ رک گئی تھی۔

"ابھی تو تماشہ دیکھو گولڈ مین۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میرے ہاتھ تیزی سے سوئچ بورڈ پر چلنے لگے ——— دیکھنا صرف یہ پڑ رہا تھا کہ ایڈگر کے ساتھیوں کا اجتماع کس طرف ہے۔ جس طرف وہ لوگ بھاگتے' اسی طرف ایک زبردست دھماکہ ہوتا اور ان کے بدن فضا میں اچھلتے نظر آتے۔ میں نے پہاڑوں میں تباہی پھیلا دی تھی۔ اور ایڈگر کے ساتھیوں کو چھپنے کے لیے بھی کوئی جگہ نہ مل رہی تھی۔

گولڈ مین کے خوفناک قہقہے گونج رہے تھے۔ وہ اپنی جگہ ناچ رہا تھا' بار بار مجھے چومنے لگتا' کبھی میرے ہاتھوں کو چومتا' کبھی گالوں کو ——— اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور سردارے بھی مطمئن انداز میں مسکرا رہا تھا۔

دفعتاً" گولڈ مین مضطربانہ انداز میں چیخا ——— "اوہو ——— اوہو ——— وین بھی آگ پکڑ چکی ہے' اب ساری کرنسی جل جائے گی۔"

"تم کوشش کر سکتے ہو گولڈ مین ——— میرا خیال ہے اس وقت کوئی گولی نہیں چلائی جائے گی۔" میں نے کہا اور میرے الفاظ ابھی پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ گولڈ مین کرنسی کی وین کی طرف لپکا ——— اس قدر طویل القامت ہونے کے باوجود بے حد پھرتیلا تھا ——— میں نے حیرت سے اسے وین کی طرف لپکتے ہوئے دیکھا اور پھر شاید اسے وین سٹارٹ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ آگ وین کے نزدیک تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے چوڑے بدن سے وین کو پیچھے دھکیلا اور اسے دھکیلتا ہوا کافی دور لے آیا۔ دوسرے لمحے وہ وین میں تھا۔ پھر اس نے وین سٹارٹ کی اور بے شمار گولیاں وین سے ٹکرائی تھیں۔ لیکن گولڈ مین اسے پہاڑی کے نزدیک لے آیا تھا جہاں ہم چھپے ہوئے تھے۔

"ویری گڈ گولڈ مین ——— ہم نے انہیں شکست دے دی ہے۔" میں نے کہا اور گولڈ مین حلق پھاڑ پھاڑ کر غرانے لگا۔

"ایڈگر ——— کتے! لومڑی کی اولاد! گیدڑ کے بچے! تو نے دیکھا کہ گولڈ مین کیا ہے ——— اب کیمپ پر میری حکمرانی ہو گی۔ تو اگر زندہ ہے تو منہ چھپا کر کسی طرف نکل جا۔ تیری نہیں چلے گی ——— ایڈگر ——— اب کیمپ پر تیری نہیں چلے گی۔" وہ بے تحاشا چیخ رہا تھا۔ لیکن جواب کسی طرف سے نہیں مل سکا۔

"گولڈ مین!" میں نے اسے آواز دی۔

"کیا بات ہے میرے دوست؟"

"میرا خیال ہے ایڈگر کے ساتھی یا تو خاموش ہو گئے ہیں یا مر چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بچے کہاں ہوں گے الو کے پٹھے۔" گولڈ مین نے کہا۔

"پھر بھی اپنے آدمیوں کو آواز دو ——— معلوم تو ہو کہ ہمارا کیا نقصان ہوا ہے؟"

"اوہ ——— جنگ میں تو نفع نقصان چلتا ہی رہتا ہے میرے دوست! لیکن تم نے جس ذہانت کا ثبوت دیا ہے' میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔" گولڈ مین نے کہا۔

"ٹھیک ہے گولڈ مین ——— تم شاندار آدمی ہو۔ پھر بھی اپنے آدمیوں کو آواز دو۔" میں نے اس

کاشانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور گولڈ مین چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو بلانے لگا۔۔۔۔ایڈگر کے ساتھی یا تو ر
چکے تھے یا جو باقی بچے تھے وہ فرار ہو گئے تھے کیونکہ اب کسی طرف سے کوئی گولی نہیں چل رہی تھی۔ گولڈ
مین کے ساتھی جمع ہونے لگے۔ اور بلاشبہ وہ ایسی پوزیشن لے کر چھپے ہوئے تھے کہ انہیں بہت کم نقصان پہنچا
تھا۔ صرف چند آدمی زخمی ہوئے تھے اور دو مارے گئے تھے۔۔۔۔جب کہ پہاڑیوں میں جگہ جگہ ایڈگر اور
ہوریشو کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔
"کیا خیال ہے دوستو۔۔۔۔کیا ہوریشو کے ساتھی بھاگ گئے یا کوئی چال چل رہے ہیں؟" گولڈ
مین نے اپنے آدمیوں سے پوچھا۔
"نہیں ماسٹر۔۔۔۔نہ وہ بھاگے ہیں نہ انہوں نے کوئی چال چلی ہے۔ ہمارا خیال ہے ان میں سے
بہت کم آدمی زندہ بچے ہیں۔" گولڈ مین کے ایک ساتھی نے جواب دیا۔
"اوہ، تو آؤ پھر۔۔۔۔لاشیں تلاش کریں۔" گولڈ مین بولا اور وہ سب پہاڑیوں میں بکھر
گئے۔۔۔۔ہم بھی ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ بڑا خوفناک منظر تھا۔۔۔۔ٹرک جل رہے تھے۔ دور دور
تک لاشیں بکھری نظر آ رہی تھیں۔ جلی ہوئی منشیات کی بو چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ انسانی لاشیں
بکھری ہوئی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دو فوجیں آپس میں لڑ پڑی ہوں اور خون ہی خون بکھر گیا ہو۔
گولڈ مین نے اپنے ساتھیوں کے ایک حصے کو کچھ ہدایات دیں اور وہ سب جلتے ہوئے ٹرکوں کی طرف
دوڑ پڑے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ آگ سے بچ جانے والے پیکٹ جلدی جلدی اٹھا کر آگ سے دور لے جا
کر جمع کر رہے ہیں۔۔۔۔گولڈ مین گٹھلیوں کے دام وصول کر رہا تھا۔
ایڈگر کی لاش انہیں پہاڑوں پر مل گئی۔ لیکن کافی کوشش کے باوجود نہ توشیگی اور نہ ہوریشو کی
لاشیں ہمیں مل سکیں۔ گویا یہ لوگ یہاں سے نکل گئے تھے لیکن کس طرح؟ کیا پیدل یا پھر یہیں کہیں
پہاڑوں میں ایسی جگہ چھپے ہوئے ہیں جہاں ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔۔۔۔اس بارے میں مزید تلاش کے
باوجود کوئی بات معلوم نہ ہوئی اور ہم سب اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے۔
گولڈ مین کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ کرنسی ہمارے قبضے میں تھی اور گولڈ مین کا منافع بھی۔۔۔۔اس
نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کر لیا اور پھر اپنا ٹرانسپورٹ منگوا لیا۔۔۔۔گولڈ مین کے تمام آدمی ٹرک میں
سوار ہو گئے اور ہم کرنسی وین میں آ بیٹھے۔ سردارے اور گولڈ مین بھی میرے ساتھ تھے۔ میں نے وین
سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
"کیا ہمیں ایک شاندار کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے مسٹر میگوئن۔۔۔۔؟" گولڈ مین نے پوچھا
"یقیناً۔۔۔۔لیکن ہوریشو نکل گیا۔"
"اوہ۔۔۔۔تم فکر نہ کرو، وہ کتا ہمارا کچھ نہ کر سکے گا۔" گولڈ مین نے پرجوش انداز میں کہا۔
"ٹھیک ہے گولڈ مین۔۔۔۔لیکن بہرحال دشمنوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔"
"تو ہوشیار رہیں گے میری جان۔۔۔۔فکر کیوں کرتے ہو۔ میرا دل چاہ رہا ہے تمہیں اٹھا کر ناچنے
لگوں۔ تم نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" گولڈ مین نے ہنستے ہوئے کہا۔
"بہرحال مکلینو سے اب تمہاری بھی جنگ چھڑ گئی۔" میں نے کہا۔
"اوہ بلاشبہ سفید بھیڑیا ان علاقوں میں خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ لیکن گولڈ مین بھی چوہا نہیں ہے۔ اب

تو میری مالی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ اور میں اپنی دولت کے سہارے ایک ایسا گروہ بناؤں گا جو
مکلینو کو شکست فاش دے سکے۔" گولڈ مین نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔۔۔۔بہرحال تم بہتر سمجھتے ہو۔" میں نے لاپرواہی سے شانے ہلائے۔۔۔۔میرا
ذہن نہایت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ہوریشو۔۔۔۔مکلینو کا بین الاقوامی نمائندہ۔۔۔۔تو وہ لوگ
بری ساری اصلیت سے واقف ہو چکے ہیں۔ ہوریشو اگر مارا بھی جاتا تو اس سے کچھ فرق نہ پڑتا تھا۔
مکلینو کے ہاتھ کافی لمبے تھے۔ اس کے بارے میں مجھے تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ میرا
خیال تھا کہ راستے میں کوئی حادثہ پیش نہ آ جائے۔ لیکن بہرحال ہوریشو اب کوئی جن بھی نہیں تھا۔ جن
حالات میں اسے وہاں سے فرار ہونا پڑا تھا وہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں گے۔ بلاشبہ ایڈگر کے ساتھ
ی معمولی افراد نہیں تھے اور وہ یقیناً کچھ کر دکھاتے اگر میں ڈائنامائیٹ کا چکر نہ چلاتا۔ ڈائنامائیٹ کا جو استعمال
ں نے کیا وہ کام آیا اور بروقت رہا۔ اگر غور کیا جاتا تو یہ مکلینو کے لیے ایک اور شکست فاش
ی۔۔۔۔اور قسمت نے ہمیشہ ہی میرا ساتھ دیا تھا۔ بات صرف مکلینو ہی کی نہیں تھی جو بھی مجھ
سے ٹکرایا بالآخر اسے فنا ہونا پڑا۔
لیکن اس بات میں غرور نہیں تھا۔۔۔۔گولڈ مین کافی تیز رفتاری سے وین چلا رہا تھا اور اس کے
ساتھی بھی زیادہ دور نہیں تھے۔ وہ سب کے سب مسلح تھے اور پوری طرح ہوشیار اور چوکنا بھی تھے۔ راستے
میں کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا اور بالآخر ہم کیمپ پہنچ گئے۔۔۔۔گولڈ مین نے کرنسی اتروائی اور اندر پہنچا
دی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ خوشی سے پاگل ہو جاتا۔۔۔۔اتنی ساری کرنسی شاید اس نے زندگی
میں نہیں دیکھی تھی، سارے کیمپ میں وہ شور مچاتا پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اب ایڈگر کا کاروبار نہیں چلے
گا۔۔۔۔اب صرف گولڈ مین ہے اور گولڈ مین ہی رہے گا۔
لوگ حیرت سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ لیکن مجھے اس کی یہ بات پسند نہیں تھی۔ اس طرح
پولیس بھی ہماری طرف متوجہ ہو سکتی تھی، جس کا بظاہر یہاں کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اس
ملک کا امن وامان تو سنبھالے ہوئے تھی۔
ہم دونوں کیمپ میں اپنے خیمے میں تھے۔ سردارے نے ابھی تک مجھ سے کوئی بات نہ کی تھی۔ ہم
صرف باہر کی طرف نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ پھر فلورا آ گئی اور ہم دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔
"ہیلو مسٹر میگوئن!" اس نے مجھے مخاطب کیا۔
"کیا بات ہے مس فلورا؟"
"یہ گولڈ مین کو کیا ہو گیا ہے؟"
"پتہ نہیں۔۔۔۔شاید اس نے اپنے دشمن کو شکست دے دی ہے۔"
"مجھے حیرت ہے یا ایڈگر اس کے ہاتھوں شکست کھا گیا ہے؟" فلورا حیرت سے بولی۔
"گولڈ مین تو یہی کہہ رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"تمہیں اس بارے میں نہیں معلوم؟"
"نہیں۔۔۔۔میں نے ابھی گولڈ مین کی باتیں نہیں سنی ہیں۔"
"اوہ۔۔۔" فلورا
نے کہا اور پھر تشویشناک انداز میں بولی۔ "اگر یہ بات بڑھ گئی تو اچھا نہ ہو گا۔"

"کیوں مس فلورا؟"

"بس یوں ہی ——— لڑائی سے جس قدر دور رہا جائے بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے ——— گولڈ مین کو سمجھاؤ۔"

"میں سمجھاؤں؟"

"پھر؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کے لیے تم بہتر رہو گے۔" فلورا نے کہا۔

"ٹھیک ہے براہ کرم آپ اسے میرا پیغام پہنچا دیں کہ میں اسے اپنے خیمے میں طلب کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور فلورا گردن ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"استاد!" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں ——— میرے ہونہار شاگرد!"

"اب کیا ہوگا استاد؟"

"کیوں خیریت؟"

"خیریت کیا چیز ہوتی ہے استاد؟" سردارے مسخرے پن سے بولا۔

"اوہ ——— ہاں ——— اس کے بارے میں تو مجھے بھی معلوم نہیں۔ ممکن ہے یہ لفظ بے کار ہو گیا ہو۔"

"کم از کم ہم دونوں کے لیے تو بے مقصد ہی ہے استاد۔" سردارے بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تم کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آ رہے ہو۔ سردارے!" میں نے پوچھا۔

"لفظ پریشان مناسب نہیں ہے استاد!"

"پھر!"

"بس یونہی، نہ جانے ذہنی کیفیت کیوں عجیب سی ہو رہی ہے۔"

"وجہ؟"

"وجہ بھی کوئی خاص نہیں ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"پھر جاؤ اپنے سر پر تھوڑا سا ٹھنڈا پانی ڈالو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"نہیں استاد ——— نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک خلش سی پیدا ہو گئی ہے۔"

"بیوقوف آدمی! خلش کی کوئی وجہ تو ہو گی۔"

"سچ کہتا ہوں استاد! کوئی وجہ نہیں محسوس ہو رہی۔"

"تو پھر میرا سر کیوں کھا رہا ہے ——— ہیں؟" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"پھر کیا کھاؤں استاد؟"

"اوہ ——— تو بھوک لگ رہی ہے؟"

"ہاں ——— یہی سمجھ لو۔"

"گولڈ مین کو آ جانے دو، میں کھانے کا بندوبست کر دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے سانس لے کر سر جھٹکنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گولڈ مین آیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

قہقہے لگا رہا تھا۔

"کیا شور مچاتے پھر رہے تھے گولڈ مین؟"

"اوہو ——— تم اس شور کا نتیجہ تو دیکھو۔" گولڈ مین ہنس کر بولا۔

"کیوں ——— کیا نتیجہ نکلا؟"

"ارے، سب ادھر ہی دوڑے آ رہے ہیں اور ایڈگر کا اڈہ خالی ہو گیا ہے۔"

"کیا اس کے کچھ اور ساتھی بھی موجود ہیں؟"

"نہیں تھے کہو ——— جو تھے سو بھاگ گئے۔ شاید میری واپسی سے ہی انہوں نے نتیجے کا اندازہ کر لیا ہو گا۔"

"ہوں ——— تو اب سنجیدہ بھی ہو جاؤ گولڈ مین!"

"میری جان ——— صرف آج سنجیدہ ہونے کے لیے نہ کہو۔" گولڈ مین چہکتا ہوا بولا۔

"حالانکہ یہ ضروری ہے گولڈ مین!"

"کیا مطلب؟"

"ہمیں ہوریشو اور شیگی کی لاش نہ مل سکی تھی۔"

"وہ بھی مل جائے گی۔" گولڈ مین اسی انداز میں بولا۔

"جب تک نہیں ملتیں گولڈ مین ——— اس وقت تک ہوشیار رہنا تو ضروری ہے۔"

"تم فکر نہ کرو ——— میں نے کیمپ کے چاروں طرف اپنے آدمیوں کو متعین کر دیا ہے۔ اب میں بھی اتنا احمق نہیں ہوں میرے دوست۔"

"ٹھیک ہے ——— بہرصورت تمہارا اب کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بیٹھیں گے ——— میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تب کچھ کھانے کے لیے منگواؤ۔"

"اوہ، ہاں ——— ضرور۔" گولڈ مین خود ہی اٹھا اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

"خوشی سے پاگل ہو رہا ہے بے چارہ۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے سردارے سے کہا۔

"دولت ایسی ہی چیز ہے استاد۔"

"میں نہیں مانتا ——— دولت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ابھی ہمارے پاس کرنسی نوٹوں کے انبار تھے بلکہ ہیں ——— لیکن تمہارے چہرے پر وہ رونق نہیں ہے، تمہارے انداز میں وہ خوشی نہیں ہے۔" میں نے سردارے سے کہا۔

"ہماری بات اور ہے استاد ——— ہر آدمی تو ہماری طرح دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز نہیں ہے۔"

"کسی کی کوئی بات نہیں ہے سردارے! سب چلتا ہے۔"

"خود تمہارا کیا خیال ہے استاد؟"

"کس بارے میں؟"

"میرا مطلب ہے ہوریشو ———؟"

"ہاں، وہ خطرناک آدمی نکل گیا ہے۔"

"لیکن استاد------وہ لوگ یہاں پہنچے کیسے؟"

"کیوں؟" میں نے سردارے کو دیکھا۔ لیکن اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر بولا۔

"ویسے ان لوگوں نے تو کوشش کی تھی کہ گولڈ مین کو بھی ہماری نگاہوں میں مشکوک بنا دیں۔"

"ہاں------انہوں نے کچھ ایسے الفاظ کہے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے ذہن میں کوئی گڑبڑ تو نہیں استاد!"

"کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم گولڈ مین پر کوئی شبہ کر سکتے ہو؟" سردارے نے پوچھا۔

"ارے نہیں' وہ ایسا نہیں ہے------کیا تم شبہ کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں------ان حالات میں تو بالکل نہیں------وہ تو واقعی وفادار شخص نکلا۔"

"مجھے پہلے بھی کوئی شبہ نہیں تھا۔"

"مجھے معلوم ہے استاد۔"

"پھر تم کس بارے میں پوچھ رہے ہو؟"

"میرا مطلب ہے کیا مکلینو کے کچھ اور آدمی یہاں موجود نہیں ہوں گے------کیا وہ اور کوئی کوشش نہیں کرے گا؟"

"یقیناً کرے گا۔"

"تو اس کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"فکر مند ہو سردارے؟" میں نے اسے گھورا۔

"اب میں' نہیں کہوں گا تو مجھے خود شرمندگی ہو گی استاد------یہ جملہ تو مجھ سے نہ پوچھا بہتر ہے۔ ارے سردارے کس کے لیے فکر مند ہو گا؟ کون ہے جس کا دنیا میں------تنہا ہے------گولی کسی وقت بھی بدن چاٹ لے' سردارے کو پرواہ نہیں ہے۔ لیکن جب تک زندہ ہیں استاد تو سوچنا تو ضروری ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو------یہ بتاؤ کیا سوچیں؟"

"کئی باتیں ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"مثلاً؟"

"کرنسی یہاں سے کیسے لے جاؤ گے استاد؟"

"اوہ------تو تمہیں یہ فکر کھائے جا رہی ہے۔"

"دیکھو دیکھو استاد------سردارے پر ایسا بڑا الزام نہ دو۔"

"پھر کیوں پریشان ہو؟"

"ارے تو کیا نوٹوں کے اس ڈھیر کو یہیں آگ لگا دو گے یا اس پہاڑ کے سپرد کر دو گے؟"

"یار سردارے------وہ پہاڑ واقعی اتنا پیارا ہے کہ اگر ہم یہ ساری کرنسی اسے دے دیں تو بری بات نہ ہو گی۔"

"دے دو استاد------سردارے کو کیا پرواہ ہے؟"

"نہیں سردارے------جس لیے یہ سارا چکر چلایا ہے وہ تو کرنا ہی پڑے گا۔"

"اوہو------تو اس سلسلے میں کیا کوئی خاص پروگرام ہے استاد؟"

"ہاں' ہاں------کیوں نہیں؟"

"تم ہر سلسلے میں بے حد گہرے انسان ہو استاد------مجھے بھی تو بتاؤ کیا پروگرام ہے؟"

"سردارے! غلام سیٹھ کا گروہ اب ختم ہو چکا ہے' اور اب باہر کے ملکوں میں ہمارے لیے وہ آسانیاں نہیں رہی ہیں جو غلام سیٹھ کی زندگی میں ہمیں حاصل تھیں------چنانچہ اب مختلف ممالک میں کرنسی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہمیں اتنی ہی آسانیاں مل جائیں۔ چنانچہ یہ سب کچھ جو ہم نے حاصل کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ مختلف ممالک کے بنکوں میں اسے ٹرانسفر کر دوں۔ تاکہ ہمیں ہر جگہ آسانیاں مل سکیں۔" میں نے کہا اور سردارے ستائش بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگا------پھر بولا۔

"اوہ------یہ تو عمدہ خیال ہے استاد------بلکہ نہایت ہی عمدہ۔ اس طرح ہم بڑے اطمینان سے کسی بھی ملک میں جا سکتے ہیں۔ لیکن ایک بات اور بتاؤ گے باس؟"

"ہاں ہاں پوچھو!"

"تمہارا اتنا روپیہ سوئٹزر لینڈ میں بھی تو ہے------میرا خیال ہے تم جس وقت اور جس ملک میں طلب کرو مل جائے گا۔"

"حماقت کی بات مت کیا کرو سردارے------کیا ہماری شخصیت ایسی ہے کہ ہم کہیں بھی بیٹھ کر آزادانہ طور پر اپنا کام کر سکیں۔ ظاہر ہے سوئٹزر لینڈ سے روپیہ منگوانے کے لیے بہت سی کارروائیاں کرنا پڑیں گی اور ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔"

"سوری باس------میں نے بس یونہی کہہ دیا تھا۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سردارے نے کان دباتے ہوئے کہا۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر سردارے ہی بولا۔ "بہرحال آج کا یہ ہنگامہ بھی خوب رہا------لیکن اب پروگرام کیا ہے؟"

"پروگرام------" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی۔

"ہاں باس------عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اب گولڈ مین کے کیمپ کو چھوڑ دیا جائے۔"

"ہاں------شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ بہرحال یہاں پر ہماری نسبت ہوریشو کے ہاتھ زیادہ مضبوط ہوں گے------اپنے سلسلے میں تو گولڈ مین خود نمٹ سکتا ہے لیکن ہماری بات دوسری ہے۔" میں نے کہا۔

"دوسری بات سے کیا مراد ہے استاد؟"

"میرا مطلب ہے بات صرف مکلینو ہی کی نہیں ہے بلکہ انٹرپول بھی تو ہماری دشمن ہے۔"

"خدا کی قسم باس------میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے سردارے اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"فوری طور پر یہاں سے اپنی کرنسی سمیٹو استاد------گولڈ مین کو اس کا حصہ دو اور نکل چلو۔"

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "کہاں نکل چلیں سردارے؟"

"ارے میرا مطلب ہے یہاں سے کہیں بھی ــــــ فوری طور پر ہم کسی ہوٹل میں بھی اپنے قیام کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ یعنی بدلی ہوئی شکل میں۔"

"ہوریشو اگر بے وقوف نہیں ہے تو کیا وہ کیمپ میں ہماری نگرانی نہیں کرے گا ــــــ جب کہ اسے معلوم ہے کہ ہم گولڈمین کے ساتھ ہیں۔"

"ضرور کرے گا باس۔" سردارے نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کرے گا ــــــ نہیں کر رہا ہو گا۔"

"اوہ ــــــ اتنی جلد؟"

"کیا خیال ہے سردارے! یہ بھی ممکن ہے کہ ابھی کیمپ میں وہ اپنے آدمی نہ پہنچا سکا ہو۔ لیکن کیونکہ وہ زندہ نکل گیا ہے اس لیے یہ یقینی امر ہے اور اس نے ہمیں نظر انداز نہیں کیا ہو گا ــــــ ایسی شکل میں ہم اگر کیمپ سے نکلتے ہیں تو میرا خیال ہے ہمیں خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

"اگر اس نے اتنا ہی فوری عمل کیا ہے باس! تو ہمیں یقینی طور پر خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

"چنانچہ میرے ذہن میں ایک اور تجویز ہے۔"

"کیا باس؟"

"چہرے تبدیل کیے جا سکتے ہیں اور ہم ان بدلے ہوئے چہروں کے ساتھ کیمپ کے دوسرے حصے میں بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔"

"اوہ، تمہارا مطلب ہے یہیں کے یہیں۔"

"ہاں۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔"

"بہتر ــــــ میں کہتا ہوں باس! بہترین ترکیب ہے پھر کسی وقت موقع پا کر نکل چلیں گے۔"

"بالکل ــــــ یہی خیال میرے ذہن میں بھی ہے۔"

"تو پھر گولڈمین سے بات کی جائے؟"

"سردارے میں چاہتا ہوں گولڈمین سے بھی بات نہ کی جائے۔"

"اوہو ــــــ کیا مطلب استاد؟"

"احمق ہو بالکل ــــــ اتنے گہرے معاملات میں کسی کو بھی رازدار بنانا حماقت ہے۔ تم جاؤ ــــــ میک اپ کرو، پھر ایک خیمہ حاصل کر کے کسی ایسی مناسب جگہ لگاؤ جہاں سے ہم حالات پر بھی نظر رکھ سکیں۔"

"او کے باس!" سردارے مستعدی سے کھڑا ہو گیا اور چند سیکنڈ کے بعد باہر نکل گیا ــــــ اس کے جانے کے بعد میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ بہرحال جو کچھ ہوا تھا میری توقع کے خلاف نہیں تھا ــــــ میں جانتا تھا کہ مکلینو مجھے اس آسانی سے نظر انداز نہیں کرے گا۔ رہی بات گولڈمین کی تو اس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا ــــــ گولڈمین ایک مخلص اور قابل اعتماد شخص تھا ــــــ اس نے کوئی دھوکہ دہی نہیں کی تھی۔ بس کسی طرح شیگی کے چکر میں پھنس گیا ہو گا۔ وہ بھی انسان ہی تھا، دھوکہ اسے بھی ہو سکتا تھا۔ سردارے کو گئے ہوئے کافی دیر گزر گئی۔ ایک بار پھر گولڈمین میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کے انداز میں وہی مسرت نمایاں تھی۔

"ہے ــــــ میگوئن!" اس نے چہکتے ہوئے انداز میں کہا۔

"گولڈمین۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا سوچ رہے ہو دوست؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں گولڈمین ــــــ بس تمہارا انتظار کر رہا تھا۔"

"اوہو ــــــ کوئی خاص کام؟"

"ہاں، میں چاہتا ہوں اس سلسلے میں کوئی خاص قدم اٹھایا جائے۔"

"اتنی جلدی میگوئن؟"

"کیوں ــــــ تم دیر کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"اوہ ــــــ میں کچھ نہیں چاہتا میرے دوست! میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ تم انسان ہو، حالانکہ اس کتے ہوریشو نے میرے اور تمہارے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی ہر ممکن ش کی تھی۔ اور اس وقت میں واقعی بوکھلا گیا تھا۔ اس وقت اگر تم میرے بارے میں غلط انداز سے ے تو کیا ہوتا ــــــ لیکن تم گریٹ ہو، تم نے اس پر توجہ نہیں دی۔ یقین کرو میرے دوست! گولڈمین ں کا یار ہے، دھوکے سے اسے سخت نفرت ہے۔"

"میں جانتا ہوں گولڈمین! خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ اگر میں تمہیں نہ جانتا تو کبھی تم پر بھروسہ نہ "

"بہت بہت شکریہ میرے دوست! گولڈمین کو کبھی تم غدار نہ پاؤ گے، اب مجھے بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"میں تم سے ایک خدشے کا اظہار کر چکا ہوں ــــــ ہوریشو نکل گیا ہے اور وہ بہرحال مکلینو ل کا بل ہے۔"

"ہاں ــــــ میں جانتا ہوں۔ لیکن تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"یہی کہ وہ آسانی سے نہیں بیٹھے گا۔"

"ہم بھی تو آسانی سے نہیں بیٹھیں گے ــــــ تم فکر کیوں کرتے ہو میرے دوست۔ میرے کیمپ کے چاروں طرف متعین ہیں۔ وہ حالات پر پوری پوری نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں کوئی خطرہ نہیں آسکتا۔ تم بے فکر رہو۔"

میں خاموش ہو کر گولڈمین کی شکل دیکھنے لگا۔ میں نے سوچا اس شخص کا دل توڑنا مناسب نہیں ہے ظاہر ہے کہ وقتی طور پر تو مجھے اس کے تعاون کی ضرورت ہے۔ چنانچہ کام اس انداز میں کیا جائے کہ افسوس نہ ہو اور وہ محسوس بھی نہ کرے۔ چنانچہ وقتی طور پر میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ہاں رے کے سپرد میں نے جو کام کیا تھا اس سے مطمئن تھا۔

"کرنسی کہاں ہے گولڈمین؟"

"میرے خیمے میں موجود ہے اور میں صرف اس بات کا انتظار کر رہا ہوں کہ تم اس کو اپنی تحویل میں لے۔"

"آؤ ــــــ حساب کر لیں۔" میں نے کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی میرے دوست ــــــ میں اپنا حصہ لینے کے لیے بے چین نہیں ہوں

کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم بھی میری مانند وعدے کے پابند ہو اور بہادر آدمی کبھی وعدہ خلاف نہیں ہو
"شکریہ گولڈ مین آؤ۔" میں نے کہا۔۔۔۔۔ اور گولڈ مین مجھے اپنے ساتھ لے کر اس خیمے
گیا جہاں اس نے کرنسی نوٹ بحفاظت رکھے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ خیمے کے باہر اسنے اپنے کچھ آدمی کو
دیے اور اندر ہم لوگ حساب کرنے لگے۔۔۔۔۔ میں نے گولڈ مین کو اس کا مقرر کردہ حصہ دے دیا
کرنسی نوٹ بنڈلوں کی شکل میں باندھ دیئے گئے۔

"اسے میرے خیمے میں پہنچوا دو۔" میں نے کہا۔

"بہتر۔۔۔۔۔ میں تھیلوں کا بندوبست کرلوں۔ کھلا ہوا لے جانا ٹھیک نہیں ہے۔" گولڈ مین
اور میں نے اسے اجازت دے دی۔ تھوڑی دیر کے بعد کرنسی کے تھیلے ہمارے خیمے میں منتقل ہو
تھے۔۔۔۔۔ میں نے گولڈ مین کی طرف دیکھا۔

گولڈ مین اس معاملے میں پوری پوری دیانتداری کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر کوئی
نہیں آئی تھی۔ بلکہ وہ نہایت خوش تھا۔ بلاشبہ وہ ایک معاملہ فہم آدمی تھا اور بات کا پکا۔۔۔۔۔ مجھ
پوری طرح اعتماد ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ میرے ساتھ بیٹھا رہا پھر اجازت لے کر چلا گیا۔ گویا
مکمل ہو چکا تھا۔

لیکن یہ سوچ صرف گولڈ مین کی تھی۔۔۔۔۔ گولڈ مین کی دانست میں سارا کام مکمل ہو
میرے خیال میں ابھی بہت سے کام باقی تھے۔ خود گولڈ مین کی زندگی کو بھی خطرہ تھا۔ بشرطیکہ وہ اسے
کرتا۔ لیکن میں نے اندازہ لگایا تھا کہ گولڈ مین بھی انہی عام لوگوں کی طرح ہلکے ذہن کا مالک تھا جو ایک
پر اتنے نازاں ہو جاتے ہیں کہ بعد کے خدشات بھول جاتے ہیں۔ جب کہ میرا اصول یہ تھا کہ کسی وقتی
پر اتنے نازاں نہ ہو جاؤ کہ بعد میں نقصانات کا اندیشہ رہے۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد سردارے بدلی ہوئی شکل میں میرے سامنے پہنچ گیا۔۔۔۔۔ اس۔
اطلاع دی تھی کہ اس نے خیمے کا انتظام کرلیا ہے۔

"ویری گڈ۔۔۔۔۔ تو سردارے میری جان! اب تمہیں یہ تھیلے اس خیمے میں منتقل کرنے ہیں

"اوہ۔۔۔۔۔ ان میں کیا ہے باس؟"

"کرنسی۔" میں نے جواب دیا۔

"واہ۔۔۔۔۔ تو کیا حساب کتاب ہو گیا؟"

"ہاں"

"ٹھیک ہے باس لیکن کیا یہ تھیلے ہم خیمے میں اسی طرح کھلے چھوڑ دیں گے؟"

"نہیں سردارے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے یہاں بھی ہمارے آباؤ اجداد کا وہی پرانا طریقہ
آئے گا۔۔۔۔۔ یعنی تھیلے زمین میں دفن کر دیے جائیں گے۔"

"اوہو استاد۔۔۔۔۔ ان کے لیے تو کافی جگہ کھودنی پڑے گی۔"

"ڈرتے ہو محنت سے؟"

"اارے نہیں۔۔۔۔۔ اور پھر کرنسی کا معاملہ ہے کون ڈرتا ہے۔"

"تو پھر چلو' ایک ایک کر کے تھیلے لے جاؤ۔"

"اور وہاں چھوڑ آؤں؟"

"ہاں سردارے۔۔۔۔۔ کسی چیز کی حفاظت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کی طرف سے لاپرواہ ہو جاؤ تاکہ دوسرے لوگ بھی اس کی اہمیت کو نظرانداز کر دیں۔"

"بات تو ٹھیک ہے استاد۔۔۔۔۔ لیکن بعض اوقات اتفاقات دوسروں کو عیش کرا دیتے ہیں۔"

"اوہ' کسی بھی مسئلے میں اس قدر پریشان نہ ہوا کرو۔ ہم صرف اپنی سانسوں کی حفاظت کریں تو ٹھیک ہے۔ باقی کسی چیز کی حفاظت ہم نہیں کر سکتے۔ یہ سب کچھ ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہے یہاں تک کہ ہمارے سانس بھی جب کہ سب سے زیادہ اہمیت ہمارے لیے وہی رکھتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں تھیلے لے کر جا رہا ہوں۔" سردارے نے کہا اور پھر اس نے نہایت اطمینان سے ایک تھیلے کو اپنے کندھے پر لاد لیا۔ اور خاموشی سے خیمے سے باہر نکل گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ گولڈ مین جس طرح مجھ سے اجازت لے کر گیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ فی الحال وہ مجھ سے ملنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس لیے کم از کم میں اس کی طرف سے مطمئن تھا کہ وہ ابھی نہیں آئے گا۔ سردارے ایک تھیلا چھوڑ آیا تھا اور پھر دوسرا تھیلا لے گیا اور اس کے بعد میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔ میک اپ کا سامان میں نے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی زمین کھودنے کے کچھ اوزار بھی۔۔۔۔۔ جو پہلے سے ہی میرے پاس موجود تھے۔

سردارے نے خیمے کے لیے نہایت مناسب جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ بلاشبہ وہ اس معاملے میں ذہین آدمی ثابت ہوا تھا۔ مجھے کبھی اس کی ذات سے کوئی الجھن نہیں ہوئی تھی۔ یعنی جو کام میں نے اس کے سپرد کیا اس نے وہ کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔۔۔۔۔ پھر ہم زمین کھودنے میں مصروف ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے بھی فارغ ہو گئے۔۔۔۔۔ یعنی آج کی رات پوری ان کاموں میں صرف ہو گئی تھی اور جب صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی تو ہم سونے کے لیے لیٹے اور ہماری پشت کے نیچے کرنسی نوٹ تھے۔ یعنی وہ جگہ جہاں نوٹ دبے ہوئے تھے ہمارا بستر تھا۔۔۔۔۔ میں نے بھی اپنے چہرے میں تبدیلی پیدا کر لی تھی اور پھر میں اور سردارے سو گئے۔

دن چڑھے تک سوتے رہے کچھ نہیں معلوم تھا کہ کیا ہوا۔۔۔۔۔ تقریباً" ساڑھے گیارہ بجے آنکھ کھلی تھی۔ سردارے اب بھی سو رہا تھا۔۔۔۔۔ میں نے اسے اٹھایا اور وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا ٹائم ہوا ہے استاد؟"

"صرف ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔"

"ارے بہت دیر سوئے ہم لوگ۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ سوئے بھی تو صبح پانچ بجے تھے۔" میں نے جواب دیا۔

"باہر کے کچھ حالات معلوم ہوئے استاد؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ میں نے خواب میں کچھ نہیں دیکھا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے مسکرانے لگا

"ارے ہاں۔۔۔۔۔ تم بھی تو سو رہے تھے۔ معاف کرنا استاد! سوتے سے جاگا ہوں نا۔"

میں ہنس پڑا اور بولا "تم ہمیشہ سوتے سے جاگتے ہو۔"

"ارے نہیں استاد! اب ایسا بھی کیا ــــ کیا سردارے واقعی اتنا بے احمق ہے؟" سردارے نے عجیب سے لہجے میں پوچھا اور نہ جانے کیوں مجھے اس کے لہجے پر پیار سا آگیا۔

"نہیں اتنا تو نہیں ہے لیکن تھوڑا ہے ضرور۔"

"استاد! بس اب یہاں دل نہیں لگ رہا۔" سردارے بولا۔

"کیوں؟"

"بس ایسے ہی ــــ اب چلیں یہاں سے۔"

"ظاہر ہے جانا تو ہے سردارے۔ لیکن یہ تھوڑے سے کام تو کرلیں۔"

"ضروری ہے استاد ــــ کہ اسی کیمپ میں رہ کر کام کیے جائیں۔"

"بلکہ یہ مناسب ہے سردارے ــــ تم خود سوچو۔ دیکھو ہوریشو یقینی طور پر ہمیں کیمپ میں گولڈ مین کے قریب تلاش کرے گا ٹھیک ہے؟"

"ہاں استاد! ٹھیک تو ہے۔"

"اور جب وہ ہمیں یہاں نہیں پائے گا تو سوچے گا کہ ہم نے ذہانت کا ثبوت دیا اور کیمپ چھوڑ دیا۔ اب ظاہر ہے کیمپ چھوڑنے کے بعد ہم کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کریں گے کیونکہ ہمارے پاس دولت ہے۔ تو وہ ہمیں اعلیٰ قسم کے ہوٹلوں میں تلاش کرے گا اور سردارے ــــ ہوٹلوں میں تلاش کرلینا زیادہ مشکل نہ ہوگا اور اس کے برعکس وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہم اتنی دولت رکھنے کے باوجود اس کیمپ کے کسی گھٹیا سے خیمے میں قیام کر رہے ہوں گے۔ اور اس طرف اس کی توجہ نہیں جائے گی۔"

"پھر مان لیا استاد!" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"تو پھر تیار ہو؟"

"تیار نہ ہونے کا کیا سوال ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کرنسی منتقل کرنے کے لیے سردارے، نہایت ذہانت اور محنت سے کام کرنا ہوگا ــــ تم خود غور کرو، اتنی بھاری رقم ہے اور ہم بہرصورت چند خطرناک دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایسی شکل میں کوئی بھی ہلکا کام ہمیں کسی مصیبت میں پھنسا سکتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک استاد! میں تسلیم کرتا ہوں اس بات کو۔"

"بس تو پھر سکون کے ساتھ اپنا کام کرو۔ اور ہاں اپنے انداز میں کوئی بھی تبدیلی پیدا کرلو۔"

"کیا مطلب ــــ میں سمجھا نہیں استاد۔"

"میرا مطلب ہے لڑکیوں پر کوّوں کی طرح مت گرو۔"

"تو پھر کیسے گروں؟" سردارے مسکرا کر بولا۔

"حماقت کی باتیں مت کرو ــــ تم جس انداز میں لڑکیوں پر ٹوٹتے ہو وہ تقریباً جانا پہچانا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم ان سے بالکل دور رہو۔ نزدیک رہو لیکن احتیاط اور تبدیلی کے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے استاد ــــ میں بھی تمہیں ایک مشورہ دوں۔"

"ہاں ہاں ضرور۔" میں مسکرا کر بولا۔

"اس دوران تم گٹار کو ہاتھ بھی نہ لگانا۔"

"گٹار۔" میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔

"ہاں استاد! تمہارا ٹریڈ مارک بن کر رہ گیا ہے۔ میرا دعویٰ ہے تمہیں گٹار کے ذریعے ضرور پہچان لیا جائے گا۔"

"یار سردارے! بعض اوقات تو واقعی عقل مند ہو جاتا ہے۔ ٹھیک ہے میں تیری ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"ارے استاد! سردارے تو کیا عقلمند ہے ــــ تم ہی عظیم ہو۔"

"ہاں، عظیم ــــ" میں نے استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے استاد ــــ بس تم میری محبت کی توہین مت کیا کرو۔"

"اچھا بھائی جا ــــ کچھ کھانے پینے کا بندوبست کر، ورنہ ہم کروڑپتی بھوکے ہی مر جائیں گے۔"

"استاد! کیا تم نے گولڈ مین کو بتا دیا تھا کہ ہم کہیں اور منتقل ہو رہے ہیں۔"

"دماغ خراب تھا میرا" میں نے دانت نکال کر کہا۔

"اوہو ــــ تو کیا وہ ہمیں تلاش نہیں کر رہا ہوگا؟"

"کر رہا ہوگا یار ــــ اس کا حصہ ہم نے اسے دے دیا ہے بس۔"

"چھوڑو استاد ــــ آدمی واقعی مخلص ہے اس طرح تو نہ کرو۔"

"تسلیم کرلیا تم نے؟"

"ہاں ــــ تسلیم کرلیا۔" سردارے اعتراف کے طور پر بولا۔

"اچھا ٹھیک ہے کر رہا ہوگا تلاش۔ ہم ملیں گے بھی اس سے مگر اس شکل میں نہیں۔ بس اب تم جاؤ اور ناشتے کا بندوبست کرو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے استاد! چلتا ہوں۔" سردارے خیمے سے باہر نکل گیا اور میں کاہلوں کے سے انداز میں پھر لیٹ گیا اور سردارے کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ کرنسی کو یہاں سے منتقل کرنے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا اور ظاہر ہے میں خود یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے لیے بھی کوئی لمبا ہی جال بچھانا ہوگا اور میں اسی جال کے تانے بانے تیار کر رہا تھا ــــ سردارے کی واپسی تک میرے ذہن میں ایک پروگرام مرتب ہو چکا تھا۔

سردارے واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں کھانے پینے کا سامان موجود تھا اور چہرے پر ایک عجیب سی چمک بھی۔

"استاد ــــ گڑبڑ ہوگئی۔"

"خیریت ــــ کیا ہوا؟"

"ہم تو ایسی گہری نیند سوئے کہ پتہ بھی نہ چل سکا۔ لیکن وہاں گولڈ مین کے کیمپ میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔"

"ارے کیا ہوا ــــ خیریت؟"

"زبردست فائرنگ ہوئی ہے۔ پولیس موجود ہے۔ گولڈ مین کے تقریباً پندرہ آدمی ہلاک ہوئے ہیں اور گولڈ مین لاپتہ ہے۔ اس کے آدمیوں کا کہنا ہے کہ گولڈ مین کو اغوا کرلیا گیا ہے۔" سردارے نے سنسنی

خیز لہجے میں بتایا اور بلاشبہ میں بھی سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا——— کئی منٹ تک میں سردارے کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ سردارے بھی میری شکل دیکھ رہا تھا——— پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"بہرحال یہ برا ہوا سردارے۔"

"ہاں استاد——— بے چارہ گولڈ مین——— دولت مند بننے کے بعد چند لمحات بھی دولت مند نہ رہ سکا۔"

"مگر اب کیا کیا جائے؟"

"تم ہی سوچو استاد! اپنا دماغ تو بالکل بے کار ہے سوچنے میں۔"

"ہم گولڈ مین کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے استاد! اور پھر ہمیں مدد کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے——— ہیں——— دیکھو تم نے اسے پانچ پرسنٹ دیا ہے۔ اور یہ پانچ فیصد اتنا ہے استاد کہ شاید اس نے زندگی میں اتنا نفع نہیں کمایا ہو گا۔ اس کے علاوہ اس نے منشیات کے پیکٹ لوٹے۔ وہ اس کی اپنی کوشش تھی اور اس کا اپنا منافع——— ہم نے اس سے کوئی غرض تو نہیں رکھی۔ ایسی شکل میں ہمارے اوپر اس کی کوئی ذمے داری عائد نہیں ہوتی۔ ہاں اخلاقی ذمے داری کی بات دوسری ہے۔ لیکن ہم تو خود بھی پریشان ہیں——— ہم کیا کر سکتے ہیں اس کے لیے؟"

"ٹھیک ہے سردارے——— لیکن مجھے حیرت ہے۔"

"کس بات پر استاد؟"

"اس پر کہ ہم اتنی گہری نیند سوئے کہ ہمیں ہنگامے کا پتہ بھی نہ چل سکا۔"

"گولڈ مین کا علاقہ بھی تو کافی دور ہے استاد——— یہاں تک تو فائرنگ کی آوازیں بھی بہت معمولی ہی پہنچی ہوں گی۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے——— لیکن گولڈ مین کو اغوا کرنا بہرحال آسان کام نہیں ہے——— اور سردارے میں تو ایک بات کہتا ہوں کہ آدمی کو اتنا زیادہ احمق نہیں بن جانا چاہیے——— گولڈ مین بہرحال ایک بہادر آدمی ہے تھوڑا بہت ذہین بھی ہے۔ لیکن عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ کسی کامیابی کے بعد انسان اتنا مغرور ہو جاتا ہے کہ پھر نقصانات اس کے زیادہ قریب آ جاتے ہیں——— میں نے اسے آگاہ کر دیا تھا کہ ہوریشو نکل گیا ہے اور یقیناً وہ صرف انہی آدمیوں پر بھروسہ نہیں کرتا ہو گا انہیں آدمیوں پر تکیہ نہیں کرتا ہو گا جو وہاں کام آ گئے تھے۔ وہ تقریباً" سب ایڈگر کے ساتھی تھے——— ہوریشو کی اپنی الگ فیلڈ ہو گی۔ ظاہر ہے مکلینو کا کاروبار یہاں بھی خاصا پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے گولڈ مین کو یہی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ ہوریشو سے ہوشیار رہے۔ مگر اس نے توجہ نہیں دی۔"

"نہیں دی تو نقصان اٹھایا استاد! اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"بڑے بے مروت ہو یار——— چلو آؤ ناشتہ کرو۔" میں نے کہا۔

اور پھر ہم دونوں خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔ "ہوریشو تلاش تو ہمیں بھی کر رہا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"ظاہر ہے استاد——— اس کا ٹارگٹ تو ہم تھے۔"

"ممکن ہے اس نے کیمپ سے باہر جانے والوں پر نظر رکھی ہو——— ان راستوں پر جہاں سے نکل سکتا ہو۔"

"ممکن کیا——— یقیناً رکھی ہو گی استاد!"

"تو تمہارے خیال میں اب وہ کیا سوچ رہا ہو گا؟"

"کون ہوریشو؟"

"ہاں۔"

"سوچ رہا ہو گا استاد کہ مکلینو کے عذاب سے کیسے جان بچائے۔" سرادے نے کہا اور میں ہنس پڑا——— بڑی بے ساختہ بات تھی۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے ان لوگوں کو شکست فاش ہوئی ہے۔ ہم نے ان سے کرنسی بھی لے لی اور مال تباہ کر دیا۔"

"ویسے استاد! تمہارے ڈائنامائیٹ کے پروگرام کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

"ارے، ہمارے پروگرام کے جواب ہوتے ہی کہاں ہیں——— مگر مسئلہ اب یہ ہے کہ کریں ——— گولڈ مین پکڑا گیا اور اب یقیناً ہوریشو کا اس کیمپ پر بھی قبضہ ہو گا۔ یعنی کم از کم اس شکل میں کہ ...ے آدمی یہاں نگاہ رکھے ہوئے ہوں گے اور غور کر رہے ہوں گے کہ ہم کہاں جا سکتے ہیں——— ...ے یہ بھی اچھی بات ہے کہ گولڈ مین کو ہماری اس تبدیلی کا پتہ نہیں چل سکا ورنہ ممکن ہے کہ وہ اس سے ...ھنے کی کوشش کرتے اور شاید وہ بتا دیتا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں استاد! کہ تمہارے جو کام ہوتے ہیں واقعی ذہانت سے بھرپور ...تے ہیں۔ اس کی داد کہاں تک دوں———؟"

"بس کہیں تک نہ دو، خاموش ہو جاؤ۔ میں بے چارے گولڈ مین کے لیے افسردہ ہوں۔"

"ہاں، اس کے لیے تو میں بھی افسردہ ہوں لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں استاد——— ہم خود بھی ...دہ ہیں۔" سردارے نے جواب دیا اور میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ...دارے سے کہا۔

"اب ہمیں کم از کم تین دن یہاں انتہائی خاموشی سے گزارنے ہیں۔"

"اسی کیمپ میں استاد؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے——— میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا سمجھ رہے ہو؟"

"یہی کہ ہوریشو کو شدت سے تلاش کرنے دیا جائے اور جب وہ تھک جائے تو کوئی قدم اٹھایا ...لئے۔"

"ہاں——— یہی مقصد ہے میرا۔ لیکن اس کے لیے ایک کام اور کرنا ہو گا۔"

"وہ بھی بتا دو استاد؟"

"تم ایک ... خیمے کا بندوبست کرو۔ ہم دونوں کو الگ الگ خیموں میں رہنا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے

کہ وہ خیمہ یہاں سے چند گز کے فاصلے پر ہو۔"

"ونڈر فل آئیڈیا ہے استاد! اس سے بہت سی سہولتیں ہو جائیں گی۔" سردارے ٹھیک اُ
بولا اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ سردارے نے جلدی سے نظریں جھکالی تھیں۔

"میں جاؤں استاد!" چند منٹ کے بعد اس نے پوچھا۔

"دفع ہو جاؤ------ لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ ذرا سی لغزش اس وقت سخت نقصانات ے
کردے گی۔"

"میں پورا پورا خیال رکھوں گا استاد۔"

"ٹھیک ہے------ جاؤ۔" اور سردارے پھر باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں پُ
کے سے انداز میں لیٹ گیا۔ کیونکہ رات کو نیند پوری نہیں ہوئی تھی اور کافی جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ ا
بدن میں ابھی تک ہلکی سی تھکن باقی تھی------ اور کیسی عجیب بات تھی کہ ان خوفناک حالات مں
ہونے کے باوجود ہم لوگ اتنے پریشان نہیں تھے جتنا پریشان ہونا چاہئے تھا۔ لیٹا تو فوراً نیند آ گئی۔
پیٹ بھرا ہوا تھا اس لیے اطمینان سے پانچ بجے آنکھ کھلی۔

میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ چائے کی طا
رہی تھی۔ صبح سے منہ بھی نہ دھویا تھا۔ لیکن منہ دھونا ضروری تو نہیں تھا------ نیا حلیہ جو ہم نے
کیا تھا وہ قلاش قسم کے آوارہ گردوں کا سا تھا------ ظاہر ہے اسی انداز میں زندگی گزارنی تھی۔ زند
مراد یہ کہ جتنے دن بھی اس ماحول میں رہنا پڑے اور اس کے لیے منہ دھونے کی ضرورت نہیں پڑتی۔
چنانچہ میں باہر نکل گیا۔ ہر قسم کی زندگی کا عادی ہو گیا تھا۔ کوئی بات ذہن پر گراں نہیں گزرتی تھی۔
ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر چائے کے سٹال پر جا کر رک گیا------ جیب میں تھوڑی سی کرنسی تو مو
تھی۔ ایسی کوئی بات نہ تھی کہ میں بالکل ہی قلاش ہوتا۔ چنانچہ میں نے چائے طلب کی اور ساتھ
بھی------ تب میں نے پانی کا گلاس لے کر کلیاں کیں اور پھر چائے کے دو تین کپ پیئے۔

نیند تو اس دوران پوری ہو چکی تھی۔ چائے پینے کے بعد طبیعت بشاش ہو گئی اور اب صرف
گردی کی ضرورت تھی۔ کوئی ایسا کام نہیں تھا جو مجھے کسی کی نگاہ میں مشکوک کر دے۔ چنانچہ میں ٹہلتا
آوارہ گردوں کی ٹولیوں کے نزدیک سے گزرتا رہا------ ان کے مشاغل دیکھتا رہا۔

ویسے کیمپ میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی تھی' سوائے اس کے کہ ایڈگر کا اڈہ خالی پڑا تھا
خیر گولڈ مین کا بھی بند تھا۔ لیکن لوگوں میں ایسی افراتفری نہیں تھی کہ جس سے احساس ہوتا کہ وہ کسی
تکلیف کا شکار ہیں یعنی انہیں منشیات نہیں مل رہی ہوں۔ دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں۔ یا تو درپردہ کام ہو رہا ہو
ان کے پاس سب کچھ موجود تھا------ ممکن ہے ان میں کچھ لوگ ایسے موجود ہوں جو چرس وغیرہ
سکے ہوں۔ لیکن وہ نمایاں نہیں تھے میں نے گولڈ مین کے کیمپ کا رخ بھی نہیں کیا تھا' جانتا تھا کہ ہو
لوگ ابھی اس کیمپ پر نگراں ہوں گے------ وہ یقیناً حیران ہوں گے کہ آخر میں غائب کہاں ہو
سکتا ہے وہ مختلف خیالات کا شکار ہوں۔ بہرحال وہ بالکل گدھے بھی نہیں تھے کہ یہ بات ان کے ذہن میں
نہ آ چکی ہو کہ میں اسی کیمپ میں بھی ہو سکتا ہوں------ بات صرف اتنی تھی کہ اس خیال کے با
تلاش نہ کر سکیں۔ اور اس کے لیے مجھے ہوشیاری سے کام لینا تھا------ ہم نے جس

بدلے تھے۔ وہ خاصا مناسب تھا اور مجھے یقین نہ تھا کہ کوئی ہمیں اس میک اپ میں نہیں پہچان سکے گا۔ باقی
ساری باتوں کو بھی ذہن میں رکھنا تھا۔ مثلاً سردارے نے مجھے اس طرف متوجہ کیا تھا کہ گٹار میرا ٹریڈ مارک
بن گیا تھا------ گٹار کو ہاتھ بھی نہیں لگانا تھا۔ اور نہ ہی مالدار ہپیوں کے انداز میں زندگی بسر کرنی تھی۔
جتنے دن بھی اس کیمپ میں گزارے جائیں قلاش رہ کر گزارے جائیں۔ یہی ٹھیک تھا اور میرے خیال میں
یہاں پوشیدہ رہنے کے لیے فی الوقت اس کیمپ سے مناسب جگہ کوئی نہیں تھی۔

گولڈ مین کے لیے میں افسردہ ضرور تھا لیکن نہ جانے کیوں فطرت میں یہ تبدیلی آئی تھی کہ میں اس
شخص کے لیے کچھ کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک مخلص آدمی تھا۔ اس نے میری بھرپور مدد کی تھی
لیکن میں نے اس کی مدد کا معاوضہ بھی اسے ادا کر دیا تھا------ پھر خطرات مول لینے سے کیا فائدہ۔

آوارہ گردوں کی ایک ٹولی کے نزدیک میں رک گیا------ وہی جانے پہچانے مشاغل' وہی جانے
پہچانے حلیئے وہی چرس کی بو' دنیا کے ہنگاموں سے بے نیاز' اپنے ہنگاموں میں مست------ خوب زندگی تھی
ان لوگوں کی بھی------ میں بھی ان میں بیٹھ گیا' اداس اور ملول سا۔ ایسے چہرے ان کے لیے اجنبی نہیں
ہوتے۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ لیکن اب میں اتنا ناپسندیدہ انسان بھی نہیں تھا کہ میری خاموشی
برداشت کرلی جاتی۔

دونوں کے لباس بہت اچھے نہ تھے لیکن بہتر تھے۔ مناسب قد و قامت کے لوگ تھے۔ چہروں پر
نرمی تھی------ دونوں میرے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ پھر مرد اپنے پیلے دانت نمایاں کرتا ہوا بولا۔

"ہیلو گریٹ لارڈ------ کیا ہو رہا ہے؟"

"ماتم------" میں نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ------ اوہ------ وہ کیوں؟" اس بار لڑکی نے پوچھا۔

"ایک ہی انداز کے لوگوں کو ایک دوسرے سے اس قسم کے سوالات نہیں کرنے چاہئیں۔" میں
نے کہا اور وہ دونوں ہنس پڑے۔

"قلاش ہو؟" مرد نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"جولی------ انہیں ایک سگریٹ دو۔" مرد بولا اور میری آنکھوں میں ایسی چمک آ گئی جیسے کوئی
غیر متوقع بات سن لی ہو۔ لڑکی نے سگریٹ کے ایک بڑے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر مجھے دیا اور
میں نے انتہائی شکریے کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔ پھر میں نے سگریٹ کو ناک کے نزدیک لے جا کر اس
طرح سونگھا جیسے زندگی حاصل کر رہا ہوں۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر------!"

"نگد" مرد نے جواب دیا۔

"مس جولی کے نام سے تو میں واقف ہو چکا ہوں۔"

"ہاں------ یہ میری بیوی ہے۔"

"اوہ" میں نے گردن ہلائی۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" جولی نے پوچھا۔

"مائیکل۔" میں نے جواب دیا۔
"ویری گڈ۔۔۔۔ بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔۔۔۔"
"لیکن میرا خیال اس سے کچھ مختلف ہے۔" میں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب؟" "ٹگ۔" دلچسپی سے بولا۔
"مجھ جیسے قلاش انسان' کسی کے اوپر بار تو بن سکتے ہیں' ان سے مل کر کون خوش ہو گا۔"
"اوہ مسٹر مائیکل! یہ بات مت کرو ہم بھی رئیس زادے نہیں ہیں۔ بس کبھی کبھی کچھ ہاتھ لگ گیا تو ٹھیک ہے رئیس بن گئے۔۔۔۔ آج یہ سگریٹ تمہیں دے دی ہے' کل ممکن ہے ہمارے پاس ایک سگریٹ بھی نہ ہو۔" "ٹگ۔" نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تب ٹھیک ہے۔ پھر ہماری دوستی نبھ سکتی ہے۔ کیونکہ جب مانگنے والی بات ہے تو مل کر ہی کسی سے مانگیں گے۔"
"یقیناً یقیناً۔" جولی ہنس پڑی۔۔۔۔ خاصی دلکش لڑکی تھی۔ بہرحال ٹگ کی بیوی تھی۔ اور اس نے میرے اوپر ایک سگریٹ کا احسان کیا تھا۔ دوستی ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ہم ساتھ بیٹھ کر پینے لگے۔ پھر چند اور آوارہ گرد ہم میں آ ملے۔ یہ ٹگ کے دوست تھے۔ اور یہ دوست بھی فی الوقت قلاش نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھی مجھے ایک سگریٹ دی' اور چرس کے دو سگریٹوں نے میرے حواس درست کر دیے تھے۔ بہرحال ان کے ساتھ پینا۔۔۔۔ اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا۔
سردارے بھی کسی چکر میں گیا ہوا تھا اور دور دور تک اس کا پتہ نہیں تھا۔ لیکن وقت گزارنے کے لیے یہ لوگ میرے ساتھی تھے۔ چنانچہ میں نے ان سے خوب گھل مل کر باتیں کیں۔ اگر موقع ملتا تو میں سب کو اپنا گرویدہ بنا سکتا تھا۔ بظاہر ان کے درمیان میری حیثیت ایک عام انسان کی سی تھی۔ گرویدہ بنانے کا۔۔۔۔ بہترین ذریعہ تو وہ گٹار ہی تھا لیکن اب میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا اور پھر قسمت نے اور یاوری کی۔ ٹگ کے جو دوست اس کے پاس آئے تھے ان میں سے ایک خاتون خصوصی طور پر میری طرف متوجہ نظر آ رہی تھیں۔ ان کا نام وینا تھا۔ ان سب سے میرا تعارف ہو چکا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایک قلاش آدمی کہیں بھی قابل توجہ نہیں ہوتا۔
"خیمہ ہے تمہارے پاس؟" وینا نے پوچھا۔
"خیمہ ہاں ہے لیکن کیوں؟"
"بس ایسے ہی سوچ رہی تھی کہ تم بالکل ہی قلاش ہو یا ہو گئے ہو؟"
"ہم لوگوں کی زندگی ہی کیا ہے مس وینا۔ دولت ہمارے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے۔ کیا اس وقت جب تمہیں تین دن سے نشہ آور ادویات نہیں ملی ہوں۔ دولت کا ایک بڑا ذخیرہ تمہارے لیے قابل توجہ ہو سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ہرگز نہیں۔"
"بس تو سمجھو' کرنسی کا ایک ڈھیر یا سنہری سکوں کا ایک انبار' ہمارے لیے ایک چرس بھری سگریٹ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔"
"بے شک' لیکن چرس کے لیے اس کی ضرورت تو ہوتی ہے۔"

"ہاں زندگی تو ضروریات کا ایک مجموعہ ہے۔ اس کے لیے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ہم اور تم ان ساری چیزوں سے بے نیاز ہیں۔ وقت پر جو مل جائے تو ٹھیک ہے۔ نہ ملے تو دکھ بھی نہیں ہوتا۔"
"ٹھیک ہے بھول جاؤ کیا میں تمہیں ایک اور سگریٹ دوں؟"
"نہیں مس وینا۔ آپ نے میرے ساتھ جو مہربانی کی ہے وہی بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ بس۔"
"سنو میرا بھی کوئی ساتھی نہیں ہے اور میرے پاس کوئی خیمہ بھی نہیں ہے۔"
"اوہ مس وینا۔ آپ بالکل تنہا ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں میرے وطن کے کچھ آوارہ گرد ہیں۔ انہی میں شامل ہو گئی ہوں۔ کوئی ایسا ساتھی بھی نہیں جو زندگی کا ساتھی ہو۔"
"زندگی کا ساتھی کون ہوتا ہے مس وینا۔" میں نے کہا۔
"یہ بھی ٹھیک ہے لیکن کچھ وقت کا ساتھی۔" وینا مسکرائی۔
"اگر مجھے قبول کرو۔" میں نے پیشکش کر دی۔ لڑکی کا مقصد میری نگاہوں سے اوجھل نہ تھا اور یہ تو خوش بختی تھی کہ اس حالت میں بھی کوئی میری طرف متوجہ تھا ورنہ بظاہر میرے اندر کیا دلکشی تھی۔ سر جھاڑ منہ پھاڑ' جیب خالی' لیکن قسمت جس نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا تھا۔ اس وقت بھی میرے ساتھ تھی۔ تو خاصا وقت میں نے وینا کے ساتھ گزارا۔ اس کی جیب میں کافی سکے تھے اور وہ میری معیت میں خوش نظر آ رہی تھی۔

"سردارے کا کچھ پتہ نہیں تھا لیکن رات کو جس وقت ہم لوگوں نے ایک سٹال سے کھانے کی چیزیں خریدیں اور واپس پلٹے تو سردارے ہمارے پاس سے گزر رہا تھا اور بہرحال یہ بات تو میں نے بھی تسلیم کی تھی کہ وہ اپنے طور پر کچھ خوبیوں کا حامل تھا۔ خاص طور سے لڑکیوں کے معاملے میں۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک چھوٹے سے قد کی' دبلے پتلے جسم کی لڑکی اس کے ساتھ تھی۔ شکل و صورت بہت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ لیکن بری بھی نہیں تھی۔ معمولی سے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ سردارے مجھے دیکھ کر رک گیا۔ پھر اس نے میری ساتھی لڑکی کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"ہیلو۔" اس نے ہپیوں کے سے انداز میں آواز لگائی۔
"اوہ مسٹر جان' آپ مجھے پہچان گئے۔ میرا نام مائیکل ہے۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔
"واہ اپنے دوست مائیکل کو نہ پہچانوں گا۔ ہماری ملاقات استنبول میں ہوئی تھی۔" سردارے نے میری بات سمجھ کر کہا۔
"ہاں' یقیناً یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔
"کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں مسٹر مائیکل؟" سردارے نے پوچھا۔
"بس یہیں میرا خیمہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔
"اوہو۔ تو پھر کل کسی وقت' میرا مطلب ہے دن کی روشنی میں خیمہ ضرور دیکھوں گا۔" سردارے نے کہا اور میں سمجھ گیا کہ اس گدھے کا کام بھی بن گیا ہے۔ بہرحال میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور سردارے اپنے راستے پر چلا گیا۔ پھر میں وینا کو اور کھانے پینے کی چیزوں کو لے کر اپنے خیمے ہی میں آ گیا۔ وینا آرام سے

بیٹھ گئی۔

"یہ رات میں تمہارے ساتھ گزاروں گی۔" اس نے کھانے کے پیکٹ کھولتے ہوئے کہا۔

"سر آنکھوں پر مس وینا لیکن ------" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"لیکن کیا؟" وینا نے پوچھا۔

"مجھ جیسے قلاش آدمی کے ساتھ آپ اتنی مہربانی کے ساتھ کیوں پیش آ رہی ہیں؟"

"دیکھو مائیکل۔ ایسی باتیں مت کرو۔ ٹھیک ہے ہماری زندگی بے مقصد ہے۔ ہم زمین پر اگ آنے والے وہ خودرو پودے ہیں جن کا کوئی مصرف نہیں ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے سینوں میں دل بھی ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ دل ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم دوسری باتوں سے بے نیاز ہو جائیں۔ کسی سے دوستی کریں۔ محبت کریں' اسے اپنائیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم اس محبت کو دائمی حیثیت نہیں دے سکتے۔ لیکن محبت کرنے کا حق تو بہرحال ہمیں پہنچتا ہے۔ خواہ وہ ایک رات کے لیے ہی کیوں نہ ہو اور غالباً یہی تبدیلی ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہے جو خود کو مہذب بتاتے ہیں۔ ہم ایک رات گزارنے کے بعد دوسری صبح اس رات کو یاد نہیں رکھتے' اور شاید ان کی نگاہ میں وہی ہماری کمزوری بھی ہو۔ لیکن تم بتاؤ کیا یہ کمزوری ہے؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے' ہم اسے کمزوری نہیں کہتے بلکہ یہ تو مضبوط قوت ارادی کا ثبوت ہے۔ ہم لوگ زندگی کو صرف اس وقت تک اپنا سمجھتے ہیں' جب تک اسے نبھا سکیں اور یہ دوسرے لوگ رشتے ناطے' جذبے جھولی میں ڈالے پھرتے ہیں۔ کہیں ان کی پذیرائی ہوتی ہے کہیں نہیں ہوتی۔ بہرحال یہ خوابوں میں زندہ رہنے والے ہم سے مختلف ہیں اور ہمیں بھی ان سے مختلف ہی ہونا چاہیے۔"

"بالکل ٹھیک!" وینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہرحال میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا' اس نے کہہ دیا تھا۔ یہ اس لڑکی کی خوبی تھی کہ اس کے ذہن میں اعلیٰ قسم کی کوئی چیز نہیں تھی' بس یہ سمجھا جائے کہ اس نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ مجھے دوست بنانے کی سوچ لیا۔ پھر میں اس کی پذیرائی کیوں نہ کرتا۔ مفت کا مال تھا۔ حالانکہ میرے لیے ایسی مفت کی چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ میں جس پر جو چاہتا خرچ کر سکتا تھا۔ لیکن اس لڑکی کا جذبہ قابل قدر تھا اور میں ساری رات اس کی قدر کرتا رہا۔ لڑکی بھی مطمئن اور مسرور تھی۔ صبح اٹھتے ہی اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولی۔

"اب اجازت؟"

"اوہ وینا ڈارلنگ! تمہارے ساتھ گزرا ہوا وقت خاصا دلکش تھا۔"

"شکریہ۔" وینا نے کہا۔

"کیا ہم پھر بھی ملیں گے؟"

"ضروری ہے ڈیئر؟"

"نہیں ضروری تو نہیں ہے لیکن اگر تم پسند کرو تو واپس اسی خیمے میں آجانا۔"

"ٹھیک ہے بشرطیکہ تمہیں یاد رکھ سکی۔"

"اوہ ہاں ٹھیک ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ مجھے اس گدھی کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ یاد رکھے نہ

رکھے بہرحال وہ چلی گئی۔ اور میں بیٹھ کر سردارے کا انتظار کرنے لگا۔ نجانے وہ گدھا کتنی دیر میں آئے گا۔ ناشتہ تو مجھے اس کے ساتھ کرنا تھا۔ کم از کم آج۔ اس کے ساتھ جیسا بھی پروگرام رہے۔ میں نے سوچا۔

پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سردارے نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور جھانکا' پھر مسکراتا ہوا اندر آ گیا۔ میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"چلی گئی؟" سردارے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں لڑکی کی بات کر رہا ہوں استاد' جو کل شام تمہارے ساتھ تھی۔"

"آ کہاں سے رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے خیمے سے۔"

"اور بندوبست ہو گیا؟"

"ہاں استاد کیوں نہ ہوتا۔"

"اوہ' تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔" میں نے کہا۔

"ارے بتانے یا نہ بتانے کی کیا بات تھی استاد۔ تم نے مجھے بھیجا ہی اس لیے تھا اور پھر دوسری بات یہ کہ لڑکی کے سامنے کیا بتاتا۔ گئی کہاں استاد؟ اتنا تو بتا دو۔"

"ارے جہاں سے آئی تھی چلی گئی۔ تمہارے والی کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دھندا کرنے گئی ہے استاد۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟ کیسا دھندا؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھی بس ناشتہ کرنے کے بعد چلا جاؤں گا۔"

"سردارے' کسی وقت تو ہوش میں رہا کرو۔ کیا تم میرے سوالات کے صحیح جواب دے رہے ہو؟"

"ایک بھی غلط نہیں دیا استاد۔ اب تم سوالات ہی ایسے کر رہے ہو۔" سردارے نے کہا۔

"میں نے پوچھا تھا تمہارے والی لڑکی کہاں گئی۔"

"اور میں نے کہا تھا کہ دھندا کرنے۔ ارے سمجھو نہ استاد۔ ہم دونوں قلاش ہیں۔ بلکہ یہی قلاشی دوستی کا سبب بھی بن گئی۔ پتہ ہے تمہیں میری اس سے ملاقات کیسے ہوئی؟" سردارے نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دراصل استاد میں جا رہا تھا وہ میرے قریب پہنچ گئی اور ہاتھ پھیلا دیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بھیک مانگ رہی تھی بے چاری۔"

"اوہ پھر کیا ہوا؟"

"بس ہوا کیا استاد' میں نے بھی ہاتھ پھیلا دیا۔" سردارے نے جواب دیا اور میں بے ساختہ ہنس پڑا۔

"سور ہو کچے۔"

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے استاد' اپنا اپنا پروفیشن ہے۔ اس نے مجھے اپنا پروفیشن بتایا اور میں نے اپنا بتادیا۔ میں نے کہا' بھئی میں بھی تیری ہی لائن کا ہوں۔ اور استاد جب میں نے ہاتھ پھیلایا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی' کہنے لگی'

"یہ کیا؟" تب میں نے کہا۔

"میں بھی بھکاری ہوں۔"

"اوہ!" وہ میری شکل دیکھتے ہوئے بولی اور پھر مسکرا پڑی۔ بڑے زندہ دل ہوتے ہیں یہ لوگ استاد۔ بازو میں بازو ڈال کر بولی۔

"اچھے ہو۔ آؤ دونوں مل کر بھیک مانگیں گے۔"

تم سمجھو استاد' یوں تو سب ٹھیک ہے لیکن بھیک مانگنا مشکل کام ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے تو پریشان ہو گیا تھا۔ پھر میں نے ایک ترکیب سوچی اور اس سے پوچھا کہ پہلے یہ بتاؤ کہ آج تم نے کمایا کیا ہے؟ اور اچھی خاصی رقم کمالی تھی اس نے استاد۔ کم از کم اتنی کہ ہم دونوں پیٹ بھر کر کھانا کھا سکتے' تھوڑی سی چرس پی سکتے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ ہم ہپی ہیں' دنیا سے بے نیاز' کسی چیز کی فکر نہ کرنے والے جب ہمارے پاس اتنے پیسے ہیں کہ ہم اپنی ضروریات پوری کر سکیں تو مزید بھیک مانگنے سے کیا فائدہ۔ کیا کل کا دن نہیں آئے گا؟ اور استاد وہ میری حکیمانہ باتوں کی قائل ہو گئی۔ میں نے بڑے دلائل دے کر اسے سمجھایا کہ دیکھو' زندگی کی ایک رات بھی انسان کی اپنی نہیں ہوتی۔ کیا ضروری ہے کہ کل کے لیے بھی بندوبست کیا جائے۔ آج کے لیے سب کچھ موجود ہے۔ کل صبح کو مل کر بھیک مانگیں گے۔ چنانچہ وہ تیار ہو گئی۔ اور استاد اس کے بعد ہم لوگ ــــــ سیر کرتے رہے۔ رات کو میں اسے اپنے خیمے میں لے آیا لیکن بڑی احمق لڑکی تھی۔ کہنے لگی صبح ہی صبح چلو۔

میں نے کہا کہاں؟

"کہنے لگی "بھیک مانگنے۔" بہرحال استاد بڑی مشکل سے اس کو روانہ کر کے آیا ہوں۔ یہ کہہ کر کہ میں اسے تلاش کر لوں گا۔ میری پوزیشن تو بڑی خراب ہو گئی ہے استاد۔ کچھ بھی ہو پیٹ کے لیے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا۔" سردارے جس انداز میں یہ سب کچھ سنا رہا تھا اسے سن کر میرے پیٹ میں قہقہے مچل رہے تھے۔ خوب عشق کیا تھا اس نے۔

بہرحال ان ہپیوں کے لیے تو بھیک مانگنا کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ لیکن سردارے کے لیے بڑی مشکل بات تھی۔

"تو پھر کیا ارادے ہیں سردارے؟" چند لمحے بعد میں نے پوچھا۔

"بس ارادے کیا ہیں استاد رخ بھی نہیں کروں گا سالی کی طرف!"

"کیا مطلب؟"

"ارے تو کیا میں اس کے ساتھ جا کر بھیک مانگوں گا؟"

"کیا حرج ہے یار۔ انسان کو ہر پروفیشن میں گھس کر دیکھنا چاہئے کہ اس کی کیا تکنیک ہے۔ کس انداز میں کام کیا جاتا ہے۔ اب دیکھو نا بہرحال بھیک مانگنا بھی ایک آرٹ ہے۔ عام لوگ تو نہیں مانگ سکتے۔"

"جی ہاں' لیکن میں آرٹسٹ نہیں بننا چاہتا۔ معاف کیجئے۔" سردارے ناک چڑھا کر بولا اور میں ہنسنے

لگا
"پھر اب کیا کرو گے سردارے؟"

"کچھ نہیں کروں گا۔ میں نے کون سا اس سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ ٹھیک ہے وہ بھیک مانگے' میں کیوں مانگوں۔"

"اور رات کو اس کا کھا جو گئے ہو۔"

"واپس کر دوں گا استاد' مل گئی تو۔ بات صرف رات کی تھی۔ لڑکی بری نہیں تھی پتہ نہیں کیوں بھیک مانگ رہی تھی۔ ایسی لڑکیوں کو تو بھیک نہیں مانگنی چاہئے استاد۔ یہ لڑکیاں تو بھیک دیتی ہیں۔"

"اچھا اچھا فضول باتیں مت کرو۔"

"رائٹ باس۔ حکم؟" سردارے نے پوچھا۔

"ابھی کیا حکم دیا جا سکتا ہے۔ پہلے ناشتے کا بندوبست کرو۔ اس کے بعد کیمپ کا جائزہ لیں گے۔ میرا خیال ہے کہ آج ہمیں کچھ کرنا چاہئے۔"

"بالکل کرنا چاہئے استاد۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کیا کیا جائے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے سردارے۔ جاؤ پہلے تم ناشتے کا بندوبست کرو۔"

"او کے باس۔" سردارے نے جواب دیا اور پھر وہ خیمے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں سوچنے لگا کہ شہر جانا ضروری ہے لیکن صرف ایک آدمی کا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سردارے کو یہاں چھوڑنا پڑے گا۔ میں شہر جا کر کچھ کارروائی کرنا چاہتا تھا۔ خود بھی اب مجھے زیادہ مزا نہیں آ رہا تھا۔ وقت برباد ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ کیا کیا جائے۔

سردارے ناشتہ لے آیا اور ہم دونوں مل کر ناشتہ کرنے لگے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر میں نے سردارے کو اپنی تجویز بتائی۔

"میں جا رہا ہوں سردارے تمہیں پورا دن اسی خیمہ میں رہنا پڑے گا۔"

"تمہارے خیمے میں استاد؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے کرنسی یہاں موجود ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے رہنا ہی ہو گا۔"

"اوہو' اس کی حفاظت کے لیے تو یہاں رہنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اپنے خیمے میں رہتا تو کوئی اور بھی ساتھ آ سکتا تھا۔"

"فضول بکواس مت کرو۔ تمہیں پورا دن خیمے میں ہی گزارنا ہے۔"

"ہائے استاد' ٹھیک ہے گزاروں گا۔" سردارے نے کہا۔ "مگر تم کہاں جاؤ گے استاد؟"

"بس کچھ کروں گا جا کر پہلے تو تلاش کروں گا۔ ظاہر ہے یہ کام اتنا تو آسان نہ ہو گا۔ ہمیں کافی الجھنیں پیش آئیں گی۔"

"مجھے احساس ہے استاد۔"

"بس تو اس احساس کا اظہار اس طرح کرو کہ نہایت ہوشیاری سے یہاں رہو کہ کسی کو تمہارے یہاں رہنے کا شبہ نہ ہونے پائے۔"

"شبہ نہیں ہو گا استاد۔ تم بے فکر رہو۔ مگر تم کیسے جاؤ گے؟"
"جانا تو ہے سردارے۔"
"میں پریشان ہو جاؤں گا۔" سردارے بولا۔
"کیوں؟"
"بس تم تنہا جاؤ گے۔ میرا دل پریشان رہے گا استاد۔"
"یار تو تو میری منکوحہ کی طرح تشویش ظاہر کر رہا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"نکاح ہی تو نہیں ہوا ہے استاد۔ باقی رہ کیا گیا ہے۔"
"اوہ 'تو تو میرے ساتھ نکاح بھی پڑھوانا چاہتا ہے؟"
"پڑھوا سکتا تو ضرور پڑھوا لیتا۔ سچ سچ تمہارے ساتھ پوری زندگی بسر کرنے کو دل چاہتا ہے۔"
"تو تجھے منع کس نے کیا ہے گدھے 'اور اب جائے گا بھی کہاں؟"
"ٹھیک ہے استاد۔ خدا نہ کرے کہ اب ہم لوگ جدا ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم پیدا ہی ایک دوسرے کے لیے ہوئے ہوں۔"
"اچھا بس اب پیدائش کا فلسفہ چھوڑو میں چلتا ہوں۔"
"فوراً؟" سردارے نے پوچھا۔
"ہاں سردارے میرا خیال ہے پورا دن صرف کر کے کچھ کرنے کی کوشش ہی کی جائے۔"
"کوئی لائحہ عمل تو تیار کر ہی لیا ہو گا۔"
"کوئی خاص نہیں۔ بس دیکھوں گا کیا کر سکتا ہوں۔"
"ٹھیک ہے استاد۔ خدا حافظ۔" سردارے نے کہا اور میں اپنے خیمے سے باہر نکل آیا۔

☆ ☆ ☆

سب سے پہلا مسئلہ تو یہ تھا کہ میں ہوریشو اور مکلینو کے آدمیوں کی نظر بچا کر کیمپ سے نکل جاؤں۔ اس کے لیے تنہا سفر کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے جائزہ لیا کہ ہپیوں کی ٹولیاں جو کہ عموماً آتی جاتی رہتی ہیں سفر کر رہی ہیں یا انہیں بھی روک دیا گیا ہے اور اس بات کا جائزہ لینے کے لیے مجھے کیمپ کے اس راستے کی طرف آنا پڑا جہاں سے عموماً ہپی سفر کرتے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے اندازہ لگا لیا کہ ہوریشو اور مکلینو کے آدمیوں نے آنے جانے والوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی۔ لگاتے بھی کب تک اور کس قانون کے تحت۔ ظاہر ہے وہ کیمپ کو برباد کرنا نہیں چاہتے تھے اور انہیں اسی کیمپ میں مجھے تلاش بھی کرنا تھا۔ یہ اتفاق ہی کی بات تھی کہ کیمپ کے سرے پر مجھے جولی مل گئی۔ وہ لڑکی جو پچھلی رات اپنے شوہر کے ساتھ تھی اور انہوں نے مجھے چرس بھرا سگریٹ دیا تھا۔

"ہیلو مائیکل!" وہ مجھے پہچان کر میرے قریب آ گئی۔
"ہیلو جولی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔
"کہاں؟" جولی نے پوچھا۔
"بس شہر جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"اوہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے پھر ساتھ ہی شہر چلیں گے۔" جولی خوشی سے بولی۔
"تو کیا تم بھی شہر جا رہی ہو؟"
"ہاں۔"
"اور تمہارا شوہر؟"
"وہ کیمپ ہی میں ہے۔"
"تمہارے ساتھ نہیں جا رہا؟"
"نہیں۔" جولی نے جواب دیا۔
"گویا تم تنہا جا رہی ہو۔"
"تنہا ہی سمجھ لو۔ ویسے یہاں سے شہر جانے میں کیا تنہائی۔ فاصلہ ہی کتنا ہے۔" جولی نے کہا۔
"ٹھیک ہے جولی چلو۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ اتفاق سے اچھا موقع مل گیا تھا۔

دوسرے آوارہ گرد لوگ بھی شہر کی طرف جا رہے تھے۔ میں اور جولی ایک الگ سمت ہو لیے اور کل آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ بظاہر میں جولی میں الجھا ہوا تھا اور یہی اندازہ ہو رہا تھا جیسے ہم لوگ ایک سرے سے برسوں کے شناسا ہوں لیکن میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر ان باریک اہوں نے ان تمام لوگوں کو دیکھ لیا او دو دو چار کی ٹکڑیوں میں دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ ہپی نہیں ے بلکہ مشکوک قسم کے لوگ تھے جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ یقیناً ہوریشو کے ہی آدمی تھے۔ ہم پر بھی ہیں ضرور ڈالی گئی ہوں گی لیکن میں جولی میں اس طرح مصروف تھا کہ دوسروں کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا اور پھر ردارے کو نہ لا کر میں نے نہایت عقلمندی کا ثبوت دیا تھا۔

خاص طور سے دو افراد کو ضرور چیک کیا جا رہا تھا کیونکہ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ ہم دو ہیں اور ایک نا دو قاب ہیں۔ راستے میں ایک جگہ تو باقاعدہ چیکنگ ہوئی۔ وہاں پر انہوں خود کو محکمہ آبکاری کا ملازم بتایا لیکن میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق محکمہ آبکاری سے نہیں ہے اور اس علاقے میں تو آبکاری کا کوئی وجود نہیں ملتا تھا۔ اب یقیناً وہ ہوریشو کے آدمی ہوں گے۔ انہوں نے غور سے مجھے اور جولی کو دیکھا تھا۔ سب ساتھ وہ یہی سلوک کر رہے تھے لیکن بہرحال انہیں ہم پر شبہ نہ ہو سکا اور انہوں نے ہمیں نکل جانے

جولی میرے ساتھ چلتے ہوئے بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ باتیں کرنے کی شوقین لڑکی تھی۔ راستے ا کہنے لگی۔

"پچھلی رات تمہارے ساتھ کون تھا؟"
"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"اوہو۔ اداکاری مت کرو۔ مجھے سب معلوم ہے۔" جولی نے کہا۔
"کیا معلوم ہے محترمہ جولی؟" میں نے پوچھا۔
"کیا وینا تمہارے ساتھ نہیں تھی؟"
"اوہ مس وینا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کی دوست ہیں۔"
"اب تو تمہاری بھی دوست بن گئی۔" جولی نے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ صرف ایک رات کے لیے میرے پاس آئی تھی۔"

"کیا مطلب' آج نہیں آئے گی؟"

"شاید نہیں۔ میرا خیال ہے آج آپ ان سے میرا نام پوچھیں گی تو وہ بھی بھول چکی ہوگی۔"

"کیوں جھگڑا ہو گیا تھا کیا؟"

"نہیں جھگڑا نہیں ہوا' انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ وہ صرف ایک رات یاد رکھنے کی عادی ہے۔"

"ہاں' وہ خاصی کریک ہے۔" جولی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "لیکن تمہیں تعجب ہو گا کہ بڑے ا[...] خاندان کی لڑکی ہے۔ لیکن بہرحال اس راستے پر چل پڑی اور اس راستے پر چلنے کے بعد خاندان یا عز[...] اقارب کا کوئی تصور نہیں رہتا۔"

"ٹھیک کہا آپ نے مس جولی۔"

"اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ مائیکل۔" جولی بولی۔

"کیا بتاؤں۔ بس اتنا سمجھ لیں کہ ایک آوارہ گرد ہوں۔ اس کے بعد اپنی حیثیت خود بھی بھول[...] ہوں کہ کبھی کیا تھا۔ کچھ تھا بھی یا نہیں مجھے تو اب ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں اسی رنگ' اسی روپ میں پیدا[...] جس میں آج ہوں۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے ویسے ایک بات میں تمہارے بارے میں ضرور کہوں گی۔" جولی مجھے غور[...] دیکھتے ہوئے بولی۔

"ضرور کہیں مس جولی۔"

"حالانکہ جس انداز میں تم ہمارے سامنے آئے' معاف کرنا اس میں کوئی جاذبیت نہیں ہوتی۔[...] طور سے آوارہ گرد قلاش ہوتے ہیں۔ ہوتے نہیں تو ہو جاتے ہیں' اور اس کے بعد ان کی حالت خراب[...] خراب تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور ——— جب ان کی حالت خراب ہو جاتی ہے تو وہ اپنی شخصیت کھو بیٹھ[...] ہیں کچھ بھی نہیں رہتا ان کے پاس عجیب سی کیفیت میں رہتے ہیں لیکن میں نے پچھلی شام ہی محسوس کیا[...] تم ذرا مختلف سے ہو۔"

"اوہو' آپ نے اس قدر غور فرمالیا میرے بارے میں؟"

"ہاں' غور کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ تمہاری شخصیت ہی اس قدر نمایاں تھی۔"

"کیا اختلاف ہے میرا عام لوگوں سے؟" میں نے پوچھا۔

"او ہو۔ میرا مطلب اختلاف سے نہیں ہے۔ میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ تمہاری شخصیت کچ[...] ہونے کے باوجود بہت کچھ ہے۔" جولی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"بہرحال میں اس بات کا شکریہ ضرور ادا کروں گا مس جولی۔" میں نے کہا۔

"نہیں شکریہ کی کوئی بات نہیں۔"

"آپ شہر کس کام سے جا رہی ہیں۔"

"دراصل اپنے بارے میں کچھ بتانا تو نہیں چاہتی لیکن راستہ کاٹنے کے لیے ضروری بھی ہے۔"

"مجھے خوشی ہوگی۔"

"میرا تعلق ایک ڈیوک خاندان سے ہے۔ والدین اب بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ یہاں[...]

[...]میرے ایک چچا ایک بہت بڑے صنعتکار ہیں۔ بہت سے کام کرتے ہیں۔ حالانکہ جس وقت میں یہاں آئی [...]ے نہیں ملی۔ لیکن اتفاقیہ طور پر ہی "انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ گو انہوں نے میرے شوہر کو نہیں دیکھا [...] انہیں اس کے بارے میں معلوم ہے لیکن بہرصورت وہ مجھے پہچان گئے اور میرے پیچھے پڑ گئے۔ میں [...]شکل میں تھی اس میں ان کے قریب نہیں جانا چاہتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ مجھے اس حیثیت میں بھی [...]ی محبت سے قبول کرتے ہیں اور اگر میں کچھ وقت ان کے ساتھ گزاروں تو وہ بہت خوش ہوں گے۔ ان [...]خلوص کو دیکھ کر اور ان کے انداز کو پہچان کر میں بھی اس بات پر تیار ہو گئی کہ ان سے مل لینے میں کوئی [...] نہیں ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب تک کہ میں سوئیڈن میں ہوں اس کے بعد تو یہاں سے چلے [...]نا ہے۔

چنانچہ میں پہلی بار ان سے ان کے گھر میں ملی تو وہ نہایت عزت و احترام سے میرے ساتھ پیش [...]۔ انہیں میرے ان موجودہ حالات کے بارے میں کوئی تجسس نہیں تھا۔ نہ ہی انہیں میرے اس طرح [...]پر انہیں کوئی اعتراض تھا۔ نہ ہی وہ اس کے بارے میں کوئی سوال کرنا چاہتے تھے۔ بس انہیں اپنا رشتہ' [...]بت یاد تھی۔ وہ مجھ سے بہت ہی اخلاق اور بہت ہی محبت سے پیش آئے اور تب میں نے سوچا کہ ان [...]دوبارہ ملنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"یقیناً مس جولی' خوش نصیب ہیں آپ"

"نہیں اس میں خوش نصیبی کی کوئی بات نہیں۔ بس ایک اچھے انسان کی پذیرائی کی ہے میں [...]"

"آپ خود بھی اچھی انسان ہیں۔"

"چھوڑو ان باتوں کو مائیکل۔ یہ بتاؤ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"آں۔ بس مس جولی ذہن میں کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ یونہی بس کیمپ سے گھبرا گیا تھا' تو [...] شہر آکر کوئی ایسا کام تلاش کروں جس سے تھوڑا سا کما لیا جائے تاکہ رات کو کسی سے بھیک مانگنے کی [...]ت پیش نہ آئے۔" میں نے بالکل اس طرح کہا جیسے کوئی بے روزگار آدمی کہہ سکتا تھا۔ اور جولی مجھے [...]ے دیکھنے لگی۔

"اوہ' تو یہ بات تھی۔" اس نے کہا "کیا کام کرو گے شہر جا کر؟"

"بس ابھی تک کچھ ذہن میں نہیں ہے۔"

"کتنا کما لو گے مائیکل؟" اس نے پوچھا۔

"یہ بات بھی نہیں سوچی مس جولی۔"

"تب براہ کرم میرے ساتھ ہی وقت گزارو۔" جولی نے کہا۔

"کیا مطلب مس جولی۔ میں نہیں سمجھا۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"بھئی میں کہنا تو پسند نہیں کرتی لیکن کہے بغیر چارہ بھی نہیں ہے۔ تم جو کچھ کمانا چاہتے ہو مجھ سے [...]"

"لوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ پھر بولا "آپ بے حد مہربان خاتون ہیں مس جولی' لیکن میرا خیال [...]یک نہیں ہے۔"

"ہاں، تمہاری خودداری یہ بات کہہ سکتی ہے لیکن دوست سمجھ کر ہی مان لو۔"
"سوری مس جولی۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔
"اچھا چلو ٹھیک ہے! میں مجبور نہیں کروں گی لیکن تھوڑی دیر تو میرے ساتھ رہو۔"
"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔
پھر میں جولی کے ساتھ اس کے چچا کی عالی شان کوٹھی میں پہنچ گیا۔ ہم لوگ دروازے پر ہی تھے کہ ایک لمبی کار گیٹ سے باہر نکلی اور جولی نے اس طرف ہاتھ ہلایا۔ ڈرائیور نے کار روک دی تھی اور وہ جولی کی طرف لے آیا------
پچھلی کھڑکی سے ایک خوش شکل لیکن مکار قسم کے آدمی نے گردن باہر نکالی------
"اوہ جولی میری بچی۔ آؤ کیا میرے پاس آئی تھیں؟" اس نے پر محبت لہجے میں کہا۔
"ہاں انکل۔ آپ کہیں جا رہے ہیں؟"
"جا رہا ہوں بیٹی۔ لیکن تم بھی میرے ساتھ ہی چلو۔"
"نہیں انکل اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں پھر آ جاؤں گی۔"
"اوہو۔ ہرگز نہیں۔" بوڑھا کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترتا ہوا بولا۔ "یا تو تم میرے ساتھ پھر کوٹھی واپس چل رہا ہوں لیکن بہتر یہی ہے کہ تم میرے ساتھ میرے دفتر چلو۔"
"جیسے آپ کا حکم انکل۔" جولی نے شانے اچکائے۔
"یہ کون ہے؟" بوڑھے نے پوچھا۔
"میرے انتہائی قریبی دوست مائیکل ہیں۔"
"اوہ۔ تم سے مل کر خوشی ہوئی نوجوان!" بوڑھے نے نہایت پر اخلاق لہجے میں کہا۔
"اور مسٹر مائیکل یہ میرے انکل جوزف ہیں۔"
"میں بھی آپ سے مل کر خوش ہوا۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"آؤ تم دونوں کار میں بیٹھ جاؤ۔" انکل جوزف نے کہا اور ہم دونوں ان کے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ گو ہمارے کپڑے اس قابل نہیں تھے، ہمارے حلیے خراب تھے، اس حیثیت میں نہیں تھے کہ اعلیٰ درجے کی کار میں بیٹھ کر سفر کرتے۔ اور وہ بھی اس مہذب آدمی کے ساتھ۔ لیکن مہذب آدمی کے چہرے پر ان احساسات کی کوئی رمق نہیں تھی جس نے بہرصورت مجھے کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا۔ جب کار آفس کے دروازے تک پہنچی تو ہم اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ بہت خوبصورت عمارت تھی۔ باوردی چوکیدار نے دروازہ کھولا اور ہم تینوں نیچے اتر آئے۔
بوڑھے نے یہاں بھی دوسرے لوگوں سے بے نیازی کا سلوک کیا تھا اور ہمیں ساتھ لیے اپنے شاندار آفس میں پہنچ گیا۔ بہت بڑا ہال تھا جس کے درمیان ایک بہت بڑی میز لگی ہوئی تھی۔ عریض میز جس کے اوپر بے شمار الیکٹریکل انسٹرومنٹ رکھے ہوئے تھے یہ سب بجلی کے آلات تھے۔ ہمیں نیم دائرے کی شکل میں پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے انکل جوزف اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے جولی کی طرف دیکھا اور بولا۔
"میں تمہاری کیا خدمت کروں بیٹی؟"

"اوہ تھینک یو انکل۔ میں صرف آپ سے ملنے آئی تھی۔"
"یقیناً یقیناً۔ میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ مائیکل آپ کا بھی۔"
"شکریہ جناب!" میں نے جواب دیا۔
"کیا پیو گے تم لوگ؟"
"آپ کے سامنے کچھ نہیں پئیں گے انکل۔" جولی نے کہا۔
"اوہو۔ اوہو۔ بہت خوشی ہوئی لیکن کوئی مشروب؟"
"جی ہاں۔ کولڈ ڈرنک منگوا لیجئے، اور مسٹر مائیکل آپ؟" جولی نے پوچھا۔
"ٹھیک ہے جولی میں بھی کولڈ ہی پیوں گا۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھے جوزف نے بیل بجادی۔ ایک آدمی اندر داخل ہوا اور جوزف نے اسے کچھ ہدایات دیں۔ اس کے بعد وہ پھر مسکراتا ہوا ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔
"خوب زندگی ہے۔ تم لوگوں کی بھی۔ بعض اوقات تو تم لوگوں پر رشک آتا ہے۔"
"انکل جوزف آپ کو؟" جولی تعجب سے بولی۔
"ہاں۔ ہاں کیا میں انسان نہیں ہوں؟"
"لیکن آپ تو بہت بڑے انسان ہیں انکل جوزف!"
"بڑا چھوٹا کیا ہوتا ہے جولی۔ اسے میں نہیں مانتا۔"
"یہ آپ کی شرافت کی دلیل ہے ورنہ جتنا بڑا آپ کا کاروبار ہے کیا آپ اس سے مطمئن نہیں ہیں؟"
"کاروبار سے تو مطمئن ہوں لیکن بس زندگی زیادہ دلکش نہیں ہے۔"
"کیوں؟" جولی نے پوچھا۔
"ارے بھئی، یہ پوچھنے کی باتیں نہیں ہوتیں۔ تم لوگ جس آزادی سے زندگی بسر کرتے ہو ہم سرمایہ دار ہونے کے باوجود اتنی آسانی سے زندگی نہیں گزار سکتے۔ بے شمار مسائل ہیں، سینکڑوں الجھنیں ہیں، بہت سی پریشانیاں۔ نہ جانے کیا کیا۔ بس ایک زندگی تم لوگوں کی ہے جہاں دل چاہا کھا لیا، جہاں جی چاہا سو گئے۔ جو دل چاہا کیا۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ کوئی فکر نہیں، کوئی غم نہیں۔" انکل جوزف نے کہا۔
میں غور سے اس شخص کی شکل دیکھ رہا تھا۔ خاصہ تیز اور چالاک آدمی محسوس ہو رہا تھا۔ پھر اس کا فون شروع ہو گیا۔ جگہ جگہ سے ٹیلیفون آ رہے تھے۔ کئی ٹیلیفون تھے۔
ہم مشروب پیتے رہے۔ اور وہ ٹیلیفون پر لوگوں سے گفتگو کرتا رہا۔ لیکن پھر اس کی ایک بات نے مجھے اس کی طرف متوجہ کر دیا۔ وہ ٹیلیفون پر کہہ رہا تھا۔
"آپ نے ٹھیک کہا مسٹر جیک مین۔ لیکن بہرصورت اس میں مشکلات تو پیش آئیں گی۔ بھئی اگر آپ کسی بھی طریقے سے آپ کرنسی باہر منتقل کرنا چاہیں تو اس کے لیے آپ کو بہرصورت کچھ قانونی کارروائیاں کرنا ہوں گی۔ لیکن آپ چاہتے ہیں کہ بغیر کسی کارروائی کے کام ہو جائے تو اس کے لیے------ تو ظاہر ہے دوسرے کام کے لیے دوسرے طریقے ہی اختیار کیے جاتے ہیں۔" پھر اس نے کہا۔ "نہیں آپ سوچ لیں۔ غور کر لیں۔ میں آپ کا کام کرانے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن آپ کو کرنا وہی ہوگا جو میں

نے کہا ہے۔ اس سے کم کسی طور ممکن نہیں ہے۔" اور پھر اس نے ٹیلیفون رکھ دیا۔

میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ گویا یہ شخص اس شکل میں بھی کام آسکتا ہے۔ میں نے ر
جتنی دیر ہم لوگ وہاں رہے میں صرف اپنے حالات پر غور کرتا رہا اور بہرصورت میرے ذہن میں ایک
ترکیب آگئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد جولی نے انکل جوزف سے اجازت لی اور ہم وہاں سے باہر نکل آئے۔
ذہن میں بہت سے خیالات مچل رہے تھے۔ آخر میں نے جولی سے کہا۔

"مس جولی کیا اب آپ مجھے اجازت دے دیں گی؟"

"دل تو نہیں چاہتا مائیکل کاش تم میرے ساتھ ہی پورا دن گزارنے کا فیصلہ کر لیتے۔ لیکن
میں تمہیں روکنے کا حق نہیں رکھتی لیکن اگر پسند کرو تو کیا کل شام کو کیمپ میں ملاقات کرو گے؟"

"ضرور مس جولی! اس میں کیا حرج ہے۔" میں نے کہا اور پھر وہ ہاتھ ہلا کر مجھ سے رخصت ہو
میں نے اس سلسلے میں جو فیصلہ کیا تھا' اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ چند ساعت کے بعد
پبلک کال بوتھ کا رخ کیا تھا۔

انکل جوزف کے آفس میں میں نے ان کا ایک ٹیلی فون نمبر ذہن نشین کر لیا تھا' چنانچہ میں
نمبر پر رنگ کیا اور چند ساعت کے بعد دوسری جانب سے انکل جوزف کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے
اپنی کمپنی کا نام لیا تھا۔

"میں آپ سے ایک اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"فرمایئے۔" انکل جوزف بولا۔

"ٹیلی فون پر گو یہ بات کرنا مناسب نہیں ہے' لیکن میں ذاتی طور آپ سے اس وقت گفتگو
گا۔ جب کچھ گفتگو ٹیلی فون پر طے ہو جائے۔" میں نے کہا۔

"فرمایئے کیا کام ہے؟"

"میں ایک بھاری کرنسی دنیا کے مختلف ممالک میں منتقل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا او
جوزف کی ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"میرا خیال ہے مسٹر آپ غلط قسم کے محتاط انسان ہیں' براہ کرم میرے دفتر آجایئے۔"

"اس سلسلے میں جو کچھ ضروری باتیں اگر فون پر ہی ہو جائیں تو ٹھیک ہے۔"

"اوہ مسٹر جو باتیں آپ کرنا چاہتے ہیں یہاں آکر کریں۔ میں صرف آپ کو یقین دلا سکتا ہوں
"وہ کیا مسٹر جوزف؟"

"کسی بھی حالت میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ ہمارا اصول ہے۔"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا اور پھر بولا "ٹھیک ہے مسٹر جوزف میں کس وقت
مل سکتا ہوں؟"

"اب سے ایک گھنٹے کے بعد کسی بھی وقت!" جوزف نے جواب دیا۔

"میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کا نام کیا مسٹر؟"

"برونیک۔"

"آل رائٹ میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا اور میں نے فون بند کر دیا میرا تو
ذہن اس بارے میں سوچ رہا تھا اور پھر میں ایک فیصلہ کر کے چل پڑا۔ ایک بار پھر مجھے میک اپ سٹورز کی
تلاش تھی اور سوئیڈن جیسے شہر میں یہ تلاش کسی طور طویل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ مجھے میک اپ کا عمدہ
سامان مل گیا اور اس کے بعد کسی پرسکون گوشے کی تلاش۔

میک اپ کا بچا ہوا سامان اور آئینہ وغیرہ میں نے پارک کے اسی گوشے میں پھینک دیا تھا اور نیا خریدا
ہوا سوٹ جو بے حد قیمتی تھا پہن لیا۔ پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر مسٹر جوزف کی طرف
چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد میں مسٹر جوزف کے دفتر کی خوبصورت عمارت کے سامنے اتر گیا۔ ایک ملازم
نے مجھے ان کے دفتر میں پہنچا دیا۔ میرا نام سن کر مسٹر جوزف نے فوراً" مجھے اندر بلوایا۔ انہوں نے کھڑے ہو
کر میرا استقبال کیا تھا۔

"مسٹر برونیک؟" وہ سوالیہ انداز میں بولے۔

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر!"

"شکریہ!" میں نے اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا پئیں گے مسٹر برونیک؟"

"شکریہ! اس وقت کسی چیز کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ پھر بھی؟"

"نہیں شکریہ!"

"پھر میں آپ کی کیا خدمت کروں؟"

"میں آپ کا تھوڑا سا تعارف چاہتا ہوں۔"

"اوہ' میرا خیال ہے آپ میرے پاس بلاوجہ ہی نہیں آئے ہوں گے۔"

"ہاں ٹھیک ہے لیکن براہ کرم چند سوالات کے جواب دیں۔"

"ضرور فرمایئے؟" مکار شکل ——— جوزف نے کہا۔

"آپ کا اصل کاروبار کیا ہے؟"

"وہی جس کے لیے آپ آئے ہیں۔ میں سارے کام کر لیتا ہوں۔ پائیدار بحفاظت طریقے سے اور
ل ضمانت کے ساتھ معاوضہ بھی معقول لیتا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے یہ فرم؟"

"بظاہر امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کرتی ہے لیکن باقی سارے کام بھی ہو جاتے ہیں۔ میرا مطلب ہے
ہ کام جو تم چاہو۔ کوئی چیز باہر بھیجنی ہو باہر سے منگوانی ہو۔ براہ راست یہاں کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"اوہ' اور اس کے لیے آپ ضمانت دیتے ہیں؟"

"یقیناً!"

"ٹھیک ہے مسٹر جوزف۔ کسی قسم کے دھوکے کا امکان؟"

"آزمائش شرط ہے۔"

"گڈ۔ تب میں کچھ کرنسی باہر کے بینکوں میں بھیجنا چاہتا ہوں۔"

"یہ آسانی ہو جائے گا کتنی کرنسی ہے؟"

"کئی کروڑ ڈالر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔" جوزف سنبھل کر بیٹھ گیا۔ وہ غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "معیوب سا سوال کروں گا۔"

"کرو!" میں نے جواب دیا۔

"کرنسی تمہاری اپنی ہے؟"

"یہی سمجھو۔ لیکن یہ سوال تم نے کیوں کیا؟"

"معاملے کی بات تم ہی سے ہو گی۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک بات بتاؤ گے دوست۔ میرے ذہن میں الجھ رہی ہے۔" وہ رازدارانہ لہجے میں بولا۔

"پوچھو!"

"ڈاکہ؟"

"کیا مطلب؟"

"سویڈن کے کسی بینک میں پچھلے کئی سالوں سے اتنا بڑا ڈاکہ نہیں پڑا۔" اس نے کہا۔ غصہ آیا اس کی بات پر۔ لیکن پی گیا۔ آدمی کام کا معلوم ہوتا تھا۔

"تمہارے خیال میں میں ڈاکو ہوں؟"

"ہو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ خالص نجی سوال تھا اگر جواب نہیں دینا چاہتے تو ضروری نہیں ہے۔"

"نہیں۔ ڈاکے کی کرنسی نہیں ہے۔"

"گڈ۔ بہرحال کچھ بھی ہو دوست۔ کام آسانی سے ہو جائے گا۔" جوزف نے جواب دیا۔

"طریقہ کار کیا ہو گا؟"

"تمہارے لیے تسلی بخش۔" اس نے جواب دیا۔

"معاوضہ؟"

"کافی بڑا کام ہے اور پھر تم نے کہا کہ کرنسی کسی ایک ملک میں نہیں مختلف ملکوں کے بینکوں میں منتقل کرانی ہے؟"

"ہاں!"

"تب کم از کم آٹھ فیصد لیکن اس رقم کے عوض تمہیں تمہاری ضرورت کی ہر سہولت مہیا ہو جائے گی۔"

"آٹھ فیصد۔" میں نے زیر لب کہا۔

"تم خود غور کرو۔ حالانکہ تم نے ابھی ہمیں ان ممالک کی فہرست بھی نہیں دی۔ تاہم تم جہاں

چاہو گے ہمیں اعتراض نہیں ہو گا۔"

"طریقہ کار کیا ہو گا؟"

"تم فہرست دے دو گے۔ اس کے ساتھ ہی کرنسی بھی پارٹ میں۔ یعنی جس ملک میں تم کرنسی بھیجو گے۔ وہاں کے بینک سے کاغذات آنے کے بعد تم دوسرے ملک کی کرنسی میرے حوالے کرو گے۔"

"میں پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا۔ ہر لحاظ سے مناسب تھا۔ کہیں سے بددیانتی کی بو نہیں آتی تھی۔ پھر میں نے پوچھا۔ "یہ کام کتنے دن میں مکمل ہو جائے گا مسٹر جوزف؟"

"جتنے ممالک کے آپ نام دیں گے اسی لحاظ سے وقت بھی لگے گا۔"

"بہر صورت ایک بات سے تو آپ آگاہ ہیں کہ آپ کے ذریعے کرنسی بھجوانے کا مقصد وہی ہو سکتا ہے کہ ہم اس کرنسی کو جائز طریقے سے کہیں منتقل نہیں کر سکتے۔"

"ظاہر ہے میں سمجھتا ہوں۔"

"ایسی صورت میں ہماری زندگی کو خطرات بھی لاحق ہیں۔"

"تمہیں نہایت عمدہ قسم کی رہائش گاہ مہیا کی جائے گی' اور وہاں تمہارے بے شمار محافظ ہوں گے۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔۔۔۔۔ کرنسی منتقل ہونے کے بعد تم جس ملک میں بھی جانا چاہو گے یہاں سے تمہیں وہاں تک پہنچایا جائے گا۔"

"ہوں۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ بڑا اچھا معاملہ تھا' بہت سے مسائل حل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ میں نے منظوری دے دی اور جوزف بے حد مودب نظر آنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"کیا آپ تنہا ہیں جناب؟"

"نہیں کچھ اور لوگ بھی ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ جس قدر لوگ آپ کے ساتھ ہوں' آپ انہیں لے کر اس مکان میں منتقل ہو جائیں جس کا بندوبست میں کروں گا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک درخواست اور کروں گا۔"

"وہ بھی کہو؟"

"جس قدر کرنسی ہے اس کا فیصد طے کر کے آپ ہمیں معاوضہ کا بیس فیصد ادا کر دیں۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کل یہ ہو جائے گا۔"

"شکریہ جناب۔" جوزف نے مودبانہ انداز میں کہا۔ پھر اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور کسی کو رنگ کرنے لگا۔ بلیک برڈ روانہ کر دو۔" اور پھر ریسیور رکھنے کے بعد بولا۔ "میں نے اس وقت آپ کے لیے کار منگوالی ہے۔ ڈرائیور قابل اعتماد آدمی ہے' تاہم جو بات آپ اس سے چھپانا چاہیں وہ یقیناً چھپائیں۔ ہم آپ کو ہر ممکن تعاون پیش کرنا چاہتے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر جوزف۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ پھر اس کے کہنے سے مجھے مشروب بھی پینا پڑا اور اس کے بعد وہ بلیک برڈ آ گئی جو خاصی خوبصورت گاڑی تھی۔ ڈرائیور ایک تنومند شخص تھا' چہرے سے خاصا سنجیدہ انسان نظر آتا تھا۔

"مسٹر برونیک۔" جوزف نے تعارف کرایا۔ "اور یہ لاکر ہے۔ کسی کتے کی طرح وفادار آپ جس حد تک چاہیں اس پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ کبھی شکایت نہ ہو گی۔"

"اوکے مسٹر جوزف۔" میں نے کہا اور پھر میں اٹھ گیا۔ یہ کام جس طرح ہوا تھا۔ مجھے اس کی ا
نہیں تھی۔ لیکن میرے خیال میں بہت سی الجھنیں دور ہو گئی تھیں۔ لاکر کے ساتھ میں سوئیڈن کے
علاقوں میں بے مقصد آوارہ گردی کرتا رہا۔ کیمپ کا میں نے رخ بھی نہیں کیا تھا۔ شام کو تقریباً پانچ بجے
نے جوزف کو فون کیا۔

"مسٹر برونیک!" جوزف چست لہجے میں بولا۔

"مکان کے بارے میں کیا کیا؟"

"بندوبست ہو گیا جناب۔"

"زیادہ ملازموں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ معائنہ کر لیں جو ردوبدل پسند کریں۔" جوزف بولا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں کہاں پہنچوں؟"

"دفتر کی طرف آ جائیں۔"

"اوکے!" میں نے جواب دیا اور پھر میں لاکر کے ساتھ واپس چل پڑا۔ جوزف نیچے ہی موجود
میرے ساتھ اپنی کار میں چل پڑا۔ لمبی بلیک برڈ اس کی کار کے پیچھے چل رہی تھی اور جس عمارت کے
اس نے کار روکی وہ بے حد خوبصورت تھی۔ نہایت پر فضا مقام پر تھی۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ عمارت
وسیع نہیں تھی۔ لیکن نہایت سلیقے کی تھی۔ مجھے بہت پسند آئی تھی۔ دروازے پر ہی دو خوبصورت
نے استقبال کیا تھا۔ بہرحال عمارت میں کل چھ ملازم تھے جن میں تین لڑکیاں اور تین مرد تھے۔ مردوں
ایک باورچی تھا اور دو متفرق کاموں والے۔

"دروازے پر رہنے والے بظاہر چوکیدار ہوں گے۔ لیکن درحقیقت وہ آپ کے محافظ ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ جوزف نے میرے بارے میں ہدایات دیں اور پھر
سے اجازت لے کر چلا گیا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر میں نے ان حالات پر نگاہ ڈالی۔ سب کچھ بے حد
تھا۔ خطرہ تو یہاں بھی مول لینا تھا۔ لیکن اس کے بغیر چارہ بھی کیا تھا۔ اب بات کرنسی کی تھی۔ کیا
عمارت میں لے آیا جائے۔ دوسری طرف اسے سردارے کے بھروسے پر چھوڑنا بھی مناسب نہیں تھا
دیر تک میں اس سلسلے میں غور و خوض کرتا رہا اور پھر میں نے ایک پروگرام بنا ہی لیا۔ دونوں لڑکیاں
نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ خاصی خوش شکل اور سمارٹ تھیں۔ لیکن ابھی میں نے ان کی طرف توجہ نہیں
تھی۔ تیسری معمولی سی شکل و صورت کی اور کسی قدر سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ ویسے جوزف نے جو کچھ
وہ بھی خاصی ہمت کا کام تھا۔ کوئی بھی قلاش آدمی یہ چکر چلا سکتا تھا۔

بہرحال شام ہو گئی۔ عمدہ چائے ملی تھی۔ رات کے کھانے پر میں نے لڑکیوں سے بے تکلفی سے
بات کی۔" "آپ لوگوں سے تعارف نہیں ہوا۔"

"اوہ جناب ہم آپ کی توجہ کے منتظر تھے۔" ان میں سے ایک بولی۔

"چلیں اب سہی۔"

"یہ گارجیا ہے اور میں ویلسنا۔" اس نے جواب دیا۔

"خوب میرا نام برونیک ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں معلوم ہے۔"

"کیا مشاغل ہیں تمہارے؟"

"بس، آپ جیسے بڑے لوگوں کی خدمت۔" ویلسنا نے جواب دیا۔

"خوب۔ اچھا میرے جیسے لوگ یہاں آکر رہتے ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ضروری نہیں کہ وہ یہاں آئیں۔ میرا مطلب ہے مسٹر جوزف جس کام پر مامور کریں۔"

"اچھا۔ اچھا گویا تمہارا تعلق مسٹر جوزف سے ہے؟"

"اب تو آپ سے بھی ہے۔" گارجیا مسکرا کر بولی۔

بہرحال تھوڑی دیر کے اندر میں ان سے بے تکلف ہو گیا۔ لڑکیوں کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ ہر طرح سے کھائی کھیلی ہیں۔ اور یقیناً رات کو بستر پر آنے میں کسی کو اعتراض نہ ہو گا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ آج سردارے کو تو نہیں بلایا جا سکتا تھا۔ کم از کم ایک دن یہاں رہ کر حالات کا جائزہ لینا ضروری تھا۔

سو یہ ہی ہوا۔ گارجیا، ویلسنا سے زیادہ خوبصورت تھی۔ دونوں نے رات کو مجھے کمپنی دی اور میں نے بے تکلفی سے گارجیا کا بازو پکڑ لیا۔

"اگر آپ پسند کریں مس گارجیا تو رات کو میرے ساتھ ہی رہیں۔"

"دل و جان سے مسٹر برونیک۔" گارجیا نشیلے انداز میں بولی۔ ویلسنا۔" کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا اور پھر رات بھر گارجیا میرے ساتھ رہی۔ بار بار یہ کہنا تو مناسب نہیں کہ لڑکیاں یکساں ہی ہوتی ہیں۔ اس سے قبل مجھے بہت سی لڑکیاں ملی تھیں، گارجیا بھی انہی کی مانند تھی اور اس کے اندر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ رات کو اس سے بہت سی باتیں ہوئیں، دوسری صبح نارمل تھی۔

رات کا حسین باب میری نگاہوں میں کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ کیونکہ میں ان حسین راتوں کا عادی ہو چکا تھا اور یہ دوسری بات ہے کہ یہ راتیں اپنی کشش نہیں کھو سکی تھیں۔ شاید یہ جوانی کی مانگ تھی۔

"مسٹر جوزف نے میرے لیے خاصی آسانیاں فراہم کر دی تھیں اور بہرحال میں اس شخص کا شکر گزار تھا۔ ناشتے کے بعد گارجیا نے مجھ سے پوچھا کہ اب میرا کیا پروگرام ہے؟

"بس آپ لوگ آرام کریں مس گارجیا میں نے کچھ کام کرنے ہیں۔ لاکر کو ساتھ لے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے جناب۔ جیسی آپ کی مرضی۔ مسٹر جوزف کے لیے تو کوئی پیغام نہیں ہے؟" ویلسنا۔" نے پوچھا۔

"نہیں۔ فی الوقت کوئی پیغام نہیں ہے کیوں، کیا اس نے ٹیلیفون کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ جی نہیں۔ ہمیں ہدایات ہیں کہ کوئی بھی مسئلہ ہو ہم مسٹر جوزف کو پیغامات سے مطلع کریں۔" ویلسنا۔" جلدی سے بولی۔

"ٹھیک ہے مس ویلسنا۔" اگر مسٹر جوزف آپ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کریں تو آپ ان سے یہ کہہ دیں کہ فی الوقت میرا کوئی پیغام نہیں ہے۔"

"بہت بہتر۔" ویلسنا۔" نے مستعدی سے کہا۔

میں نے لباس وغیرہ درست کیا اور پھر عمارت کے بیرونی حصہ کی جانب نکل آیا۔ جہاں لاکر

خوبصورت بلیک برڈ کے ساتھ میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور پھر اس نے مودبانہ انداز میں مجھے کیا۔ سلام کا جواب دینے کے بعد میں نے اس سے اس کی خیریت پوچھی اور لاکر نے سر جھکا کر مختصر الفاظ اپنے عمدہ ہونے کا یقین دلایا اور پھر میرے اشارے پر اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔

"شکریہ لاکر۔" میں اندر بیٹھ گیا اور لاکر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی' چند ساعت کے بعد ہم نکل آئے تھے۔ میں نے جو پروگرام سوچا تھا' اس پر عمل کرنے کے لیے میں پوری طرح تیار تھا۔ لاکر بڑی سڑک پر کافی آگے تک بڑھتا چلا گیا اور پھر اس نے مختصر سے الفاظ میں مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں جانا چاہتا ہوں۔

"سٹاک ہانگ کی رنگینیاں میرے خیال میں تمہاری نگاہوں سے دور نہ ہوں گی۔" میں نے جواب دیا۔

"یقیناً جناب" لاکر کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن میں نے اس مسکراہٹ میں چھپی ہلکی سی فکرمندی کو محسوس کر لیا تھا۔ غالباً" لاکر اسی انداز میں سوچ رہا تھا' جس کے بارے میں میں نے دیر پہلے سوچا تھا۔ مطلب یہ کہ مسٹر جوزف نے جو آسائیاں مجھے فراہم کی تھیں وہ کافی مہنگی تھیں اور مجھ کوئی بھی شخص اس قسم کی باتیں کر کے مسٹر جوزف کو متاثر کر سکتا تھا اور اس کے سرمائے سے سٹاک ہانگ میں عیش کر سکتا تھا۔ لاکر کے خیال میں میں بھی اسی قسم کا کوئی آدمی ہو سکتا تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ لاکر تک کی رپورٹ مسٹر جوزف کو ضرور دے گا۔ دلچسپ بات تھی اور میں اس کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ لاکر اور مسٹر جوزف کس قدر ضبط کے مالک ہیں اور کہاں تک اپنا نقصان برداشت کر سکتے ہیں۔ بہرحال سٹاک ہانگ کے بہت سے راستے میری نگاہوں سے باہر نہیں تھے۔ لاکر نے انتہائی خلوص دیانتداری کے ساتھ دن کی تفریحات سے مجھے روشناس کرایا اور پھر شام ہو گئی۔

"رات کے بارے میں کیا پروگرام ہے مسٹر برونیک؟" لاکر نے پوچھا۔

"اوہ ڈیئر لاکر۔ میرا خیال ہے رات بلکہ شام کسی پرفضا مقام پر گزاری جائے۔"

"جو حکم جناب۔" لاکر نے شانے اچکا کر جواب دیا۔

"لیکن لاکر تنہا شامیں تو بہت اداس ہوتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہو جناب۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو ان دونوں لڑکیوں کو ساتھ لے لیا جائے۔"

"کون۔ ویلسنا۔" اور گارجیا۔" میں نے پوچھا۔

"جی۔"

"نہیں بھئی۔ وہ گھر کی چیز ہے گھر میں اچھی لگتی ہے۔"

"اوہو۔ تو باہر کی چیزیں بھی بے شمار مل جاتی ہیں۔"

"میرا مقصد صرف کمپنی سے ہے' کیا تم اسے پسند نہ کرو گے؟"

"یقیناً جناب میں بھی بوڑھا آدمی نہیں ہوں۔" لاکر ہنسنے لگا اور میں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر باقی معاملات تمہارے اوپر۔"

"یقیناً آیئے۔" لاکر بہل گیا تھا اور پھر وہ چل پڑا' تھوڑی دیر کے بعد ایک خوبصورت سی عمارت کے سامنے اس نے کار روک دی اور دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے بولا "کیا مجھے چند منٹ کی مہلت ملے گی؟"

"ہاں' ہاں۔ یقیناً یقیناً۔"

"میں ابھی حاضر ہوا۔" لاکر نے کہا اور عمارت میں اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ تین لڑکیاں تھیں۔ خوبصورت لباسوں میں ملبوس' شگفتہ پھولوں کی مانند کھلی ہوئیں۔ لیکن ان کے چہرے میک اپ سے زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے۔ اندر سے ممکن ہے اس قدر حسین نہ ہوں۔ ظاہر ہے کاروباری لڑکیاں تھیں اور کاروباری لڑکی میں مجھے کبھی حسن نظر نہیں آیا۔ لاکر نے ان تینوں لڑکیوں سے میرا تعارف کرایا اور ان لڑکیوں نے نہایت خوش اخلاقی سے مجھ سے ہاتھ ملائے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ کار میں آ بیٹھیں۔ ایک لڑکی کار میں لاکر کے نزدیک بیٹھ گئی اور دو لڑکیاں میرے دائیں اور بائیں۔ انہوں نے مجھے درمیان میں لے لیا تھا۔ کافی شوخ معلوم ہو رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے جملے کس رہی تھیں اور بے پناہ قہقہے لگا رہی تھیں۔ بہرحال یہ کوالٹی ان میں ضرور تھی کہ ان کے جملے چھچھورے نہیں تھے بلکہ ان میں سلیقہ تھا اور مجھے احساس تھا کہ یہ صورت بری نہیں ہے۔

"اب کہاں چلو گے لاکر؟" میں نے پوچھا۔

"جگہ کا انتخاب اگر آپ ہی فرما دیں تو بہتر ہے۔" لاکر نے جواب دیا۔

"اوہو۔ تو میرا خیال ہے ہم لائنس کیمپ چلتے ہیں۔"

"لائنس کیمپ۔" لاکر تعجب سے بولا۔

"کیا عمدہ جگہ نہیں ہے؟"

"ہے جناب لیکن۔"

"لاکر یہ میری کمزوری ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اوہو۔ تب ٹھیک ہے جناب' کوئی بات نہیں ہے چلئے چلتے ہیں۔" لاکر نے کہا اور میں نے ایک طویل سانس لے کر گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کیمپ میں داخل ہو گئے۔

یہاں کے ہنگامے معمول کے مطابق تھے۔ کوئی تبدیلی نہ تھی جس پر مجھے حیرت ہوئی "گولڈ مین کا اڈہ بھی بند ہو گیا تھا اور شاید ایڈگر کے اڈے پر بھی مال تقسیم نہیں ہو رہا تھا۔ پھر یہاں کے آوارہ گرد کیوں مطمئن تھے۔ یہ بات باعث تعجب خیز تھی۔ لیکن بہرحال ایسی تعجب خیز بھی نہیں تھی کہ میں اس کے لیے کرید میں پڑ جاتا۔ میں نے ان ساری چیزوں کو نظر انداز کر دیا اور جھیل کے کنارے کا انتخاب کیا۔

"لڑکیاں نیچے اتر گئیں۔ وہ پوری طرح تفریح پر آمادہ تھیں اور ان کا چنچل پن مجھے بھی بہت پسند تھا جو لڑکی لاکر کے ساتھ بیٹھی تھی وہ شاید لاکر کی پہلے سے دوست تھی کیونکہ اس نے لاکر کا ساتھ پسند کیا تھا۔

"اگر آپ محسوس نہ کریں جناب۔" لاکر معذرت [illegible] انداز میں بولا۔

"کیا مطلب؟"

"میں ثوریا کے ساتھ ـــــــ لیکن اگر آپ کی اجازت ہو تو!"

"لو۔ یقیناً لاکر تم اس سلسلے میں خود مختار ہو۔ اجازت کی کیا ضرورت ہے۔"

"برگیتا تم مسٹر برونیک کو کسی بات کا احساس نہیں ہونے دو گی۔" وہ ایک لڑکی سے بولا۔

"یہ بھی کہنے کی بات ہے لاکر۔" برگیتا نے کہا۔ اور پھر اس نے میرے بازو میں بازو ڈال دیا۔

دوسری لڑکی سوریشا بھی آگے بڑھ گئی ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ برگیتا کے اس التفات سے اس
چہرے کے تاثرات زیادہ خوشگوار نہیں رہے تھے۔ تاہم وہ کوشش کر رہی تھی کہ ہمیں اس بات کا احساس
ہونے پائے۔ ہم کیمپ میں آوارہ گردی کرنے لگے۔ مجھے سردارے کی تلاش تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ میر
لیے پریشان ہو گا اور اس وقت اس کی تفریحات محدود ہو گئی ہوں گی۔"

"مسٹر برونیک" راستے میں برگیتا نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"آپ بہت خاموش ہیں۔"

"ایسی بات تو نہیں ہے۔"

"کچھ سوچ رہے ہیں؟"

"ہاں!"

"ہمیں اس سوچ میں شریک نہیں کریں گے؟"

"اوہ ضرور مس برگیتا۔ بلکہ ممکن ہے آپ میری مدد بھی کر سکیں۔"

"دل و جان سے۔" برگیتا نے کہا۔

"میں نے ایک طویل عرصہ آوارہ گردوں کے ساتھ گزارا ہے اور ان کی بری عادتیں' میرے اند
بھی سرایت کر گئی ہیں۔"

"بری عادت سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"مثلاً چرس نوشی!" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ میرا خیال اس سے مختلف ہے مسٹر برونیک!" برگیتا بولی۔

"یعنی؟" میں نے پوچھا۔

"عادت۔ انسانی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیں کسی ایسی چیز کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی جس کا تعلق
ہمارے ذہن کے کسی گوشے سے نہ ہو اور جن چیزوں کا تعلق ہمارے ذہن کے گوشوں سے ہوتا ہے ہم ا
نظر انداز کر کے خود کو دھوکہ تو دے سکتے ہیں لیکن جس وقت بھی وہ ہمارے ذہن میں ابھر آئیں ہم انہیں
لیتے ہیں۔"

"خوب۔ اچھا نظریہ ہے آپ کا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن ایک بات تو بتائیں۔"

"ضرور۔" برگیتا بولی۔

"کیا آپ لوگ بھی شغل کر لیتی ہیں؟"

"اعتراف نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"گویا؟"

"ہاں۔ سوریشا تو ہر رات انجکشن ضرور لیتی ہے۔"

"چرس وغیرہ؟"

"سب کچھ!"

"واہ۔ تب تو بے حد خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ لیکن آپ مال کہاں سے حاصل کرتی ہیں

"شہر میں بھی چھوٹے چھوٹے بہت سے سٹور ہیں۔ ہمارا ایک ملازم خود بھی عادی ہے۔ وہی ہمارے
لے آتا ہے۔ لیکن یہ تو کیمپ ہی آوارہ گردوں کا ہے۔ یہاں تو آسانی سے سب کچھ مل جاتا ہے۔"

"ہاں میں اس لیے اس طرف آیا ہوں۔"

"آیئے کسی سے معلوم کریں۔" برگیتا بولی۔

"تھوڑی دیر رک جائیں۔ میں اپنے ایک دوست کو تلاش کر رہا ہوں۔ اگر وہ مل جائے تو سارے
ائل حل ہو سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ سردارے گدھا ابھی تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

پھر ہم مختلف جگہوں پر گھومتے پھرے۔ میری بے چین نگاہیں سردارے کو تلاش کرتی رہیں اور پھر
جگہ سردارے نظر آ گیا۔ لیکن عجیب حال میں۔ وہ زمین پر کپڑا بچھائے بیٹھا تھا اور کپڑے پر چند سکے
رے ہوئے تھے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر اس کی دوست بھکاری لڑکی بڑے درد بھرے انداز میں لوگوں
بھیک مانگ رہی تھی۔ وہ اپنے معذور ساتھی کے بارے میں بتا رہی تھی۔

مجھے سخت غصہ آ گیا۔ اس گدھے نے ذلالت کی انتہا کر دی تھی۔ برگیتا اور سوریشا نے بھی اسے دیکھ
تھا۔ اب پریشانی یہ تھی کہ ان لوگوں کے سامنے میں اسے کیسے مخاطب کروں۔ جب کہ مجھے اس سے کام
لینا تھا۔ صرف چند لمحات میں نے سوچا اور پھر ایک فیصلہ کر لیا۔

"مس برگیتا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جی مسٹر برونیک؟" وہ جلدی سے بولی۔

"میں نے اس بدمعاش کو دیکھ لیا ہے۔"

"کون بدمعاش؟"

"میرا دوست' میرا ساتھی۔"

"اوہ جسے آپ تلاش کر رہے تھے۔"

"ہاں۔"

"کہاں ہے وہ؟"

"بھیک مانگ رہا ہے۔ ذلیل کہیں کا۔"

"ارے وہ بھکاری جس کے سامنے سکے پڑے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر جواب دیا۔

"اوہ۔ معذور ہے بے چارہ!" سوریشا نے افسوس سے کہا۔

"جی نہیں مس سوریشا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ البتہ وہ بہت بڑا مکار ہے۔"

"لیکن اس کی آنکھیں۔ وہ اندھا ہے۔"

"ہزار آنکھیں رکھتا ہے بدبخت۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "ابھی ٹھیک کرتا ہوں اس کی
لمیں۔" میں نے ان دونوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور سردارے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی ساتھی لڑکی نے
رالباس وغیرہ دیکھا اور میری طرف لپکی۔

"ہم بڑے غم نصیب ہیں جناب۔ براہ کرم ہماری مدد کریں۔" وہ بولی۔

"تمہارا ساتھی ہے وہ؟"

"ہاں۔ اندھا ہے۔ بے چارہ۔ ایک حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ ورنہ چند روز پہلے وہ بھی دنیا دیکھ رہا تھا۔ آہ بڑا بددل ہے دنیا سے۔ لیکن میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں اس کی آنکھوں کا علاج ضرور کراؤں گی۔" اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"اوہو۔ کیا حادثہ پیش آ گیا تھا بے چارے کو؟"

"بس جناب، غم کی بات ہے کیا کریں گے سن کر ہو سکے تو ہماری کچھ مدد کر دیجئے۔"

"یقیناً مس۔ لیکن میں اس سے ذرا گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بے حد اداس ہے۔ براہ کرم اسے آپ اس موضوع پر نہ چھیڑیں۔"

"ہاں۔ مجھے معذور انسانوں سے بڑی ہمدردی ہے، میں یقیناً اس کے علاج کے پورے اخراجات برداشت کروں گا۔ بس ذرا تھوڑی سی گفتگو کر لوں اس سے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ کر سردارے کے پاس پہنچ گیا۔

"اے اداس انسان مجھے تجھ سے بے حد ہمدردی ہے۔" میں نے آواز بدل کر کہا۔

"جو کچھ کہنا ہے اس سے کہو۔" سردارے نے جواب دیا۔

"میں تمہاری آنکھوں کی بینائی واپس لانا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں دیکھنی یہ دنیا مجھے، نہیں چاہئے یہ بینائی مجھے، بس تم چلے جاؤ۔"

"اوہو کوئی خاص واقعہ ہے؟"

"ہو گا۔ اگر تمہیں کچھ مدد کرنا ہے تو کرو۔ ورنہ اپنا راستہ لو۔" سردارے نے چڑچڑے پن سے جواب دیا۔ درحقیقت وہ کافی حد تک پریشان نظر آتا تھا۔

"میں ایک عجیب و غریب ڈاکٹر ہوں۔" میں نے کہا۔ "اگر میں چاہوں تو چند ساعت میں تمہاری بینائی واپس آ سکتی ہے۔"

"اچھا۔" سردارے نے میری جانب دیکھا "اس سے قبل وہ نابینا ہونے کا اظہار کر رہا تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، لیکن یوں لگتا تھا جیسے ان میں روشنی نہ ہو، لیکن اب اس کے دیکھنے کے انداز میں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔

"بہرحال میک اپ ہونے کی وجہ سے وہ مجھے پہچان نہیں سکا تھا۔

"کیا خیال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جاؤ بابا کیوں پریشان کرتے ہو؟" سردارے نے چڑچڑے انداز میں کہا۔

"پریشان۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ "میرا دل چاہ رہا ہے تیری کھال ادھیڑ دوں۔ سردارے بچے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور سردارے اچھل پڑا۔ اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی لکیر کھنچ گئی۔

"ہاں۔ تو تم سب کچھ کر سکتے ہو؟"

"یہ کیا کمینہ پن ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری ہدایات کے مطابق" سردارے شانے اچکا کر بولا۔

"لیکن اس حد تک؟"

"انسان کی کوئی حد نہیں ہوتی۔" سردارے فلسفیانہ انداز میں بولا۔

"اور ہاں جوتے کی بھی کوئی حد نہیں ہوتی۔ ابھی اگر تم کہو تو میں ان سب کے سامنے تمہارا بھانڈا پھوڑ دوں۔ یہ سب تمہیں مل کر اتنا ماریں گے کہ اتنا ماریں گے کہ تمہارا دماغ درست ہو جائے گا۔"

"لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے استاد؟"

"ضرورت تو میں تمہیں اچھی طرح بتا دوں گا لیکن فی الحال اس سے تو پیچھا چھڑا۔"

"کس سے بھکارن سے؟"

"اور کیا؟"

"ہائے استاد۔ میں تو اسے زندگی بھر کا ساتھی بنا چکا ہوں۔ ہم دونوں نے عہد کیا ہے کہ ساری زندگی ایک ساتھ بھیک مانگیں گے۔"

"تو میں جاؤں؟"

"ارے نہیں استاد۔ اب یہ دھندا اتنا برا بھی نہیں کہ میں تمہیں ایک وقت کا کھانا نہ کھلا سکوں۔" سردارے نے کہا اور میں خونخوار انداز میں اسے گھورنے لگا۔

"اٹھ جا۔ ورنہ اچھا نہ ہو گا۔" میں نے کہا۔

"مگر اسے بھی ساتھ لو گے استاد؟"

"سردارے میں تیری قسم تیرا دماغ درست کر دوں گا۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"مم مگر استاد اس وقت میں اس سے پیچھا کیسے چھڑاؤں؟"

"مجھ سے پوچھ رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں تم تو ظالم آسمان بن کر آتے ہی ہو۔ اچھا کوشش کرتا ہوں۔ حالانکہ وہ بے حد وفادار ہے۔ بیچاری نے میرے ساتھ زندگی گزارنے کا عہد کر لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے اگر تو اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے تو میں چلتا ہوں۔"

"نہیں استاد تمہارے بغیر زندگی کا تصور ہی بے کار ہو جاتا ہے۔"

"بس اب جلدی کرو۔ زیادہ وقت نہیں ہے میرے پاس۔"

"چند باتیں تو بتا دو استاد۔" سردارے بولا اور میں اسے گھورنے لگا۔ "یہ ٹھاٹ باٹ یہ تبدیلی۔ واقعی میں تو تمہیں نہیں پہچان سکا تھا۔" اس نے میرا بھرپور جائزہ لے کر کہا۔ "اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور سردارے ایک طویل کراہ لے کر اٹھ گیا۔ پھر وہ بھکارن کے نزدیک پہنچ گیا۔

"بھکارن چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ اور پھر چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "ارے ارے کیا کر رہے ہو۔ وہ لوگ بھی یہاں موجود ہیں جو تمہیں اندھا سمجھ کر کچھ دے چکے ہیں۔"

"مجھے اب ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔" سردارے بولا۔

"کک کیوں؟"

"اچانک میری یادداشت گم ہو گئی ہے۔ میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔ اچھی لڑکی کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گی؟" سردارے بولا۔

"یہ کک کیا مذاق ہے؟" لڑکی بوکھلا کر بولی۔

"تو تم مجھے نہیں پہچانتیں۔ شاید مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔" سردارے نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ لڑکی نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا بکواس ہے۔ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے مسٹر جیک۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"جیک نہیں مس، میرا نام پیٹر یلی ہے۔ سوری آپ جیک کو تلاش کر لیں۔" سردارے نے کہا اور سے ہاتھ چھڑا کر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ لڑکی پھر اس کی طرف لپکی۔ لیکن سردارے نے دوڑ لگا اور ظاہر ہے لڑکی اسے پکڑ نہیں سکتی تھی۔ وہ رک گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مجھے اس سے دلی ہمدردی کا احساس ہوا تھا۔ لیکن اب احساسات کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی تھی۔۔۔ میری میں۔ میں اس کے قریب پہنچا۔

"کیا ہو گیا تمہارے ساتھی کو؟"

"پتہ نہیں جناب۔ تھوڑی دیر پہلے وہ ٹھیک تھا۔" وہ روہانسی آواز میں بولی۔ اور میں نے جیب سے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ اور پھر اس کا شانہ تھپتھپا کر آگے بڑھ گیا۔ برگیتا اور سوریشا منہ پھاڑے کھڑی تھیں۔

"اب کیا کریں مسٹر برونیک؟"

"سب ٹھیک ہو گیا۔ آئیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن وہ تو بھاگ گیا۔" سوریشا بولی۔

"آ جائے گا۔ بھاگا ہی اس لیے ہے۔"

"اور اس نے اپنی ساتھی کو چھوڑ دیا؟"

"شاید پوری دنیا میں میرے علاوہ اس کا کوئی اور ساتھی بھی نہیں ہے۔" میں نے بدستور آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر کافی دور نکل آئے۔ سردارے آس پاس نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس نے ہم پر ضرور نگاہ رکھی ہو گی اور یقیناً وہ ہمارے پاس خود پہنچ جائے گا۔ یہی ہوا۔ اس وقت ہم کچھ خیموں کے نزدیک سے گزر رہے تھے کہ سردارے ایک خیمے کے پیچھے سے نکل کر میرے سامنے آ گیا۔

"ہیلو۔ شریف انسانو۔" اس نے کہا۔

"ہیلو۔ کیا تمہاری یادداشت واپس آ گئی ہے؟" میں نے اسے آنکھیں مارتے ہوئے کہا۔

"اس حد تک ضرور کہ میں تمہاری صورت پہچان سکوں۔ البتہ یہ خوبصورت لڑکیاں۔ انہیں میں نہیں پہچان سکا۔"

"میرا نام برونیک ہے اور یہ برگیتا اور سوریشا ہیں۔"

"ارے ارے۔ اب میری یادداشت اتنی خراب بھی نہیں ہے کہ میں تمہیں نہ پہچان سکوں مسٹر برونیک۔ لیکن یہ لڑکیاں؟"

"یہ تمہارے لیے اجنبی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ یہ بات کہو نہ مسٹر برونیک۔ بھلا جارج کے لیے دنیا کی کوئی لڑکی اجنبی ہو سکتی ہے؟" سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"لیکن یہ آپ کیا کہہ رہے تھے مسٹر؟" سوریشا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں زندگی کو مختلف رنگوں میں دیکھنے کا عادی ہوں تجربات زندگی کا سب سے دلچسپ مشغلہ ہوتے ہیں۔ میں اس لڑکی کے لیے معقول کمیشن پر بھیک مانگ رہا تھا۔"

"اوہ۔" برگیتا ہنس پڑی۔

"بہت دلچسپ انسان معلوم ہوتے ہیں مسٹر جارج۔" سوریشا بولی۔

"ہاں۔ میرا گہرا دوست ہے۔ آئیے کسی ریستوران میں بیٹھیں مس برگیتا۔" میں نے کہا اور وہ تیار ہو گئیں۔ پھر ہم اس کیمپ کے ایک ریستوران میں جا بیٹھے۔ لاکر اور اس کی دوست کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ریستوران میں کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد میں نے ان دونوں لڑکیوں سے معذرت کی۔ آپ اگر مجھے چند ساعت کی اجازت دیں تو میں اپنا کام کر لوں!"

"اوہ۔ ضرور۔" برگیتا بولی۔

"آؤ جارج۔ تم سے ایک ضروری کام ہے۔"

"ضرور مسٹر برونیک۔" سردارے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میرے ساتھ وہاں سے دور ایک میز پر آ بیٹھا۔

"اب سناؤ بدمعاش انسان۔"

"میری ہمت۔ میری مجال کہ آپ کو کچھ سناؤں۔ میں ایک بھکاری اور آپ۔" سردارے جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے مرچیں کیوں چبا رہے ہو؟"

"کہاں چلے گئے تھے؟"

"تمہیں بتا کر گیا تھا۔"

"لیکن اتنا وقت آپ کو میری پریشانیوں کا احساس نہیں ہو سکا۔"

"احساس کیوں نہیں تھا میری جان۔ پورا پورا احساس تھا لیکن حالات نے اجازت نہیں دی۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں! میں دیکھ رہا ہوں، حالات واقعی کافی خوبصورت ہیں۔" سردارے نے طنزیہ انداز میں لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"اچھا فضول بکواس سے پرہیز کرو اور کام کی باتیں سنو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے استاد، میرے لیے کام، کام ہی کام اور تمہارے لیے خوبصورت لڑکیاں۔"

"سردارے باز آ جاؤ۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"ایک شرط پر، ان میں سے ایک میری۔" سردارے بولا۔

"دونوں تیری۔ میرے پاس بہت ہیں۔"

"جانتا ہوں اچھی طرح جانتا ہوں۔" سردارے ناک پھلا کر بولا۔ "کام کیا ہے؟"

"لڑکیوں سے بے تکلف ہو جاؤ اور پھر تھوڑی دیر کے لیے ان سے نجات دلا دو۔"

"یعنی کہاں لے جاؤں۔" سردارے کی باچھیں کھل گئیں۔

"ہاں، تم انہیں لے کر جہنم رسید ہو جاؤ۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ابھی جاتا ہوں استاد۔ تم بے فکر رہو۔ سیدھا جہنم میں جاؤں گا۔"

"اس کے سوا تمہارا کوئی اور ٹھکانہ بھی نہیں ہے۔ لیکن تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ اور اس سے پہلے ای اور کام کر دو۔"

"حکم۔ حکم استاد؟" سردارے لڑکیوں کو دیکھ کر ساری رنجش بھول گیا تھا۔

"یہ پیسے لے جاؤ اور تھوڑی سی چرس لے آؤ۔ تمام اہتمام ہونے چاہئیں۔"

"چرسی ہیں سالیاں؟" سردارے نے پوچھا۔

"وہ نہیں۔ میں ہوں۔"

"سبحان اللہ استاد' اچھا شوق ہے۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا اور میں نے جیب سے ۃ نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیے اور سردارے پلٹ پڑا۔ "ویسے گولڈ مین کے بارے میں کوئی اطلا نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں استاد' خاموش ہے بالکل۔"

"ان لوگوں کو مال کہاں کہاں سے مل رہا ہے؟"

"چھوٹے چھوٹے بہت سے تاجر پیدا ہو گئے ہیں اور دونوں اڈوں کے بند ہو جانے کی وجہ سے فا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"گڈ۔ جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے چلا گیا۔ میں واپس لڑکیوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ دونوں ؛ دیکھ کر مسکرائی تھیں اور میں ان کے نزدیک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ "کہاں بھیج دیا مسٹر جارج کو؟"

"میرا کام کرنے گیا ہے۔"

"ویسے بے حد دلچسپ انسان ہیں۔"

"ہاں۔ اور بڑا اچھا دوست بھی۔" میں نے ویٹر کو بلا کر ایک مشروب منگوایا اور پھر ہم ۔ اس د تک مشروب ختم نہیں کر پائے تھے کہ سردارے واپس آ گیا۔ اس نے چرس اور سگریٹ میری طرف دیں اور میں نے انہیں لے کر جیب میں ڈال لیا۔ سردارے کے لیے بھی ہم نے مشروب منگوایا تھا۔ دوران دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔

"آوارہ گردوں کی ٹولیاں جب مست ہو جاتی ہیں تو بڑے انوکھے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں" سردارے بولا "کیا آپ نے یہ مناظر دیکھے ہیں معزز خواتین؟" اس نے لڑکیوں سے پوچھا۔

"بہت کم۔"

"کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں۔ زیادہ دور نہ چلنا ہوگا۔"

"مسٹر پرونیک اگر اجازت دیں تو۔" برگیتا بولی۔

"ضرور' ضرور تم انہیں لے کر چلو جارج میں آتا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے فوراً کھڑا گا۔ لڑکیاں بھی بادل نخواستہ کھڑی ہو گئیں تھیں اور پھر سردارے ان کے ساتھ ریستوران سے باہر نکل گ میں نے گہری سانس لی تھی۔ پھر بل ادا کر کے میں باہر نکل آیا اور اب مجھے لاکر کی تلاش فرض شناس لاکر کار کے قریب ہی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر وہ تیر کی طرح میرے پاس آیا تھا۔ پھر وہ سر جھکا کر بولا "کیا حکم ہے جناب؟"

"ابھی کچھ دیر یہاں رکیں گے۔ میرا خیال ہے تمہاری دوست بھی ابھی جانا نہیں چاہتی ہوگی۔"

"اوہ۔ اس کی کوئی بات نہیں ہے جناب۔ اگر آپ کا حکم ہو تو؟" لاکر نے نیازمندی سے کہا۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے' تم کار کی چابی مجھے دے دو۔" میں نے ہاتھ پھیلا دیا۔ اور لاکر کو کچھ سوچنے کا موقع نہ ملا۔ اس نے چابی میرے حوالے کر دی تھی۔ تب میں نے کار سٹارٹ کی اور اسے ایک لمبا چکر دے کر اس خیمے تک پہنچ گیا۔ جہاں زمین میں کرنسی موجود تھی۔ کار میں نے خیمے کی پشت پر کھڑی کی اور اس کی ڈگی کھول دی۔ چونکہ رات ہو گئی تھی۔ اس لیے اندھیرا بھی تھا۔ پھر میں نے ایک لمبے چاقو سے خیمے کی پشت پر ایک لمبا شگاف بنایا اور اندر داخل ہو گیا۔ خیمہ تاریک تھا۔ لیکن مجھے وہ جگہ معلوم تھی جہاں کرنسی کے تھیلے دفن تھے۔ بڑی جانفشانی سے میں نے انہیں کھود نکالا اور پھر دونوں تھیلے کار کی ڈگی میں منتقل کر دیے۔ ڈگی لاک کر کے میں پھر سٹیرنگ پر آ بیٹھا اور کار واپس اپنی جگہ لے گیا جہاں لاکر اور اس کی محبوبہ راز و نیاز کر رہے تھے۔

"کیا خیال ہے مسٹر لاکر واپس چلیں؟"

"میں تو آپ کے احکامات کا پابند ہوں جناب۔ جو حکم۔" لاکر نے جواب دیا اور میں نے چابی اس کے حوالے کر دی۔ سردارے اور لڑکیوں کو تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی تھی۔ ہم سب واپس کار میں آ بیٹھے اور کار چل پڑی۔ پھر اس جگہ پہنچے جہاں سے لڑکیوں کو ساتھ لیا تھا۔ لڑکیاں بہت خوش تھیں۔ لیکن جب وہ کار سے اتریں تو سردارے پریشان ہو گیا۔

"ہم لوگ یہاں نہیں اتریں گے کیا؟"

"جی نہیں۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"دھوکہ۔ زبردست اور سنگین دھوکہ۔" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا اور سردارے منہ پھلا کر بیٹھ گیا تھا۔ ہم واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ سردارے نے اس عمارت کو بغور دیکھا تھا۔ لاکر نے گاڑی پورچ میں کھڑی کر دی۔ اور ہم نیچے اتر آئے۔

"تمہارا اب کیا پروگرام ہے لاکر؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں جناب۔"

"تب براہ کرم کار کی چابی مجھے دے دو۔"

"حاضر ہے۔" لاکر نے چابی میری طرف بڑھا دی اور پھر کسی قدر جھجکتے ہوئے بولا۔ "مسٹر جوزف کے لیے کوئی پیغام تو نہیں ہے؟"

"تم ان سے ملو گے؟"

"جی۔ جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جوزف سے کہہ دینا کہ کل صبح ان سے معاملے کی بات ہوگی۔"

"بہت بہتر جناب۔" لاکر نے جواب دیا اور واپس چلا گیا۔ تب میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے دھکیلتے ہوئے بولا۔ "چلو میری جان کیا یہ عمارت تمہیں پسند نہیں آئی؟"

"دھوکہ ہوا ہے استاد میرے ساتھ' بس خاموش رہنے دو۔"

"ازالہ کر دیا جائے گا میری جان' آگے تو بڑھو۔" میں نے کہا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا' پھر وہ

آگے بڑھ گیا۔ ابھی تو مجھے کافی کام کرنے تھے۔

☆ ☆ ☆

سردارے کو لے کر میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ سردارے کا موڈ اب کسی حد تک ٹھیک ہو گیا تھا' میرے کمرے کی ایک نشست پر بیٹھ کر اس نے طویل سانس لی اور بولا۔

"تمہاری پہنچ بڑی حیرت انگیز ہوتی ہے باس' یہ اعلیٰ درجے کی کار' خوبصورت کوٹھی' شاندار ڈرائیور اور پھر لڑکیاں۔ نجانے یہ سب کس طرح کر لیتے ہو؟"

"اس کے بارے میں پھر بات کریں گے سردارے' پہلے کام کی باتیں سنو۔" اور سردارے ہمہ تن گوش ہو گیا۔ "کار کی ڈکی میں کرنسی کے تھیلے موجود ہیں' انہیں خاموشی سے یہاں منتقل کرنا ہے۔" میں نے کہا اور سردارے سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "سمجھ گئے نا؟"

"کچھ نہیں سمجھا استاد!" سردارے گہری سانس لے کر بولا۔

"بھیجہ کام نہیں کر رہا تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسی کو غور سے سنو۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔

"تو پھر میں جاؤں استاد؟"

"ہاں۔ جاؤ دفعان ہو جاؤ۔" اور سردارے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ درحقیقت بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی ہو گی اور آ بھی نہیں سکتی تھی' ظاہر ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کرنسی کس طرح کار کی ڈکی میں منتقل ہو گئی' وہ تو یہی سمجھا تھا کہ میں کیمپ میں خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ صرف پکنک منانے گیا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا میں نے کیا چکر چلایا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ کرنسی کا تھیلا کندھے پر لادے ہوئے اندر آ گیا اور تھیلے کو بے دردی سے زمین پر پٹخ دیا۔ میری طرف دیکھ کر منہ چڑھایا' اور باہر نکل گیا۔ اور دوسرا تھیلا بھی کمرے میں آ گیا تھا۔

"گدھے آدمی باہر کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ استاد چاند آہستہ آہستہ نکل رہا ہے' ستارے اس کے استقبال کے لئے تیار ہیں' ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں' موسم ایسا نہیں ہے کہ ہم یہ رات تنہا گذاریں۔" سردارے نے مسخرے پن سے کہا۔

"تب پھر کسی درخت پر چڑھ جاؤ اور کسی الو کو اپنا جلیس بنا لو' وہ بھی رات بھر جاگتا رہتا ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے استاد' لیکن شرط یہ ہے کہ الو بھی مادہ ہو۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں ہاں۔ تلاش کر لینا' وہ بھی مل جائے گی۔"

"یہاں کوئی نہیں مل سکتی استاد! اب میں درختوں پر کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔"

"اچھا بکواس بند کرو' کام کی باتیں کرو۔"

"اف۔ استاد بھلا اس حسین رات میں کام کی بات بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہاں ہو سکتی ہے' اور اگر ذہن اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو دس جوتے گن کر کھوپڑی پر لگاؤ یقیناً کام کے آدمی بن جاؤ گے۔"

"تم جیسے ڈکٹیٹر سے اس بات کے علاوہ اور کیا سنا جا سکتا ہے۔"

"میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا۔"

"کیا پوچھا تھا؟"

"باہر کی پوزیشن۔"

"خدا قسم میں نے سچ سچ بتا دیا تھا۔"

"سردارے! میں دماغ درست کر دوں گا۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"مشکل ہے استاد! یہ کام تو کوئی خوبصورت لڑکی ہی کر سکتی ہے۔"

"سردارے میں کہتا ہوں بکواس بند کرو اور سنجیدگی سے بات کرو۔"

"آل رائٹ باس! اب میں بالکل سنجیدہ ہوں۔"

"باہر تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔"

"نہیں استاد باہر تو الو بول رہے تھے' میرا مطلب ہے سچ مچ کے الو نہیں' بلکہ صرف محاورے کے

"گویا کوئی نہیں تھا؟"

"قطعی نہیں' کوئی نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے سردارے' اب کچھ کام کی باتیں سنو۔"

"ارشاد' ارشاد۔"

"میں کیمپ سے رخصت ہو کر جس وقت واپس شہر شاک ہوم سے آیا تو میری ملاقات جولی سے ہو گئی' جولی وہی لڑکی تھی جو کیمپ میں مجھے ملی تھی۔ ایک اچھے خاندان کی لڑکی ہے بس غلط راستوں پر بھٹک گئی' بہرحال اس کا یہاں ایک چچا رہتا ہے' شاک ہوم کا بہت بڑا آدمی ہے اور اسی حد تک شاطر بھی۔ اتفاق ہی تھا کہ میں نے اس کا ایک فون سن لیا' جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ مشتبہ قسم کے کام بھی کرتا ہے' بہرحال میں نے اس شخص کو تاڑ لیا اور پھر اس بدلی ہوئی شکل میں اس سے ملا' ملاقات کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ تو واقعی کام کا آدمی ہے' ایک مخصوص کمیشن پر اس سے کرنسی منتقل کرنے کی بات ہو گئی۔ میں نے بہت اچھی شرائط پر اس سے معاملات طے کر لئے' گویا ہم ایک ایک شہر کے لئے تھوڑی تھوڑی کرنسی اسے دیں گے' اور جس ملک کے لئے اسے بتائیں گے' وہ کرنسی منتقل کر کے وہاں کے کاغذات ہمارے حوالے کر دے گا' اس میں کوئی رسک نہیں ہے' اس کے ساتھ ہی اس نے دوسرے کاموں کا بھی وعدہ کیا ہے' مثلاً ہمیں یہاں سے باہر نکلنے میں بھی مدد دے گا اور یہ مکان بھی اسی نے فراہم کیا ہے' میرا خیال ہے سردارے سودا برا نہیں ہے' کام آسانی سے ہو جائے گا اور زیادہ دقتیں بھی پیش نہیں آئیں گی۔"

"نہایت عمدہ بات ہے استاد' گویا اس نے ساری سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کہا ہے۔"

"ہاں۔"

"ساری —— میرا مطلب ہے ساری؟"

"اتر آئے بدتمیزی پر۔"

"سوری استاد' واپس چلا جاتا ہوں۔" سردارے سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے سوچا اب کرنسی کیمپ میں کیوں چھوڑی جائے۔"

"ٹھیک ہے استاد! لیکن اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس کل صبح ایک مخصوص حصہ جوزف کے حوالے کر دیا جائے گا اور پھر انتظار کریں گے' کرنسی ہمیں اس انداز میں یہاں پوشیدہ کرنا ہوگی کہ کسی کو اندازہ بھی نہ ہو سکے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر ضروری ہے کہ جوزف کو پتہ نہیں چلنا چاہئے کہ ساری کرنسی یہاں ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے' لیکن کیا ایسی کوئی جگہ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں میں نے اس کا جائزہ لے لیا تھا۔"

"ویری گڈ استاد! تمہارا کونسا کام کچا ہوتا ہے؟" سردارے نے شانے ہلاتے ہوئے کہا' اور میں سوچنے لگا' پھر میں ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے اب کام شروع ہو جانا چاہئے۔" میں نے سردارے سے کہا' سردارے خاموشی سے میری طرف دیکھتا رہا' میں نے آگے بڑھ کر کرنسی کا ایک تھیلا کھولا اور اس میں سے نوٹوں کی کافی مقدار نکال لی۔ نوٹوں کا اچھا خاصا ڈھیر ایک طرف جمع کرنے کے بعد میں نے کرنسی کے تھیلے کو اسی طرح بند کر دیا' پھر سردارے کو اشارہ کیا' سردارے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"یہ گڈیاں سامنے والی الماری میں لگا دو۔" میں نے سردارے سے کہا اور وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ نوٹوں کی جو گڈیاں میں نے نکالی تھیں۔ وہ الماری میں رکھ دی گئیں اور پھر الماری کو بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ درحقیقت کرنسی کے تھیلے چھپانے کے لئے میں نے مناسب جگہ کا بندوبست کر لیا تھا۔ یہ جگہ اس عمارت کے پائیں باغ میں ایک پرانے درخت کا کھوکھلا تنا تھا۔ میں نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا کہ عمارت کے اس حصہ پر کوئی توجہ نہیں دیتا' درخت کے کھوکھلے تنے کو میں نے اندر سے اچھی طرح دیکھ لیا تھا' صاف ستھرا تھا اور ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے کسی قسم کا خطرہ محسوس کیا جا سکتا۔

گویا کرنسی کے تھیلے چھپانے کے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی' چنانچہ ان تھیلوں کو وہاں لے جانا تھا اور یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ جیسا کہ سردارے نے بتایا تھا کہ باہر کوئی موجود نہیں اور اس سناٹے میں ہم ان تھیلوں کو باآسانی منتقل کر سکتے ہیں۔

چنانچہ اس وقت کسی تکلف کی ضرورت تو تھی نہیں۔ میں نے ایک تھیلا سردارے کے کاندھے پر لادا اور دوسرا تھیلا میں نے خود اٹھایا اور سردارے کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم پائیں باغ میں تھے۔

"کونسی جگہ ہے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"اپنی ذہانت کا امتحان دو۔" میں مسکرایا۔

"استاد! امتحان کا بھی تو کوئی وقت ہوتا ہے' اس وقت تو میں صرف اپنے صبر کا امتحان دے رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بھی پوچھو گے استاد' لڑکیوں کا جھرمٹ چھوڑ آیا ہوں۔" سردارے نے منہ بنا کر کہا۔

"فضول باتوں کے علاوہ تم نے کبھی کام کی بات نہیں سوچی سردارے۔ آؤ میرے ساتھ۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور سردارے میرے ساتھ چل پڑا۔ میں اسے درخت کے تنے کے قریب لے گیا اور پھر میں نے اپنا تھیلا درخت کے اس کھوکھلے تنے میں ڈال دیا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" سردارے چونک کر بولا۔

"کیوں؟" میں نے گہری نگاہوں سے سردارے کو دیکھا۔

"ارے کیا پتہ استاد' اس کی جڑ کتنی گہرائی میں ہے' ممکن ہے درخت کی جڑ کھوکھلی ہی ہو اور تھیلے ایسے غائب ہوں کہ پھر ہمیں نہ مل سکیں۔" سردارے نے کہا۔

"جی نہیں۔ میرے ذہن پر ہر وقت لڑکیاں سوار نہیں ہوتیں۔ چنانچہ جو کام کرتا ہوں سوچ سمجھ کر کرتا ہوں اور جس کے بارے میں تم ہمیشہ کہتے ہو کہ میرا کوئی کام کچا نہیں ہوتا' میرے کام صرف اس لئے کچے نہیں ہوتے سردارے کہ کچی پکی لڑکیاں میرے سر پر سوار نہیں ہوتیں' کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا استاد' سب کچھ سمجھ گیا۔" سردارے نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا اور پھر میں نے اس کا تھیلا بھی اٹھا کر درخت کے تنے میں ڈال دیا۔

تنا اتنا کشادہ تھا اور میں نے اسے اندر سے اس طرح دیکھ لیا تھا کہ مجھے اس میں اندر داخل ہونے میں کوئی عار نہ ہوتا' البتہ سردارے نے مضطربانہ انداز میں مجھے دیکھا تھا' لیکن وہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔ جانتا تھا کہ مذاق اڑانے کے علاوہ کوئی بات نہیں ہوگی۔

درخت کے کھوکھلے تنے میں داخل ہو کر میں نے تھیلوں کو اس طرح پوشیدہ کر دیا کہ وہ نگاہوں میں نہ آ سکیں اور پھر مطمئن ہو کر وہاں سے نکل آیا۔

سردارے بدستور میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔

"استاد بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"چلو——" میں نے اسے دھکیلا۔

"سچ کہہ رہا ہوں استاد! یہ دولت دنیا کی سب سے بڑی مصیبت ہوتی ہے۔"

"ہاں ہوتی تو ہے۔" میں نے کمرے کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

"کیا تم سکون کی نیند سو سکو گے؟" سردارے نے پوچھا۔

"یقیناً کیوں؟"

"میرے خیال میں یہ تھیلے یہاں غیر محفوظ ہیں استاد۔"

"آخر کیوں؟"

"بس دیکھو نا کسی وقت بھی کوئی درخت کے کھوکھلے تنے میں داخل ہو سکتا ہے' یہاں تک کہ اگر اس گھر میں بچے ہوتے تو کھیلتے کھیلتے یہاں چھپ بھی سکتے تھے' ایسی شکل میں اگر کوئی ملازم ہی یہاں آ گیا' تو تھیلے تو اس کے لئے اجنبی چیز ہوں گے اور وہ انہیں کھول کر ضرور دیکھے گا اور جب وہ انہیں کھول کر دیکھے گا تو ظاہر ہے کہ وہ نوٹ ہوں گے اور پھر اس کی جو کیفیت ہوگی۔؟"

"اس کی کیا کیفیت ہوگی سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دولت دیکھ کر جو کیفیت ہو سکتی ہے استاد۔"

"تو پھر ہمیں اس سے کیا خطرہ' وہ تو وہیں مرجائے گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آگئی' پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"تمہاری مرضی استاد' بس میں نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔"

"تو ایسے خیالات کا اظہار مت کیا کرو سردارے! دولت بے شک بہت بری چیز ہے' اور اگر یہ چیز ہمارے پاس سے چلی جائے تو اچھی بات تو ہو سکتی ہے' بری نہیں۔"

"اوہو' ہاں استاد! فلسفہ تو ٹھیک ہے تمہارا ابھی' مگر اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"اب تم بکو' کیا بکنا چاہتے ہو؟"

"بکوں تو سہی استاد! مگر میری بکواس پر غور کون کرے گا۔" سردارے نے کہا۔

"مانگ کیا مانگتا ہے؟" میں نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر کہا اور سردارے نے جلدی سے میرے پاؤں پکڑ لئے۔

"ایک لڑکی کا سوال ہے بابا' صرف ایک لڑکی کا۔"

"کھڑے ہو جاؤ بچہ!" میں نے درویشانہ انداز میں کہا اور سردارے عقیدت مندانہ انداز میں کھڑا ہو گیا' بڑا ہی مسخرا اور اداکار قسم کا آدمی تھا۔ اس وقت اس کے چہرے سے ذرا بھی غیر سنجیدگی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے اس نے اپنی سب سے بڑی ضرورت میرے سامنے بیان کی ہو' اور اب اسے پورا کرانے کا خواہش مند ہو۔

"کیسی لڑکی درکار ہے؟"

"کیسی بھی ہو' بس سالم ہو اور یقینی طور پر لڑکی ہو۔" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"آدمی بنو۔" میں نے کہا۔ سردارے شاید ضرورت سے زیادہ ہی مسخرے پن کے موڈ میں تھا' دوسرے لمحے وہ سر کے بل کھڑا ہو گیا۔ میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔ "کیا بدتمیزی ہے؟"

"آدمی بن گیا ہوں استاد۔" سردارے نے اسی طرح کھڑے کھڑے جواب دیا۔ "اور میرے خیال میں آدمی کی اس سے بہتر تشریح اور ممکن نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"آدمی کی پوزیشن اس سے مختلف ہے استاد' سیدھے کھڑے رہو تو کوئی گھاس نہیں ڈالے گا' اپنی اصلی شکل میں بے حقیقت ہے' الٹے کھڑے ہو جاؤ اور دنیا کو الٹا کر دو' سب کچھ سیدھا ہو جائے گا۔"

"ابے فلسفی کے بچے' کمر پر ایک لات رسید کروں گا اور ساری دنیا سیدھی ہو جائے گی۔"

"ہاں ہاں استاد! ایک طریقہ یہ بھی ہے' لیکن اس کے لئے رسید کرنے والی لات چاہئے' جو ہر شخص کے پاس نہیں ہوتی' بہرحال تم نے کہا تھا تو میں آدمی بن گیا تھا' تمہیں اس قسم کے آدمی پسند نہیں تو کوئی بات نہیں' جیسا تم کہو۔" سردارے پھر سیدھا ہو گیا۔

"میرا مطلب ہے حلیہ بدل لو۔"

"کیسے بدل لوں استاد' رکھا کیا ہے اپنے پاس۔"

"الماری میں کپڑے اور میک اپ کا سامان موجود ہے۔"

"اوہ۔ میک اپ بھی؟"

"ہاں۔ کوئی حرج نہیں ہے۔"

"لیکن استاد جس طرح میں آیا تھا' میرا مطلب ہے کم از کم ڈرائیور.....؟"

"کوئی بات نہیں چل جائے گا' ڈرائیور کے علاوہ تمہیں کسی اور نے نہیں دیکھا ہے' کوئی خاص تبدیلی نہیں کرنا چہرے میں' بس باریک سی مونچھیں اور ناک میں تھوڑی سی تبدیلی کافی ہو گی۔"

"گلفام بن جاؤں گا باس۔" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا' دوسرے لمحے سردارے الماری کی طرف دوڑ گیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ باتھ روم میں سے نکلا تو خاصا خوبصورت نظر آ رہا تھا..... اٹھلاتا اور اتراتا میرے سامنے پہنچ گیا۔

"کیسا لگ رہا ہوں استاد؟" اس نے مٹکتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل گدھے۔"

"ہائے استاد' سنا ہے لڑکیاں گدھوں کو بہت پسند کرتی ہیں۔" اس نے بے غیرتی سے کہا' اور میں نے اس کی پیٹھ پر ایک دھول رسید کی اور باہر نکل آیا۔ میرا رخ لڑکیوں کے کمرے کی طرف تھا۔ راستے میں ایک ملازم کو روک کر میں نے ان کے بارے میں پوچھا۔

"میں بلا کر لاؤں جناب!"

"گارجیا کو بلاؤ' میں یہیں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور ملازم دوڑتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ پھر گارجیا بھی شاید دوڑتی ہوئی ہی آئی تھی۔

"اوہ۔ مسٹر برونک! آپ نے طلب کیا؟" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"ہاں گارجیا' ناراض ہو گیا؟"

"نہیں جناب' آپ کو یہ احساس کیسے ہوا؟"

"کافی دیر ہو گئی ہمیں آئے ہوئے' تم نے توجہ نہیں دی۔"

"معافی چاہتی ہوں جناب! میں نے سوچا کہیں آپ مصروف نہ ہوں' اس لئے ڈسٹرب نہیں کیا۔"

"تمہارے قرب سے بڑی مصروفیت اور کیا ہو سکتی ہے۔" میں نے لگاوٹ سے کہا۔

"اوہ..... تھینک یو' فرمایئے کیا حکم ہے؟"

"بس تمہیں نہیں دیکھا تھا' میں نے سوچا ملاقات کی جائے۔"

"حاضر ہوں جناب!"

"ویلسنا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہے' کیا میں اسے بھیجوں؟"

"اوہ' نہیں ڈارلنگ! مجھے تمہارے سوا اور کون پسند آ سکتا ہے' لیکن وہ میرا ساتھی' اگر ویلسنا اس کی دوستی قبول کرے تو....."

"اس کی مجال' جو اس سے انکار کرے' میں ابھی اسے بلا کر لاتی ہوں۔" گارجیا نے کہا۔

"شکریہ! میرے کمرے میں لے آؤ۔" میں نے کہا اور گارجیا تیزی سے چلی گئی' میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا' سردارے مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے میرے عقب میں دیکھا اور پھر اس کی

آنکھوں کے چراغ بجھ گئے۔

"کام نہیں ہو سکا استاد؟" اس نے مایوس لہجے میں پوچھا۔

"ہاں یار' کل تو یہاں دو لڑکیاں تھیں اور خوب تھیں' لیکن آج نجانے کہاں چلی گئیں' دونوں
سے ایک بھی نظر نہیں آ رہی۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا اور سردارے کا چہرہ لٹک گیا' وہ ایک
سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گیا' پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"شکل بگاڑ لوں استاد؟"

"نہیں' یوں ہی رہو' آج نہیں تو کل کام بن جائے گا۔"

"ہائے استاد! کل کس نے دیکھی ہے۔" سردارے نے غمگین لہجے میں کہا' اور پھر اچھل پڑا' کیونکہ
دروازے میں گارجیا کا رنگین لباس نظر آیا تھا۔ پھر دونوں لڑکیاں اندر داخل ہو گئیں اور سردارے اچھل کر
کھڑا ہو گیا۔

"استاد! دو دو۔" اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور میں نے جھٹکے سے اس سے بازو چھڑا
گارجیا اور ویلسنا مسکراتی ہوئی ہمارے نزدیک پہنچ گئیں۔

"ہیلو مسٹر بروتک۔" ویلسنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو ویلی! ان سے ملو' میرے دوست ڈمباسٹر! اور مسٹر ڈمباسٹر یہ ویلی ہے۔"

"اوہ۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر' سردارے نے لپک کر ویلسنا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں
لیا' اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں اس کا نام آلو بخارا بھی بتاتا تو اسے اس وقت اس پر اعتراض نہ ہوتا' لڑکی
کے سامنے وہ سب کچھ بھول جاتا تھا۔ ویلسنا مسکرا رہی تھی۔

"آپ لوگ کچھ کھائیں پئیں گے؟" میں نے جواب دیا اور ویلسنا مسکراتی ہوئی بولی:
آیئے مسٹر ڈمباسٹر' میں آپ کو کوٹھی کے مختلف حصے دکھاؤں۔"

"ہاں ہاں ضرور مجھے کوٹھی کے مختلف حصے دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔" سردارے جلدی سے بولا'
ویلسنا کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف چل پڑا۔ دونوں باہر نکل گئے تو گارجیا میری طرف دیکھ کر مسکراتی
ہوئی بولی۔

"خاصے دلچسپ انسان معلوم ہوتے ہیں مسٹر ڈمباسٹر' لیکن ان کا نام میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"خود اس کی سمجھ میں بھی نہیں آیا ہو گا' تم فکر مت کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے گارجیا کو
بازوؤں میں بھینچ لیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر ہی ملاقات ہوئی تھی' خوش نظر آ رہا تھا اور بالکل ہی ڈمباسٹر لگ رہا تھا۔

"مجھے ایسی جگہ جانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے باس' جہاں کم از کم دو خوبصورت لڑکیاں
ہوں۔ اور مس ویلسنا تو بڑی ہی نیک خاتون ہیں' بس آپ انہیں گائے سمجھ لیں' ایک دم گائے۔"
دانت نکالتے ہوئے بولا۔ لڑکیوں نے ہمارے ساتھ ہی ناشتہ کیا تھا اور پھر ناشتہ سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ
آگیا' اس نے بڑے ادب سے ہمیں سلام کیا تھا۔

"آج کیا پروگرام ہے جناب؟"

"کچھ نہیں مسٹر لاکر' بس ذرا مسٹر جوزف کو پیغام دیں کہ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"مسٹر جوزف نے کہا تھا کہ اگر آپ ان سے ملاقات کرنا چاہیں تو انہیں فون کر دیا جائے۔" لاکر نے
ب دیا۔

"ٹھیک ہے تم انہیں فون کر دو۔" اور لاکر کمرے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔

"مسٹر جوزف یہیں آ رہے ہیں جناب۔" اس نے اطلاع دی اور میں نے گردن ہلا دی' پھر ہم
رائنگ روم میں بیٹھ کر جوزف کا انتظار کرنے لگے۔ بہرحال اس حد تک عمدہ آدمی تھا کہ ہم پر خوب خرچ کر
رہا تھا اور اس کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں تھی' ایک بار بھی اس نے نہیں سوچا تھا کہ کہیں ہم لوگ
دھوکہ باز تو نہیں ہیں۔

اس وقت بھی وہ ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ سجائے ہمارے سامنے پہنچا اور بڑے تپاک سے ہم سے
ملا۔

"ہیلو شریف آدمیو! تم لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں شکریہ مسٹر جوزف! ہم آپ کی مہمان نوازی کے دل سے قائل ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے نہیں' اب ایسا بھی کیا' پتہ نہیں یہ لوگ آپ کی صحیح طریقے سے آؤ بھگت بھی کر رہے ہیں
نہیں؟"

"نہیں' سب ٹھیک ہے۔"

"میرے لائق کیا خدمت ہے؟" جوزف نے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں مسٹر جوزف کہ اب کام شروع کر دیا جائے۔"

"جو آپ کا حکم جناب' جوزف تابعدار ہے۔ جوزف نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔"

"تب پھر ایک چھوٹا اماؤنٹ ناروے پہنچا دو۔"

"جو حکم۔" جوزف نے کہا اور میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ سردارے نے دس لاکھ ڈالر کے
نوٹ جوزف کے سامنے ڈھیر کر دیئے اور جوزف کا حلق خشک ہونے لگا' کیونکہ میں نے اس خطیر رقم کو چھوٹا
سا اماؤنٹ کہا تھا۔ جوزف بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا' اس کی آنکھوں سے دبی دبی خوشی کا اظہار بھی ہو رہا تھا'
گویا اسے احساس ہوا تھا کہ اس کا بزنس بہت بڑا ہے' اور یقیناً اس نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ گھاٹے کا سودا
نہیں ہے۔

کرنسی نہایت احتیاط سے پیک کر لی گئی' اس کے بعد جوزف نے ہم سے تفصیلات لیں اور پھر تھوڑی
دیر گفتگو کرنے کے بعد چلا گیا۔

"چلو بھئی اب جوزف کی ساری محبت اور ہمدردی ہمارے ساتھ ہو گئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"ہائے استاد! محبت بھی کافی خوبصورت ہے اور ہمدردی بھی' اور اس ہمدردی نے تو مجھے بھی پسند کر
لیا ہے' کہہ رہی تھی شام کو گھومنے کا پروگرام بنائیں گے۔" سردارے نے جواب دیا اور پھر بولا۔ "ویسے
محبت کی کیا پوزیشن ہے استاد؟"

"میں تمہاری طرح ایک ہی آم پر نہیں ٹوٹ پڑتا کہ جب تک گٹھلی میں سے بھی رس نہ نکال لو
پیچھا نہ چھوڑو' میری شام تو آج ایک دوسری جگہ ہی گذرے گی۔"

"ہائے استاد! تو کیا تم نے یہاں بھی بہت ساری محبتیں پال لی ہیں؟"
"میں نے کہا نا' میں تبدیلی کا قائل ہوں۔"
"ارے تو سردارے بھی تو تمہارا سایہ ہے استاد' وہ کہاں جائے گا؟"
"اور تمہاری ہمدردی کا کیا ہو گا؟"
"جہنم میں جائے ہمدردی' ظاہر ہے شاگرد استاد ہی کے تو نقش قدم پر چلے گا۔" سردار
اور مجھے ہنسی آگئی۔

یوں تو اس سے پہلے بھی لاکر اور اس عمارت کے رہنے والے تمام لوگ ہمارے ساتھ سلوک کر رہے تھے لیکن اب تو ان کی شخصیت ہی بدل گئی تھی' ہر شخص بچھا جا رہا تھا' جوزف نے کھانے کے بعد مجھے ٹیلی فون کیا اور بولا۔

"براہ کرم اس عمارت میں کسی قسم کا تکلف نہ کریں مسٹر برونک' لاکر صرف ایک ڈرائ نہیں ہو گا' بلکہ آپ جو فرمائش چاہیں اس سے کر سکتے ہیں۔"
"آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ مسٹر جوزف' مجھے جس چیز کی ضرورت ہو گی میں تکلف نہ گا۔"

شام کو ہم لوگ تیار ہو گئے' اب چونکہ بظاہر کوئی خطرہ نہیں تھا اور پھر اتنے دن خاصی تنگ سے گذرے تھے' اس لئے اب خرچ کرنے کا موڈ بن گیا تھا۔ چنانچہ نوٹوں کا ایک بنڈل نکال کر آدھے سردارے کو دیئے اور آدھے اپنی جیب میں ٹھونس لئے اور پھر ہم لاکر کے ساتھ باہر نکل آئے برڈ سڑکوں پر پھسلنے لگی۔ پچھلی شام ہم نے جن لڑکیوں کے ساتھ گذاری تھی۔ اس وقت انہیں صرف آلہ کار بنایا تھا اور جتنا وقت ان کے ساتھ گذارا تھا اس میں میں نے انہیں ایک عمدہ ساتھی پایا چونکہ اس وقت صورتحال دوسری تھی' مجھے کرنسی احتیاط کے ساتھ یہاں تک لانی تھی' اس لئے میں لڑکیوں پر توجہ نہیں دی تھی' لیکن اب میں ان کا قرب چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے لاکر سے کہا۔

"لاکر کیا تم اپنی دوست سے ملنا پسند نہیں کرو گے؟"
"میری دوست؟" لاکر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"میری مراد برگیتا وغیرہ سے ہے۔"
"اوہ' جناب وہ لڑکیاں آپ سے ملاقات کو اپنی خوش قسمتی سمجھیں گی۔" لاکر نے مؤدبانہ کہا۔

"چلو' تو پھر آج ان سے ملاقات رہے۔"
"بہت بہتر۔" لاکر نے ہلکی سی گردن خم کی اور ونڈ اسکرین کی دوسری جانب دیکھنے لگا۔ تھو کے بعد کار اسی عمارت کے سامنے پہنچ گئی جہاں ہم نے کل برگیتا وغیرہ سے ملاقات کی تھی خوبصورت عمارت تھی۔ پورچ میں سوریشا نظر آئی اور سردارے کی باچھیں کھل گئیں۔
"ارے واہ استاد' یہ تو کل شام والی ہمدردی ہے' تمہاری محبت بھی یہیں رہتی ہو گی؟"
"فضول باتیں مت کرو۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔ سوریشا ہماری کار پہچان کر بڑے مسکراتی ہوئی کار کے قریب آگئی تھی۔

"اوہ۔ مسٹر برونک آیئے آیئے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو سوریشا۔" سردارے بے اختیار آگے بڑھا اور سوریشا چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی سردارے کو اپنی حماقت کا احساس ہوا' اسے یاد نہیں تھا کہ پچھلی شام کسی اور حلیئے میں تھا' اس وقت شناسائی کا اظہار کھلی حماقت تھی۔ ظاہر ہے سوریشا اسے نہیں پہچان سکتی تھی' تاہم اس نے مسکراتے ہوئے سردارے کا بھی استقبال کیا۔
"یہ میرے بہت ہی اچھے دوست مسٹر ڈمباسٹر ہیں۔" میں نے سوریشا سے سردارے کا تعارف کرایا' سردارے اپنی حماقت پر کافی شرمندہ نظر آ رہا تھا۔ اور اس کے چہرے پر ہلکا سا پھیکا پن دوڑ گیا تھا' لیکن میں نے ناراض ہوئے بغیر جس طرح بات سنبھال لی' اس سے وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا۔
"آپ کے دوسرے ساتھی کہاں گئے' جن سے کل شام ملاقات ہوئی تھی۔" سوریشا نے میرے ساتھ اندر چلتے ہوئے پوچھا۔
"اوہ۔ وہ کیمپ واپس چلا گیا۔"
"دلچسپ آدمی تھے۔"
"ہاں۔ لیکن مسٹر ڈمباسٹر سے مل کر بھی ناخوش نہیں ہو گی' یہ اس کے بڑے بھائی ہیں۔"
"اوہ۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر جناب!"
"مجھے بھی ہو چکی ہے' آپ کو ذرا دیر سے ہوئی۔" سردارے نے جواب دیا۔
برگیتا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔
"اندر ہے' اگر اسے آپ کے آنے کی اطلاع ہو گئی ہوتی تو یقیناً وہ دوڑی چلی آتی' آپ لوگ ہمیں بہت پسند آئے' رات کو ہم دیر تک آپ لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔" سوریشا نے جواب دیا اور ہمیں لئے ہوئے ڈرائنگ روم تک پہنچ گئی۔ پھر اس نے ایک ملازم کو اشارے سے بلایا اور اس سے کہا کہ برگیتا کو ان لوگوں کے آنے کی اطلاع دے دی جائے۔
برگیتا اور ٹوریسا ایک ساتھ ہی آئی تھیں' برگیتا کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔ وہ بے اختیار آگے بڑھی اور مخصوص انداز میں اس نے میرے رخساروں کو بوسے دیئے۔
"یقین کریں مسٹر برونک! کل ہم خاصی رات گئے تک آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے' ہمیں یقین نہیں تھا کہ آپ سے دوبارہ بھی ملاقات ہو سکے گی۔"
"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"بس اچھے لوگ ہوا کہ اس جھونکے کی مانند ہوتے ہیں جو کہیں سے پھولوں کی خوشبو خود میں بسائے نزدیک آتا ہے اور پھر آہستہ سے گذر جاتا ہے' ہم خوشبو پکڑ نہیں سکتے' لیکن اس کی طلب ہمارے ذہن میں ضرور باقی رہتی ہے' اور اگر جھونکے پلٹ آئیں اور خوشبو دوبارہ ہم تک پہنچ جائے تو ہم اپنی خوش بختی پر ناز کیوں نہ کریں۔"
"اوہ۔ اب ہمیں اتنا بلند بھی نہ کرو کہ پاؤں زمین سے اٹھ جائیں۔" میں نے کہا۔
"کیا پئیں گے آپ؟"
"مس برگیتا' اگر آپ پسند کریں تو باہر چل کر کچھ پیا جائے۔"

"کیوں نہ پسند کریں گے۔"

"تب پھر تیار ہو جائیے۔"

"ضرور۔ چند لمحات کی اجازت ملے گی؟"

"یقیناً یقیناً" اور یہ دونوں شریف لڑکیاں بھی تو ہمارے ساتھ جائیں گی' کیوں مسٹر لاکر کیا ہے؟" میں نے اچانک لاکر کو مخاطب کیا' اور لاکر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر جلدی سے بولا۔

"جی ہاں جناب! جیسی آپ کی رائے۔"

تینوں لڑکیاں معذرت کر کے باہر نکل گئیں پھر چند لمحات کے بعد ایک ملازم نے ڈرائی فروٹس لا کر ہمارے سامنے رکھ دیئے اور ہم ان سے شغل کرنے لگے۔

حالانکہ عورتیں کسی بھی ملک کی ہوں' جب باہر جانے کے لئے تیار ہوتی ہیں تو انتظار کرنے وا مردوں پر بہت برا وقت آپڑتا ہے لیکن ان تینوں نے تیاری میں پچیس منٹ سے زیادہ نہیں لئے تھے' تیاریاں بھی مکمل تھیں اور بلاشبہ یہ تینوں اس سلسلے میں قابل مبارک باد تھیں۔

ہم سب باہر نکل آئے اور پھر باہر آکر لاکر کو اس کا پورا پورا حق دیا گیا اور یہ تخصیص نہ کی گئی کہ ہمارا ڈرائیور یا ماتحت ہے' یعنی اس کی دوست ٹوریسا کو اس کے برابر جگہ دی گئی۔ پچھلی سیٹ پر برگیتا اور سوریشا درمیان میں بیٹھی تھیں برگیتا کی سمت میں اور سوریشا کی جانب سردار بیٹھا تھا۔

سب خوش تھے' لاکر بھی مسکرا رہا تھا اور کار جگمگاتی مسکراتی سڑکوں پر رواں دواں تھی۔

"چلیں گے کہاں جناب؟" لاکر نے پوچھا۔

"اوہ۔ لاکر یہ سوال پوچھ کر بدذوقی کا ثبوت نہ دو۔" میں نے کہا۔

"معاف کیجئے گا جناب۔" میں نے سوچا شاید میں آپ کے ذوق پر پورا نہ اتر پاؤں۔"

"ہمیں تمہارے اوپر مکمل اعتماد ہے۔" میں نے کہا اور لاکر نے سر خم کر کے شکریہ ادا کیا' پھر اس نے کار کی رفتار بڑھا دی' اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس کا رخ سمر کیمپ کی طرف ہے جھیل کے افقی کنارے پر ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت تھی' جس کے کمپاؤنڈ میں لاکر نے کار روکی تھی اس عمارت کو اگر پھولوں کی عمارت کہا جائے تو غلط نہ ہوگا' ہر گوشے سے پھول جھانک رہے تھے اور اپنی اپنی خوشبو کی نمائش کر رہے تھے۔ پھر یہاں کا موسم جیسا ہو گا اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے' لاکر نے دل کھول کر داد دی۔ "گویا اگر میں نے لاکر کے ذوق پر اعتماد کیا تھا تو وہ غلط تو نہیں تھا۔" میں نے کہا

"ہرگز نہیں' ہم نے اس سے قبل بھی اس عمارت کو دیکھا تھا اور اس کے بیرونی حسن اور جائے وقوع کو دیکھ کر اس کی تعریف کی تھی' لیکن اندر سے بھی یہ اس قدر خوبصورت ہے' اس کا اندازہ مشکل تھا۔" برگیتا بولی۔

"لیکن پیارے لاکر' تم اس بے تکلفی سے یہاں کیسے آگئے؟" میں نے پوچھا۔

"اس لئے کہ یہ عمارت مسٹر جوزف کی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ جوزف خود بھی ایک باذوق انسان ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا عمارت میں چند مستقل ملازم بھی موجود تھے اور اس وقت ہم سے زیادہ معزز مہمان اور کون ہو سکتا تھا اس لئے وہ ہماری خدمت میں بچھ گئے' ہر طرح کی آسانیاں فراہم کی گئی تھیں' سب سے خوبصورت حصہ عمارت

کے بائیں سمت تھا' یہاں جھیل سے ایک شاخ کاٹ کر لائی گئی تھی اور کافی طویل و عریض سوئمنگ پول بنا دیا گیا تھا جس کے چاروں کناروں کو صنوبر کے درختوں نے ڈھکا ہوا تھا' گویا دور سے پتہ نہیں چلتا تھا کہ صنوبر کے درختوں کے درمیان کیا ہے۔

ہم اس عمارت کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔

جب تک اسٹاک ہوم میں ہمارا قیام ہے' ہمارے لئے اس سے خوبصورت مقام اور کونسا ہو سکتا ہے' چنانچہ میں مسٹر جوزف سے کہوں گا کہ وہ ہمارے قیام کا بندوبست یہیں کر دیں۔" میں نے کہا۔

"مسٹر جوزف نے حکم دیا ہے کہ آپ کو جتنی آسانیاں فراہم کی جا سکتی ہیں' کی جائیں' اس کے لئے ان سے ہدایت لینا ضروری نہیں ہے' آپ کے لئے یہاں بندوبست کر دیا جائے گا۔" لاکر نے کہا۔

چنانچہ جھیل کے کنارے ایک حسین رات گذاری گئی' جس میں برگیتا میری ساتھی' سوریشا سردارے کی ساتھی اور ٹوریسا لاکر کے ساتھ تھی' رات میں یہ جگہ دن سے زیادہ حسین ہو جاتی تھی' کناروں کے درختوں میں روشنیاں لگائی گئی تھیں جو بے حد خوبصورت لگتی تھیں۔ اس رات کی انفرادیت یہ تھی کہ ہم نے اسے بستروں پر نہیں گذارا بلکہ عمارت کے مختلف حصے اپنی کمین گاہ بنائے اور جب نیند آئی تو جہاں تھے وہیں سو گئے۔

لاکر ہمارے لئے ایک دوست کی حیثیت ضرور رکھتا تھا لیکن وہ اپنے فرائض سے بھی غافل نہیں تھا چنانچہ دوسری صبح ناشتہ اور اخبارات وغیرہ کا بندوبست تھا۔

اسٹاک ہوم میں یہ شب و روز بے حد حسین گذرے' اتنے حسین شب و روز جو پچھلے طویل عرصہ میں ہم نے نہیں گذارے تھے' جوزف جیسے شخص بہت کم ملتے ہیں۔ بڑے کاروبار کرنے والوں میں وہ شاید سب سے زیادہ ایماندار آدمی تھا۔ کرنسی تقریباً منتقل ہو چکی تھی' سارے کاغذات اس نے ہمارے حوالے کر دیئے تھے اور مقامی بینکوں سے ان کی تصدیق کی نقول بھی موجود تھیں۔ اس سے زیادہ عمدہ کام اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طویل عرصہ میں ایک بات بھی ایسی نہیں ہو سکتی تھی جو کسی طور سے ہمارے لئے تکلیف دہ یا نقصان دہ ہو' سردارے شاید پوری زندگی یہاں گذارنے کے لئے تیار ہو جاتا' کیونکہ ہر نئی رات نئی لڑکی اور ہر روز عمدہ کھانوں سے تواضع ہوتی' یہاں تک کہ سارے کام مکمل ہو گئے' اور پھر ایک دن میرے ایماء پر جوزف نے مجھ سے اسی عمارت میں ملاقات کی' میں فطری طور پر بڑے احترام سے اس سے پیش آیا تھا۔

"مسٹر برونیک۔" جوزف مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔ "کیا حکم ہے میرے لئے؟"

"کام ختم ہو چکا ہے مسٹر جوزف' اب آپ سے آخری باتیں کرنا ہیں۔" میں نے اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اسٹاک ہوم سے دل بھر گیا ہے شاید۔"

"یہ بات نہیں مسٹر جوزف! آپ نے ہمارے لئے جس قدر آسانیاں فراہم کر دی ہیں' ان کے تحت تو دل چاہتا ہے کہ پوری زندگی یہاں گذار دی جائے لیکن بہرحال ہم پوری زندگی یہاں نہیں گذار سکتے۔"

"میں مشورہ بھی نہیں دے سکتا' کیونکہ تحریک زندگی کی علامت ہے۔"

"ہاں یقیناً۔" میں نے تائید کی' بہرحال میں پہلے تو آپ کے اس عظیم تعاون کا شکریہ ادا کرتا ہوں' اس کے بعد یہ درخواست کروں گا کہ ہم اور آپ بھی معاملہ صاف کر لیں۔"

"میں نہیں سمجھا؟" جوزف نے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کہا۔

"آپ کا کمیشن۔"

"جب آپ دیں گے' لے لوں گا۔"

"دینا چاہتا ہوں۔"

"میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"کیا آپ کے پاس حساب موجود ہے۔؟"

"اس وقت نہیں' لیکن دفتر ٹیلیفون کرکے منگوا سکتا ہوں' البتہ اس سے قبل آپ سے ایک اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں۔ فرمایئے۔"

"آپ اسٹاک ہوم سے کب جانا چاہتے ہیں؟"

"بس جلد از جلد۔" میں نے جواب دیا۔

"اس سے قبل میں نے آپ کی تفریحات کو مکدر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن اب بتانے میں حرج نہیں ہے۔" جوزف بولا' اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا مسٹر جوزف؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کچھ لوگ آپ کی طرف متوجہ ہیں' وہ آپ کے بارے میں بڑی کرید کر رہے تھے' میرے ہاں کام کرنے والوں میں سے ایک شخص کو پر اسرار طور پر اغوا بھی کیا گیا اور اس سے اس پارٹی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی' جس کی دولت ہم منتقل کر رہے ہیں۔"

"اوہ۔" میرے بدن میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔

تاہم میرے اس آدمی کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا' حالانکہ وہ ایک ذمہ دار آدمی ہے لیکن میں بہت سے معاملات صرف اپنی ذات تک محدود رکھتا ہوں۔ اس کے علاوہ مسٹر برونیک! میں فطری کمزوریوں سے واقف ہوں اس لئے دوسرے کی کمزوریوں پر نگاہ بھی نہیں رکھتا۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"بات ختم نہیں ہوئی اب بھی پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری ہے' مجھے یقین ہے انہیں میری بات پر یقین نہیں آیا۔"

"بہت خوب گویا آپ سے بھی بات ہو چکی ہے۔"

"ہاں۔ مسٹر ہوریشو نے مجھ سے بات کی تھی۔"

"ہوریشو؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"جمیکا کے باشندے ہیں' بہت سے علاقوں کی ہردلعزیز شخصیت' ویسے ان کے بارے میں میرا یہ خیال رہا ہے کہ وہ کسی قسم کی سرگرمیوں میں ضرور ملوث ہیں۔ لیکن اعتراف کرتا ہوں کہ میں آج تک ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکا۔"

"تو مسٹر ہوریشو نے براہ راست آپ سے ملاقات کی تھی؟"

"ہاں۔"

"کیا پوچھ رہے تھے؟"

"یہی کہ وہ پارٹی کون ہے' حالانکہ میں نے انہیں بتایا کہ ان لوگوں کے نام ڈکلیر نہیں کرتا جن کے لئے کام کرتا ہوں' لیکن مسٹر ہوریشو سے خصوصی تعلقات کو مدنگاہ رکھتے ہوئے میں نے انہیں اس پارٹی کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات فراہم کر دیں' میں نے انہیں بتایا کہ ڈائمنڈ ٹاور نامی ایک فرم ہے جو قانونی طور پر ہیروں کا کام کرتی ہے لیکن غیر قانونی طور پر بہت سے کام کرتی ہے اور وہ میری مستقل پارٹی ہے' اوز اکثر میں معقول کمیشن پر اس کے لئے بڑے بڑے کام کرتا رہتا ہوں۔" جوزف آنکھ مار کر مسکرایا۔

"خوب' کیا وہ لوگ مطمئن ہوئے؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"اس خیال کی وجہ؟"

"اس کے بعد بھی دوسرے خفیہ ذرائع سے معلومات کا سلسلہ جاری ہے اور وہ لوگ میرے گرد چکراتے رہتے ہیں' میں نے آج تک انہیں ہوا نہیں لگنے دی اور میں خوش ہوں کام مکمل ہو گیا۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلائی اور خیالات میں ڈوب گیا۔ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں پریشان کن خیالات ضرور آنے لگے' لیکن دوسرے لمحے وہ خیالات نکل گئے تھے' میرا تو ان سے جھگڑا تھا ہی اور دشمن کو احمق سمجھ لینا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے' ظاہر ہے وہ لوگ اس آسانی سے خاموش تو نہیں بیٹھے ہوں گے وہ اپنی کوششوں میں مصروف ہوں گے اور پھر میں نے جوزف سے کہا۔ "بہت بہت شکریہ مسٹر جوزف' اب ایک کام اور کرنا ہے۔"

"ہاں ہاں' فرمایئے۔"

"ان کاغذات کی حفاظت کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے؟"

"بینکوں کے کاغذات کی؟"

"ہاں۔"

"اس کے لئے ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔"

"ہاں فرمایئے۔"

"آپ یہاں مجھے ان کا نگراں بنا دیں' انہیں کسی بینک کے لاکر میں رکھوا دیں' آپ جس ملک میں بھی ہوں' وہاں مجھے یاد کریں' میں کاغذات نکلوا کر آپ کو بھجوا دوں گا' یہ کام باقاعدہ ایک فرم کے انداز میں ہو گا' میں ساری ضروری کارروائیاں کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے' آپ یہ کام بھی کر لیں' اور اس کے علاوہ ایک کام اور۔"

"وہ بھی فرمایئے جناب!"

"آپ سوچتے ہوں گے مسٹر جوزف کہ میں نے بے شمار ذمہ داریاں آپ پر ڈال دی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں جناب! میں دوستی کا قائل ہوں اور اپنے پیشے سے مخلص بھی' ظاہر ہے میں آپ سے ایک بڑی رقم بطور معاوضہ لے رہا ہوں' جو کام بھی آپ کے لئے کروں گا' اس کا معاوضہ طلب کروں گا۔ پھر اس میں سوچنا کیا معنی؟" جوزف نے کہا۔

"بہرحال آپ ایک عمدہ انسان ہیں' میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"
"اس کا شکریہ! ہاں تو دوسرا کام کیا ہے؟"
"میں ارسلو جانا چاہتا ہوں۔"
"ناروے۔"
"ہاں۔"
"ٹھیک ہے' ہر طرح کا بندوبست ہو جائے گا' پاسپورٹ وغیرہ ہے؟"
"نہیں۔"
"کوئی فرق نہیں پڑتا' بن جائے گا۔"
"سفر کے لئے بھی کوئی ایسا بندوبست چاہتا ہوں جس کی اطلاع دوسروں کو نہ ہو' آپ سمجھ رہے ہوں گے۔"
"یقیناً۔ اس کے لئے وان ہیگزرے کی خدمات حاصل کرلیں گے۔"
"وان ہیگزرے کون ہے؟"
"انسانوں کا سب سے بڑا اسمگلر' میرے اس سے براہ راست تعلقات ہیں۔"
"بھروسے کا آدمی ہے؟"
"یقینی طور پر۔"
"ٹھیک ہے' آپ دو آدمیوں کے لئے بندوبست کرلیں' اور سفر کے طریق کار کے بارے میں مجھے بتا دیں۔"
"کب تک چلنا چاہتے ہیں؟"
"بس اب جلد از جلد۔" میں نے جواب دیا۔
"اوکے سر۔" جوزف نے گردن ہلائی' پھر میرے ایماء پر اس نے فون کر کے حسابات طلب کرلئے اور میں نے اس کی مرضی کے مطابق کرنسی کی بہت بڑی مقدار اس کے حوالے کر دی' اس میں دوسرے اخراجات جو اب ہونے والے تھے' بھی شامل تھے۔ جوزف نے اپنا معاوضہ اپنی تحویل میں لینے کے بعد میرا شکریہ ادا کیا تھا اور پھر وہ رخصت ہو گیا۔
رات کو میں نے سردارے کو اپنے پاس طلب کیا' وہ مردود سب کچھ بھولے بیٹھا تھا' مسکراتا ہوا میرے پاس آیا' لیکن پھر میرے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر وہ خود بھی سنجیدہ ہو گیا۔
"خیریت باس؟"
"مضحکہ خیز سوال ہے۔" میں نے ہونٹ سکیڑ کر جواب دیا۔
"کیا مطلب؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"مجھے تمہاری اس کیفیت پر شدید اعتراض ہے سردارے' کسی ایک ایسے ماحول میں کھو کر جو تمہارا پسندیدہ ہو' تم باقی ساری باتیں فراموش کر دیتے ہو اور آنکھیں بند کر کے سو جاتے ہو' اور اس کے بعد باقاعدہ جگانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا' اور سردارے کا سنجیدہ ہو گیا۔

"تھوڑا سا مکھن لگانے کی اجازت ہے استاد؟" اس نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔
"براہ کرم سنجیدگی اختیار کرو۔"
"کرلی ہے' بات یہ ہے استاد کہ میں خود کو ذہنی طور پر تم سے کمتر تسلیم کرچکا ہوں' اور ہر طرح تمہارے احکامات کی پابندی سے خوش رہتا ہوں۔ ہاں اگر میں ان احکامات کی پابندی سے انحراف کروں تو قابل سزا ہوں اس کے باوجود اگر کوئی ایسی بات ہو جائے جو تمہارے لئے ناگوار ہو تو سزا دے سکتے ہو استاد۔ ویسے میں ہر طرح تیار ہوں۔"
"اچھا اچھا' فضول بکواس سے پرہیز کرو۔"
"بہتر استاد۔" سردارے نے سعادت مندی سے کہا۔
"آئندہ کے بارے میں کیا سوچا؟"
"استاد مجھے سوچنے کا حکم دیں تو ضرور سوچوں گا۔ ورنہ مجھے کیا پڑی ہے کہ مستقبل کے خطرات سے دبلا ہوؤں۔"
"سارے کام مکمل ہو چکے ہیں' اب یہاں سے نکلنے کی سوچو۔"
"ہائے استاد' وقت نے کب کسی سے وفا کی ہے' ورنہ یہ حسین صبحیں اور حسین شامیں' جن کے درمیان زندگی نہایت سکون سے گذاری جا سکتی ہے۔"
"بنیادی طور پر بھی مجھے تم سے اختلاف ہے سردارے' میں زندگی میں جمود کا قائل نہیں ہوں' ہر لحاظ سے۔ اگر شامیں حسین ہیں تو دنیا کو اتنا مختصر کیوں سمجھا جائے۔ کہیں اور کی رات اس سے بھی زیادہ دلکش ہو سکتی ہے' اس کے علاوہ چند دن بزم میں گذرے تو کچھ رزم میں بھی گذارو۔"
"اوہ۔ لڑنے بھڑنے کا موڈ ہو رہا ہے باس؟" سردارے سنبھل کر بولا۔
"یہی سمجھ لو' ویسے لوگ ہمارے موڈ کے پابند تو نہیں۔"
"نہیں سمجھا۔"
"ہوریشو بہرحال ہمارا سراغ پانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔" میں نے کہا اور سردارے اچھل پڑا' وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔
"سنسنی خیز خبر ہے باس۔"
"ہاں۔ اور اب کافی کام کرنے ہیں۔"
"یقیناً کریں گے۔" سردارے نے دلیری سے کہا۔
"ویسے میں کوشش کر رہا ہوں کہ ہم یہاں سے نکل جائیں' لیکن ممکن ہے ٹکراؤ ہو ہی جائے' اس لئے خود کو تیار کرلو۔"
"تمہارے غلام کو تیار ہونے کی کیا ضرورت ہے باس' ایک زندگی ہے' جہاں چھوڑ دیتے ہو' داؤ پر لگا دیتا ہوں رزم ہو یا بزم' بتاؤ کبھی سردارے کو پیچھے پایا ہے؟"
"بس تو آج سے لڑکیوں کو ذہن سے جھٹک دو۔"
"جھٹک دیا باس اور کوئی حکم؟" سردارے نے جواب دیا' اور میں خیالات میں ڈوب گیا۔

☆ ☆ ☆

"جوزف جیسے باعمل انسان بہت کم میری نگاہوں سے گذرے تھے' اس گفتگو کے آٹھ گھنٹے کے اندر اندر اس نے سارے کام کرلئے اور پھر اس نے مجھے فون پر اطلاع دی کہ وہ آرہا ہے۔

"میرے ساتھ ایک معزز مہمان بھی ہوں گے جناب' وہ آپ سے ملاقات کے بے حد خواہش مند ہیں' میرا خیال ہے نام سے آپ بھی انہیں بخوبی پہچان جائیں گے۔"

"کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر وان ہیگزرے' پرتگال کے باشندے ہیں' لیکن ان کا قیام مستقل سویڈن میں ہی ہے' اسٹاک ہوم کے بااثر تاجروں میں سے ہیں' خصوصی طور پر امپورٹ ایکسپورٹ کے ماہر۔" جوزف نے بتایا۔

"اوہ! میں سمجھ گیا' لیکن مجھ سے ملانا ضروری ہے مسٹر جوزف؟"

"ہاں کوئی حرج بھی نہیں ہے جناب! آپ ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے' بڑی عمدہ شخصیت کے مالک ہیں' اور پھر ذاتی گفتگو بڑی اہمیت رکھتی ہے۔" جوزف نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے' ملادو۔"

"میں انہیں لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔" جوزف نے جواب دیا اور فون بند کر دیا' تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے سامنے پہنچ گئے' وان ہیگزرے کی شخصیت واقعی دلچسپ اور پر اثر تھی' اس نے پرانے فرنچ اسٹائل کا کوٹ پہنا ہوا تھا' بال سفید تھے لیکن چہرے پر خون ہی خون نظر آتا تھا' بڑا سرخ انسان تھا۔

جب میں نے اس سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "اس کے لئے معافی چاہتا ہوں مسٹر برونیک' جب کسی کا ہاتھ ہاتھ میں لے لیا تو گویا بہت بڑی ذمہ داری آپڑی' اور پھر تم میرے چوڑے ہاتھ کو دیکھو' اس آہنی شکنجے میں آنے والے ہاتھ اکثر ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں سے مجھے محبت ہوتی ہے ان سے ہاتھ ملاتے وقت میں صرف انہیں ذہن میں رکھتا ہوں اور خود کو بھول جاتا ہوں۔ لیکن جب میں خود کو یاد کرتا ہوں تو دل چاہتا ہے مٹھی میں آنے والی ہر چیز کو پیس ڈالوں' قصور میرا نہیں ہے۔ ان ہاتھوں نے نہ جانے ------ نہ جانے کتنی گردنوں کا حساب کتاب کیا ہے۔" وہ ہنسنے لگا۔

"لیکن تم تو ان کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ ہو ہیگزرے۔" جوزف بولا۔

"ہاں۔ بس کاروباری' اور کاروبار صرف ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔"

"نہ جانے تم کیا کہہ رہے ہو' سب کچھ بھول گئے؟"

"اوہ۔ ہاں شاید' کیا میرے الفاظ گڑبڑ ہو رہے ہیں۔ ٹھہرو۔" اس نے کوٹ کی لمبی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک شیشی نکالی اور اس کا کاک کھول کر شراب کے کئی گھونٹ حلق سے نیچے اتار دیئے۔ پھر اس نے شیشی بند کرکے جیب میں رکھی اور چند منٹ آنکھیں بند کرکے کچھ سوچتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"میرا خیال ہے میں نے کوئی غلط بات نہیں کی' کیا جھوٹ کہا میں نے؟" اس نے جوزف کی طرف دیکھا۔

"مسٹر برونیک سے مصافحہ بھی نہیں کیا تم نے۔"

"اس کی وجہ بتا چکا ہوں' اس ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے والے کو یا تو پوری زندگی کا تحفظ مل جاتا ہے یا اسے ہاتھ سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔"

"اور اگر اس کا خراج ادا کر دیا جائے مسٹر ہیگزرے۔" میں نے مداخلت کی۔

"کیا مطلب؟" ہیگزرے نے بھنویں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"میں اپنا ایک ہاتھ تمہاری نذر کرنے کو تیار ہوں' لیکن ------ اس کے بعد......" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"دیکھو مسٹر' میں سپاہی قسم کا انسان ضرور ہوں' لیکن عقل سے خالی بھی نہیں ہوں' میرا خیال ہے میں نے اپنے ہاتھ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے تم اسے چیلنج کر رہے ہو۔"

"ہاں۔ میں ہر قیمت پر تمہیں دوست بنانے کے لئے تیار ہوں۔" میں نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ جوزف دکھی ہوئی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ دوسری طرف پرتگالی گدھا بھی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا' پھر اس نے ہاتھ سیدھا کر دیا۔ لیکن اس کا چہرہ کچھ اور سرخ ہو گیا تھا اور بالآخر اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ کے شکنجے میں کس لیا۔

بے شک خوفناک ہاتھ تھا' ایک لمحے کے لئے تو میری ہڈیاں کڑکڑا گئیں لیکن ہاتھ میرا بھی کافی مضبوط تھا اور اس کا عملی تجربہ بارہا ہو چکا تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے میں نے اس کی گرفت کو بے اثر بنا دیا' اور پھر میں نے خود بھی اس کے پنجے پر اپنی گرفت قائم کرلی' ہیگزرے کے چہرے پر تعجب کے آثار نظر آئے۔ پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سی مسرت پھیل گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے گرفت ڈھیلی کر دی۔

"بس بس' کافی ہے۔" اس نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔ "مضبوط آدمی ہو' حالانکہ دیکھنے میں نہیں لگتے۔"

جوزف کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تب گویا تم لوگ دوست بن گئے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں مضبوط لوگ ہمیشہ اچھے دوست ہوتے ہیں" ہیگزرے نے کہا میں خاموشی سے مسکرا رہا تھا' پھر ہم لوگ اندر آ بیٹھے اور پھر مختلف قسم کی گفتگو ہوتی رہی' جوزف کسی حد تک کھل گیا۔

"مختصر یہ میں تمہیں بتاتا ہوں ہیگزرے' بس مسٹر برونیک اور ان کے ساتھی کو ارسلو تک پہنچانا ہے' پاسپورٹ وغیرہ تو مل جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے' پہنچ جائیں گے۔" اس نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اور تم ان سے ہاتھ ملا کر ذمہ داری قبول کر ہی چکے ہو۔" جوزف بولا۔

"میں نے اس بارے میں کچھ کہا۔" وان ہیگزرے جوزف کو گھورنے لگا۔

"معاوضہ میں تمہیں ایڈوانس ادا کر دوں گا۔"

"بڑی خوشی کی بات ہے۔" اس نے منہ چڑانے والے انداز میں دانت نکالے۔

"تم اصل صورتحال سمجھ نہیں رہے ہو' بے حد خطرناک لوگ ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور مجھے یقین ہے وہ ان کا پیچھا کریں گے۔"

"ہوں گے ہوں گے' وان ہیگزرے سے زیادہ خطرناک لوگ اس زمین پر نہیں ملتے' تم فکر مت کرو۔" وان ہیگزرے نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا اور جوزف گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے وان ہیگزرے کی تھوڑی بہت خاطر مدارت کی اور پھر اس کو رخصت کر دیا' خود وہ وہیں رک گیا تھا۔

"تم یہ مت سوچنا مسٹر برونیک کہ میں نے کسی فضول آدمی سے تمہارا تعارف کرایا ہے' یا کوئی اہم

کام کسی غیر ذمہ دار انسان کے سپرد کر دیا ہے' وان ہیگزرے جس قدر فضول آدمی نظر آتا ہے' حقیقت اس قدر فضول نہیں ہے۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے جوزف' فکر مت کرو۔" میں نے کہا۔

"وہ بہترین پلاننگ کرتا ہے' میرا تجربہ ہے' تمہارے معاملے کو اس نے جس قدر غیر سنجیدہ دیکھا ہے' وہ اس قدر غیر سنجیدہ ہے نہیں۔ یقیناً وہ حالات کو گہری سنجیدگی سے دیکھے گا۔"

"میں نے کہا نا' بس انتظامات کر دیئے جائیں' ہاں مسٹر جوزف' آپ کو ایک اور تکلیف دینا ہے"

"بے تکلفی سے کہیں۔"

"ہمیں دو عمدہ قسم کی اسٹین گنوں کی ضرورت ہوگی۔"

"مہیا ہو جائیں گی۔" جوزف سکون سے بولا۔

"بس تو کل پھر یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔"

"میری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں' دنیا کے کسی ملک میں بھی رہیں اگر جوزف سے کام کی ضرورت پیش آجائے تو تکلف نہ کریں۔" جوزف نے کہا اور پھر وہ ہم سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

اس کے جانے کے بعد بھی میں کافی دیر تک سوچتا رہا اور پھر سردارے آگیا' وہ حسب معمول چوبند تھا۔ لیکن اس کے پیچھے ہی سلوانا بھی آئی تھی' ایک مقامی لڑکی جو سردارے کی دوست تھی' لاکرنے ہی ہم سے متعارف کرایا تھا۔

"مسٹر برونیک ——— مسٹر برونیک' انہیں کیا ہو گیا؟" وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

"کیا آپ ان خاتون کو جانتے ہیں مسٹر برونیک؟" سردارے نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"قصہ کیا ہے؟"

"میں بتاتی ہوں جناب' جب یہ آپ کو پہچان سکتے ہیں تو مجھے کیوں نہیں پہچانتے؟"

"کیوں بھئی' تم انہیں کیوں نہیں پہچانتے؟" میں نے سردارے سے پوچھا۔

"نہ جانے کیا قصہ ہے' ارے آپ لوگ میری بات کیوں نہیں مانتے' میں اس سے قبل ان سے کبھی نہیں ملا' زبردستی شناسائی کا اظہار کر رہی ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا لیکن سلوانا چراغ پا ہو گئی۔

"سب سمجھتی ہوں' اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا کہ شاید ان کا دماغ الٹ گیا ہے' لیکن یہ آپ کو پہچانتے ہیں' دوسری ساری باتیں کر سکتے ہیں سوائے مجھے پہچاننے کے۔"

"میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا' سمجھیں۔" سردارے نے آنکھیں نکالیں۔

"پیچھا چھڑانا چاہتے ہو مجھ سے' اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے' لیکن کیا سمجھتے ہو خود کو! اتنی گری پڑی ہوں کہ زبردستی تمہارے پیچھے لگی رہوں گی' صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ چلی جاؤ۔"

"جب میں تمہیں جانتا ہی نہیں تو الٹی سیدھی باتیں کیوں کروں۔" سردارے بولا اور وہ پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئی' سردارے نے سکون کی سانس لی۔

"سمجھ گئی تھی سالی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کیا سمجھ گئی تھی؟"

"یہی کہ میں اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔"

"قصہ کیا ہے؟"

"میں نے سویڈن کی تمام لڑکیوں کو پہچاننے سے انکار کر دیا ہے۔"

"آخر کیوں؟"

"مرشد کے حکم کی تعمیل میں۔" سردارے نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ "میرے مرشد نے کہا تھا کہ لڑکیوں کو ذہن سے جھٹک دو' میری مجال کہ اب کوئی لڑکی میرے قریب بھٹک جائے۔"

"اوہ۔ تو یہ بات ہے' مگر انہیں خود سے دور کرنے کے دوسرے طریقے بھی تو ہو سکتے ہیں۔"

"کوئی طریقہ اس سے زیادہ مؤثر نہیں ہو سکتا استاد' اس ذکر کو ہی جانے دو' ہم لڑکیوں کے موضوع پر گفتگو کر کے اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہیں کریں گے۔" سردارے بولا اور میں ہنستا رہا۔

"کیا تم نے ہمیشہ کے لئے لڑکیوں کو خیرباد کہہ دیا ہے؟"

"اگر مرشد کا یہی حکم ہے تو یہی ہوگا۔"

"خیر سردارے' کل ہم یہاں سے چل رہے ہیں۔"

"الحمد اللہ۔" سردارے جھومتا ہوا بولا' بہت زیادہ مسخرے پن کے موڈ میں تھا اس لئے میں نے اس سے مزید گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا اور خاموش ہو گیا۔ بہرحال یہ رات ہم نے پھیکی گزاری۔ سردارے کو منع کر چکا تھا' اس لئے خود بھی محتاط رہنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن نہایت مصروف گزرا' جوزف نے صبح ہی صبح فون کیا تھا' اس نے بتایا تھا کہ سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں' ابھی کچھ دیر قبل اس کے پاس ہیگزرے کا فون بھی آیا تھا۔

"پھر اب میری کیا ذمہ داری ہے مسٹر جوزف!"

"بالکل کچھ نہیں جناب!...... تھوڑی دیر کے بعد وان ہیگزرے اپنا پروگرام لے کر میرے پاس آنے والا ہے' ہم دونوں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیا اور اپنی دانست میں ہم تیار ہو کر ان کا انتظار کرنے لگے' تقریباً پونے دو بجے وان ہیگزرے اور جوزف ہمارے پاس پہنچ گئے وان ہیگزرے بات بات پر ہنس رہا تھا' بڑا خوش مزاج انسان تھا۔

"سب کچھ ٹھیک ہو گیا ماسٹر' فکر کی کوئی بات نہیں ہے' وان ہیگزرے ایک مضبوط چٹان ہے' اور تمہارے ساتھ تو بہت سی چٹانیں ہوں گی۔ میں تمہیں دوسرے ہر ذریعہ سے بھجوا سکتا ہوں' لیکن اگر خطرناک لوگ تمہاری راہ میں ہیں تو انہیں ایسے جھٹکے ملنے چاہئیں کہ وہ بھی یاد کریں۔ یعنی سفر کا وہ ذریعہ اختیار کیا جائے جو ان کی توقع سے باہر ہو۔"

"خوب' کیا ذریعہ تلاش کیا ہے تم نے؟" میں نے پوچھا۔

"سڑک کے ذریعہ' پہلے ہم یہاں سے گوتھنبرگ چلیں گے اور وہاں سے....."

"ٹھیک ہے' عمدہ طریقہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اس طرح تمہیں تھوڑی سی دیر تو لگے گی' لیکن....."

"بالکل ٹھیک' مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"مجھے بھی یہ ترکیب پسند آئی' اس طرح ہمارے اوپر شک نہیں ہو سکے گا۔" جوزف نے کہا
"پھر اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔
"بس چلیں' ساری تیاریاں مکمل ہیں۔" جوزف نے کہا اور میں نے شانے ہلا دیئے' پھر ہم سردارے کو طلب کیا۔ نیچے آکر سردارے وان ہیگزرے کے ساتھ بیٹھ گیا اور میں جوزف کے ساتھ کار میں' دونوں کاریں چل پڑیں۔

"وان ہیگزرے خود بھی آپ کے ساتھ ارسلو تک جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔"

"ایک بار پھر کہوں گا جناب' وہ تھوڑا سا کریک ہے' ورنہ عام حالات میں بہت شاندار آدمی ہے' جب اسے شراب نہ ملی ہو تو وہ ناکارہ ہو جاتا ہے اور الٹی سیدھی باتیں کرنے لگتا ہے' چنانچہ جب بھی اسے آؤٹ دیکھیں اسے شراب کی طرف متوجہ کر دیں' اس کی ہر جیب میں آپ کو ایک بوتل ضرور ملے گی۔"

"گڈ ------ ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں مسٹر جوزف! میں اسے ہینڈل کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اسٹین گنیں بھی میں نے اس کے حوالے کر دی ہیں۔ میرا خیال تھا آپ اس سے چھپانا پسند کریں گے ------ اور پھر یہ ممکن بھی نہیں تھا۔"

"ظاہر ہے۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وان ہیگزرے کے مکان پر پہنچ گئے۔ یہاں لینڈ روور کھڑی ہوئی تھیں۔ وان ہیگزرے نے اپنے مکان پر ہماری تواضع کافی اور پھلوں سے کی۔ اور چل پڑے۔ جوزف نے وہیں ہمیں خدا حافظ کہہ دیا تھا۔

دونوں گاڑیاں چل پڑیں۔ وان ہیگزرے ہمارے ساتھ ہی تھا۔ اس کے علاوہ کل سات آدمی دو ہم تھے' اس طرح ہماری تعداد نو ہو گئی تھی۔ لیکن ان میں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ بہرحال یہ ممکن بھی نہیں تھا۔

سفر خاموشی سے طے ہونے لگا۔ وان ہیگزرے بھی بے حد سنجیدہ تھا۔ کافی دیر تک وہ کچھ نہیں بولا ہم اسٹاک ہوم کے نواح میں نکل آئے تھے۔ شہر بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ لمبی اور چکنی سڑک دور دور تک نظر آ رہی تھی۔ اکثر کاریں اور دوسری گاڑیاں نظر آ جاتی تھیں۔ فضا میں ایک عجیب سی بو پھیلی ہوئی ناگوار نہیں تھی۔ لیکن مسلسل ناک میں آئے جا رہی تھی' اس لئے زیادہ خوش گوار بھی نہیں لگ رہی آخر سردارے ہی بولا۔

"یہ خوشبو کیسی ہے استاد؟"

"میرا خیال ہے ان درختوں کے پھلوں کی خوشبو ہے۔" میں نے درختوں کے لامتناہی طرف اشارہ کیا۔ ہیگزرے چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میرا ساتھی اس خوشبو کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ' یہ اسٹرابیری کی خوشبو ہے ------ دیکھو' ٹھہرو۔ اسے اس لڑکی کے پاس گاڑی

ہیگزرے نے کہا۔ اور میں نے بھی سڑک کے کنارے کھڑی لڑکی کو دیکھ لیا ------ جو ایک مخصوص ساخت کی بہت سی ٹوکریاں لئے کھڑی تھی۔ ڈرائیونگ کرنے والے نے گاڑی روک لی۔ اور ایک خوبصورت سی دیہاتی لڑکی مخصوص لباس میں ملبوس ایک ٹوکری ہاتھ میں لئے ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ہیگزرے نے اس سے ٹوکری خرید لی۔ اور پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔ ہیگزرے نے اس انداز میں ہمیں اسٹرابیری پیش کیں جیسے اس کے خیال میں ہم اس پھل سے ناواقف ہوں۔

"یہ سویڈن کا مخصوص پھل ہے۔" اس نے بتایا۔ بہرحال ہم خاموشی سے اسٹرابیری کھاتے رہے۔ ہم نے اس سے واقفیت کا اظہار نہیں کیا۔ اور ہیگزرے اس کے بارے میں بکواس کرتا رہا۔ پھر وہ اچانک خاموش ہو گیا۔ اور پھر کافی دیر تک خاموش رہا۔ اس دوران ہم سڑک کے دونوں طرف دیکھتے رہے تھے۔ سڑک پر ہر دس پندرہ میل کے فاصلے پر دیہاتی لڑکیاں اسٹرابیری کی ٹوکریاں لئے کھڑی تھیں۔

بہرحال خوبصورت مناظر تھے۔ ہم ان سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ روشنیاں جل اٹھی تھیں۔ ابھی ہم گوتھنبرگ سے کافی دور تھے۔ دفعتاً عقب سے ہارن کی مسلسل آوازیں سنائی دیں۔ لینڈ رور کے ڈرائیور نے راستہ دے دیا۔ لیکن ہارن بدستور بجتا رہا ------ ہیگزرے کا چہرہ بگڑتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دونوں گاڑیاں سڑک کے درمیان کھڑی کر دو ------ چلو ------ ان کتوں کو آگے نہیں نکلنا چاہئے۔" اور ڈرائیونگ کرنے والے نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ پچھلی لینڈ روور کو بریک لگانے پڑے۔ اور پھر ڈرائیور نے چیخ کر ہیگزرے کا حکم سنا دیا۔ چنانچہ دوسری گاڑی نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

اور اب پیچھے سے آنے والی گاڑی بھی نزدیک آ گئی۔ انہوں نے بریک لگا دیئے تھے۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے نے شانے ہلا کر گہری سانس لی ------ ہیگزرے نیچے اتر آیا تھا۔ اس نے پستول نکال لیا۔ اس کے دوسرے ساتھی بھی نیچے اتر آئے۔ ہیگزرے اس بڑی گاڑی کی طرف بڑھ گیا جو شکل سے ہی کافی عجیب لگ رہی تھی۔

ہیگزرے کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بے حد خطرناک موڈ میں ہے اور ان لوگوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرے گا جو یہ حرکت کر رہے تھے۔ گاڑیاں رک چکی تھیں اور چونکہ معاملہ خاصا سنجیدہ نظر آتا تھا اس لئے میں اور سردارے بھی گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ ویسے میں نے محسوس کیا تھا کہ ہیگزرے کے سارے ساتھی بھی چوکنا ہو گئے تھے۔ سب اسی طرف متوجہ تھے اور اس پوزیشن میں تھے کہ اگر ہیگزرے کچھ شروع کرے تو ان لوگوں کو اس کا ساتھ دینے میں کوئی تاخیر نہ ہو۔

میں اور سردارے بھی جلدی سے ہیگزرے کے نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن بڑی اور عجیب الخلقت گاڑی میں ہم نے جن لوگوں کو دیکھا وہ عجیب و غریب تھے۔ سب کے سب آوارہ گرد' مفلوک الحال' چیتھڑوں میں ملبوس الٹے سیدھے' عجیب بے رونق شکلیں تھیں' لیکن وہ سب کے سب مسکرا رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک جس کا چہرہ بالکل سفید تھا لیکن ہونٹ افریقہ کے سیاہ فام حبشیوں کی مانند تھے سیاہ اور موٹے' انتہائی بے تکے انداز میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔

"ہے ماسٹر! کیا بات ہے؟" اس نے مخصوص انداز میں پوچھا ------ ہیگزرے خاموشی سے ہونٹ بھینچے انہیں گھور رہا تھا۔ پھر اس نے داہنا ہاتھ اٹھایا اور اس کی انگلی ہلاتے ہوئے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

موٹے ہونٹوں والا آوارہ گرد جس کے ماتھے پر نیلے رنگ کی ایک پٹی بندھی ہوئی تھی اور داہنے گال پر زخم کا گہرا نشان تھا' بدستور دانت نکالے ہوئے بیگزرے کے قریب پہنچ گیا۔

"اور قریب آؤ۔" بیگزرے نرم لہجے میں بولا ------ اور وہ کچھ اور قریب پہنچ گیا ------ جونہی وہ بیگزرے کے نزدیک پہنچا' بیگزرے کا بھرپور تھپڑ اس کے گال پر پڑا۔ اور آوارہ گرد بری طرح الٹ گیا۔ بیگزرے کا ہاتھ واقعی زبردست پڑا تھا۔ میں اور سردارے ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ گاڑی میں بیٹھے آوارہ گرد نیچے اتریں گے اور ہمارے اوپر حملہ کردیں گے۔ لیکن وہ سب خاموش ہو گئے۔

ان کے ہونٹوں کی مسکراہٹ مفقود ہو گئی۔ بیگزرے کا تھپڑ کھا کر گرنے والا چند ساعت یونہی زمین پر پڑا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔

لیکن اس کے چہرے سے ایسے کوئی اثرات نمایاں نہیں تھے جس سے اندازہ ہو تاکہ اس نے بیگزرے کی بات کا برا مانا ہے اور وہ اس سے مقابلہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ بڑی عجیب سی نگاہوں سے بیگزرے کو دیکھ رہا تھا۔

"ہارن کیوں بجا رہے تھے؟" بیگزرے نے غراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"آپ کو تکلیف ہوئی ماسٹر ------ ہم سب شرمندہ ہیں۔" خلاف توقع آوارہ گرد نے انتہائی نرم اور اداس لہجے میں کہا۔

"شرمندہ کے بچو ------ کیوں نہ میں تم سب کو یہاں نیچے اتار کر گولی مار دوں؟" بیگزرے بدستور غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہماری غلطی اتنی سنگین تو نہیں ہے جناب کہ آپ ہمارے زندگیاں چھین لیں۔ تاہم ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔" اس نے بدستور اداس لہجے میں کہا۔

اور یہ تو سیدھی سی بات ہے کہ اگر ایک انتہائی غصہ ور شخص کے سامنے ایک نرم مزاج اور گردن جھکا دینے والا شخص آجائے تو غصہ خود بخود کافور ہو جاتا ہے۔ بیگزرے جس انداز میں اترا تھا وہ برقرار نہیں رہا تھا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ ظاہر ہے ایسی حالت میں کوئی برا سلوک کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس نے ان لوگوں کو فہمائش کی اور ہم دونوں کے شانے پر ہاتھ رکھ کر واپس لینڈ روور کی طرف بڑھ گیا۔

"گدھے کہیں کے ------" وہ بھاری آواز میں بولا اور پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔ میں نے اور سردارے نے بھی ایک گہری سانس لی تھی۔ پھر ہم گاڑیوں میں آبیٹھے۔

"بیچارے ------ امن کے پجاری۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"واقعی اس شخص نے بڑی حلیمی کا ثبوت دیا۔" میں نے کہا۔

"اور یہ ------ تھپڑ بڑا زور دار تھا بے ایمان کا۔" سردارے نے بیگزرے کی طرف اشارہ کر کے اردو میں کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

ہمارے اس طویل سفر کا اختتام گوٹنبرگ پر ہی ہونا تھا۔ لیکن چونکہ دیر سے چلے تھے اور اب شام جھک آئی تھی۔ چنانچہ بیگزرے کے اشارے پر گاڑیوں کا رخ گوٹنبرگ کے نواحی قصبے کنگ لاد کی طرف کر دیا گیا۔ کنگ لاد سے باہر دریائے گوڈر کے کنارے ایک مناسب جگہ کا انتخاب کیا گیا جہاں چاروں طرف جنگلات پھیلے ہوئے تھے۔ اور پھر وہاں کیمپ لگا دیا گیا۔

بیگزرے نے مجھ سے کہا تھا کہ کل دن کی روشنی میں ہم گوٹنبرگ میں داخل ہو جائیں گے اور اس کے بعد ہم تمہیں دوپہر تک اوسلو پہنچا دیں گے۔

"ٹھیک ہے مسٹر بیگزرے۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں ------ ظاہر ہے میں تو آپ کے زیر نگرانی ہوں۔"

"اوہو ------ تم پرواہ مت کرو۔" بیگزرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ظاہر ہے مجھے کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ میں لاپرواہی سے دریا کے کنارے کی طرف بڑھ گیا۔ سردارے میرے ساتھ تھا۔

"کچھ عجیب سا محسوس نہیں ہو رہا استاد!" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے ہمارے ساتھ لڑکیاں نہیں ہیں۔"

"اوہ' تم مجھے بار بار لڑکیوں کا طعنہ نہ دیا کرو استاد ------ کیا میں لڑکیوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔" سردارے نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"بظاہر تو یہی لگتا ہے۔ لیکن اگر تمہاری مراد یہ نہیں ہے تو بتاؤ کیا عجیب سا لگ رہا ہے۔ ظاہر ہے ہم سفر کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہوں۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "استاد! تم جس بات کی مخالفت کرو' اسے میں بچ کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتا۔"

"مخالفت کی بات نہیں ہے۔ زندگی جس انداز میں رواں دواں ہے وہی سب کچھ ہے۔ ظاہر ہے کون سی نئی بات ہے۔ ہم گوٹنبرگ پہنچیں گے' وہاں سے اوسلو جائیں گے۔ اوسلو میں چند روز رہیں گے وہاں سے کوئی نیا پروگرام بنائیں گے۔ چنانچہ عجیب کیا بات ہے۔"

"تسلیم کیا استاد ------ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔"

"نہیں سردارے ------ تم اصل بات تسلیم کرو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اصل بات ------ سچی بات یہ ہے' استاد' استاد رہے گا' یہ حقیقت ہے کیا یہ گدھا کسی خوبصورت لڑکی کو ساتھ نہیں لا سکتا تھا؟"

"یہ اس گدھے سے پوچھ لو۔"

"اوہ ------ یہ تو مجھے بالکل ہی احمق معلوم ہوتا ہے' خشک بے تکے قسم کا آدمی۔"

"بہرحال کل دوپہر تک ہمارا اس کا ساتھ اور ہے' اس کے بعد ہمیں اس سے کیا لینا۔" میں نے جواب دیا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔ ہم دریا کے کنارے بیٹھ گئے' بہت خوبصورت علاقہ تھا لیکن سنسان ہونے کے باعث کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ سردارے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور بولا۔

"اس علاقے کی دہقانی لڑکیاں بھی بیحد خوبصورت تھیں۔ افوہ! وہ لوگ کتنی محنت کرتے ہیں زندگی گزارنے کے لئے۔ تم نے دیکھا استاد! دو کرونوں کے عوض ایک اسٹرابیری کی ٹوکری' اور وہ اسے فروخت

کر کے اتنا خوش ہوتی ہیں جیسا انہیں خزانے مل گئے ہوں۔"

"زندگی اسی کا نام ہے سردارے! بے پناہ دولت اگر ہاتھ آجائے اور زندگی میں کوئی جدوجہد نہ رہے تو یقین کرو کہ زندگی میں کوئی چاشنی نہیں رہتی۔ ہماری بات دوسری ہے کبھی کبھی بے اندازہ دولت ہونے کے باوجود ہم لوگ روٹی کے لئے کس طرح ترس جاتے ہیں۔ گویا ہم نے زندگی کی جدوجہد برقرار رکھی ہے اور یہ جدوجہد نہ ہوتی تو شاید زندگی اس قدر رنگین نہیں ہوتی۔"

"ہاں استاد! جس قدر دولت ہمارے پاس ہے اگر ہم زندگی کو تھامنا چاہیں' زندگی کو روکنا چاہیں تو میرا خیال ہے کہ کسی بہت بڑے آدمی کی حیثیت سے زندگی گزاری جاسکتی ہے اور دنیا میں اپنے پسندیدہ مقام پر------ لیکن------؟"

"لیکن کیا سردارے؟" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں استاد------ آگے بولنے کی ہمت نہیں ہے۔"

"نہیں نہیں------ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ناراض تو نہیں ہو گے استاد۔"

"نہیں------ میں نے وعدہ کیا۔"

"سردارے کو ذلیل بھی نہیں کرو گے؟"

"نہیں کروں گا یار------ اب کیا قول و قرار کرا رہا ہے۔ جلدی سے بول کیا چاہتا ہے؟"

"میں یہ کہہ رہا تھا استاد! کہ اس بھاگ دوڑ کا کوئی مقصد بھی ہے۔ دیکھو نا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا۔ خدا کی قسم! میں یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی مرضی کے خلاف کچھ کرو۔ لیکن بہرصورت مجھے کچھ کہنے کا حق تو ہے' کوئی رائے تو دے سکتا ہوں------ اب اگر اس میں کوئی جان ہے تو ٹھیک ورنہ تم منع بھی کر سکتے ہو استاد!" سردارے نے جیسے خود سے الجھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں' ٹھیک ہے کہو------ میں نے منع تو نہیں کیا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"استاد! کیوں نہ زندگی میں تھوڑی سی تبدیلی لائی جائے؟"

"کیسی تبدیلی------ تم مجھے مشورہ دو۔" میں نے پوچھا۔

"دیکھو نا استاد! اس سے پہلے ہم باقاعدہ ایک گروہ سے منسلک تھے۔ گروہ کے مفادات کے لئے ہم ملک ملک گھوم رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔ لیکن اب گروہ ختم ہو گیا------ تم نے جس زندگی کا آغاز کیا ہے استاد! یوں سمجھو وہ ایک ایسی منزل پر آگئی ہے جہاں سے تمہیں خود اپنے لئے راستے کا تعین کرنا ہے۔ غلام سیٹھ جب تک زندہ تھا تو تمہارے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ایک ایسا شخص تمہارا سرپرست نگران یا دوست ہے جس نے تمہاری زندگی کو بنانے میں یا اگر تم اسے بنانا نہ سمجھو تو اس رنگ میں لانے کی انتہائی کوششیں کی تھیں اور وہی تمہیں اس رنگ میں لایا------ ذہنی طور پر تم بھی اس سے متاثر تھے لیکن اب وہ نہیں ہے استاد اور تم محسوس کرتے ہو کہ تم کسی کے محکوم بن کر نہیں رہ سکتے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ میرا مطلب ہے میرا مطلب تم سمجھ رہے ہو نا استاد! ہماری دولت اتنی ہے کہ ہمیں ان ساری چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ دنیا گردی کیا معنی رکھتی ہے؟"

"ایک بات کا جواب دو گے سردارے!" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں۔ ضرور استاد۔"

"تم اپنی زندگی کا ہر مقصد پا چکے ہو' کہاں جانا چاہتے ہو؟ کیا کرنا چاہتے ہو؟ زندگی کو کس حد تک لے جانا چاہتے ہو۔ کیا تمہارے ذہن میں کوئی پروگرام ہے اور اگر نہیں ہے تو پھر تم یہ سانسوں کا تار کیوں برقرار رکھے ہوئے ہو------ خودکشی کیوں نہیں کر لیتے------ جواب دو۔"

"میں سمجھا نہیں استاد!" سردارے عجیب سے لہجے میں بولا۔

"سیدھی سی بات ہے سردارے! سب سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری زندگی کا سب سے بڑا مقصد' سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟"

"میں نے کبھی اس کا تعین نہیں کیا استاد۔"

"تو پھر اپنے سفر کا تعین کیوں کر رہے ہو------؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"سفر کا تعین' بات سوچنے کی ہے استاد! مگر دیکھو نا زندگی کے تار' میرا مطلب ان سانسوں سے ہے' تو بہرصورت ہمیں گزارنے ہی ہیں' کسی بھی شکل میں گزارے جائیں' دنیا گردی کرتے ہوئے یا ایک جگہ تھم کر۔"

"ٹھیک ہے' آگے کہو۔" میں نے کہا۔

"الجھ رہا ہوں استاد! بڑی عجیب بات کہی ہے تم نے۔ مگر دیکھو نا دنیا میں ہمارے جیسے لاکھوں انسان سانس لیتے ہیں' جدوجہد کرتے ہیں' لیکن ایک جگہ ٹھہر کر------"

"یہی میں پوچھنا چاہتا ہوں' ٹھہرنا کیوں چاہتے ہو------؟ اگر تمہاری زندگی کا کوئی خاص مقصد ہے' شادی کرنا چاہتے ہو' بچے پیدا کرنا چاہتے ہو' تو الگ بات ہے۔ لیکن اگر ان ساری چیزوں سے الگ ہو تو کسی ایک جگہ قیام کیا معنی' دنیا دیکھو' قریہ قریہ گھومو' اندازہ لگاؤ کہ کہاں کس قسم کے لوگ بستے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ ہم کسی کے محکوم نہیں ہیں' اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ لیکن اس کے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم زندگی پر جمود طاری کر کے کسی ایک جگہ پڑے رہیں------ سردارے! ہم قائم ہونے کے لئے نہیں پیدا ہوئے' ہماری زندگی کو جو رخ دیا گیا ہے' ایک طرح سے تم غور کرو تو ہماری تقدیر میں' حالانکہ تقدیر بڑا عجیب سا لفظ لگتا ہے' خاص طور پر ہم لوگوں کی زندگی میں------ لیکن بہرحال ہم اس لفظ کا سہارا لینے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ تو تقدیر نے ہمارے لئے ایک راستے کا تعین کیا ہے' ہم اس راستے سے ہٹنا چاہیں تو کچھ عجیب سی بات ہوگی------ چلتے رہو سردارے! چلتے رہو۔ میرا خیال ہے' جمود زندگی کی بہت سی دلچسپیاں ختم کر دے گا۔ پتہ نہیں کس کس ملک میں ہمیں کون کون سے واقعات پیش آنے ہیں' تم ان سے کیوں محروم رہنا چاہتے ہو؟"

"میں ان سے بالکل محروم رہنا نہیں چاہتا استاد! لیکن بات مقصد کی ہے۔"

"بات صرف تمہاری الٹی سمجھ کی ہے سردارے! تم میری اس بات کا جواب نہیں دے سکے کہ تمہاری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ ہم کسی مقصد کو لے کر کیوں گھومیں۔ ہم آزاد انسان ہیں' آزاد انسانوں کی طرح سے ملک ملک سفر کریں گے اور دیکھیں گے کس ملک کی ثقافت کیا ہے' کس ملک کا رہن سہن کیا ہے------ باقی رہا جہاں تک کسی زندگی کی منزل کا تعین------ تو ہماری زندگی کی منزل نہیں سردارے! چلتے رہو' چلتے رہو' اس وقت تک جب تک کہ سانسوں کے تار بندھے ہوئے ہیں' یہ تار ٹوٹ جائیں گے تو

پھر زندگی کو ٹھہرا دیں گے بلکہ خودبخود زندگی ٹھہر جائے گی۔ بس میرا تو یہی خیال ہے لیکن اگر تم اس اختلاف کرتے ہو میری جان! تو مجھے معاف کرنا میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا۔"

"اور وہ ضرور کوئی الٹا سیدھا مشورہ ہو گا استاد! بس خاموش ہو جاؤ۔" سردارے اکتائے ہوئے میں بولا۔

"بور ہو رہے ہو میری باتوں سے؟"

"نہیں۔ اپنی حماقت پر بور ہو رہا ہوں——— خواہ مخواہ ایک بیکار سی بحث چھیڑ بیٹھا تھا۔"

"نہیں سردارے! اپنی اس بحث کو اختتام ضرور دو۔"

"کیا اختتام دوں استاد؟"

"میری بات سے متفق ہو؟"

"ہمیشہ سے تھا' ہوں اور رہوں گا استاد! کیسی باتیں کرتے ہو؟" سردارے نے کہا۔

"بس ٹھیک ہے سردارے! چلتے رہو' چلتے رہو' زندگی بھی چلتی رہتی ہے' رواں دواں ہے ہم سے اپنے راستوں کا تعین کر لیں گے۔ دیکھو نا اگر زندگی ٹھہری ہوئی ہوتی تو ہم بھی ٹھہرے ہوئے ہو جب زندگی رواں دواں ہے تو ہم بھی کیوں نہ رواں دواں رہیں——— ٹھہرنے سے کیا فائدہ———!

"اف چولیں ہل گئیں استاد دماغ کی۔ ارے وہ دیکھو وہ کیا ہے؟" سردارے نے مجھے ایک ا متوجہ کیا اور میں بھی اسی طرف دیکھنے لگا۔ آنے والی شے کو پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ یہ وہی گاڑ جو ہارن دے رہی تھی اور جس پر ہپّی سوار تھے۔ انہوں نے بھی اسی طرف کا رخ کیا تھا۔ شاید وہ ا سے بے خبر تھے کہ جن لوگوں سے وہ الجھ چکے ہیں' وہ بھی یہیں پر قیام پذیر ہیں۔

"آہاہا استاد! ان میں تو لڑکیاں بھی ہوں گی۔"

"پھر لڑکی———" میں نے سردارے کو گھورا۔

"اب دیکھو نا استاد! خودبخود آجائے تو میں کیا کروں۔" سردارے کھڑا ہوتا ہوا بولا اور مجھ آگئی۔

میں نے بیگزرے کی طرف دیکھا۔ بیگزرے اور دوسرے لوگ بھی اسی طرف متوجہ بیگزرے نے شاید پہچان لیا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ بہرحال آوارہ گردوں کے رویے سے اس کے کوئی میل باقی نہ رہا تھا' اس لئے اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ البتہ آوارہ گردوں نے محسوس کر لیا لوگ بھی یہیں قیام پذیر ہیں جن سے انہوں نے مذاق کرنے کی کوشش کی تھی اور جن سے مذاق نتیجہ نکلنے والا تھا جسے ان کی خاموشی نے ٹال دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ہم سے کافی دور قیام کیا۔ اور بہرحال یہ ان کا حق تھا۔ انہیں وہاں قیام کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بیگزرے ٹہلتا ہوا ہمارے نزدیک آگیا۔ وہ اب بھی ان کی طرف متوجہ تھا۔

"دیکھ رہے ہو مسٹر برونک! یہ گدھے یہاں بھی آگئے۔ کیوں نہ ان کو یہاں سے بھگایا جا غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"اوہو بیگزرے! بھلا اس میں ہمارا کیا نقصان ہے۔ پھر انہوں نے ہم سے کافی دور قیام کیا

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر انہوں نے گانا بجانا شروع کر دیا تو———؟"

"تو بھی ہمارے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں نہیں۔ چرس اور نشے پی کر ان کی بے ہنگم اچھل کود مجھے بالکل پسند نہیں——— یقین کرو اگر انہوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو رات کو ان میں سے یقیناً کوئی میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔"

"جانے دو بیگزرے! دنیا میں سب کو اپنی مرضی کے مطابق جینے کا حق ہے' اور یہ حق تو انہیں خدا نے دیا ہے۔ ہم کون ہیں جو ان سے ان کا یہ حق چھینیں۔"

"اوہو——— تم تو کسی واعظ کی طرح گفتگو کرنے لگے۔ تمہاری مرضی تمہاری وجہ سے ان کو معاف کر دیا۔ لیکن سنو اگر انہوں نے زیادہ رات تک شور مچانے کی کوشش کی تو میں ان کا دماغ درست کر دوں گا۔" بیگزرے نے کہا۔

"بتا دیں گے ہم انہیں جا کر———" میں نے سردارے کی طرف دیکھ کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" بیگزرے بولا۔

"کیوں بیگزرے؟" میں نے پوچھا۔

"بس میں نہیں چاہتا کہ ہم دوسرے لوگوں سے روشناس ہوں۔ وہ تو آوارہ گرد ہیں' ان سے کسی کا کیا تعلق؟"

"ہاں ہاں اور کیا——— پھر وہ ہمارا بگاڑ بھی کیا سکیں گے۔ ویسے بھی ہمیں پہچان تو نہیں سکتے وہ لوگ' اور ہم اتنا دور بھی رہنا نہیں چاہتے۔ ٹھیک ہے دیکھ لیں گے استاد۔" سردارے آنکھ مار کر بولا اور بیگزرے گردن ہلانے لگا۔

☆ ☆ ☆

رات خاصی گزر چکی تھی۔ آوارہ گردوں نے بھی اپنا کیمپ لگا لیا تھا اور وہاں شاید مشعلوں سے روشنی کی گئی تھی۔ جبکہ بیگزرے کے پاس ایک چھوٹا جنریٹر موجود تھا جو شاید لینڈ روور میں ہی فٹ تھا۔ جنریٹر چلا کر چند بتیاں روشن کر لی گئی تھیں جنہوں نے اس کیمپ کو اچھی خاصی روشنی بخش دی تھی۔ ہم لوگ جملہ ضروریات سے فارغ ہو چکے تو سردارے میرے پاس پہنچ گیا اور پھر سرگوشی کے سے انداز میں بولا۔

"کیا خیال ہے استاد؟"

"کس بارے میں؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ حالانکہ میں سمجھ گیا تھا کہ سردارے کیا کہنا چاہتا تھا لیکن بس یونہی میں نے اس سے سوال کر لیا تھا۔

"چلو گے نہیں استاد!"

"ضروری ہے وہاں جانا؟" میں نے طویل سانس لے کر پوچھا۔

"ارے ارے کیا ہو گیا استاد! تھوڑی دیر پہلے تو تم خود ہی تیار تھے۔"

"ہاں سردارے! لیکن سوچ رہا ہوں کہ رسک لینے سے کیا فائدہ؟"

"استاد! ساری زندگی رسک لیتے رہے ہیں۔ اب اتنی معمولی سی بات پر——— دیکھو نا ویسے تمہاری مرضی لیکن میرا دعویٰ ہے کہ ان کے ساتھ لڑکیاں بھی ہیں۔"

"لڑکی——— لڑکی——— لڑکی——— چل بھائی!" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر ہم

اس کیمپنگ کی طرف چل پڑے ـــــــ آوارہ گردوں کی مخصوص سرگرمیاں شروع ہو چکی تھیں‘ دھوئیں کے مرغولے فضا میں بلند ہو رہے تھے جن میں چرس کی مخصوص بو رچی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں بے ہنگم قہقہوں کی آواز بھی سنائی دے جاتی تھی۔ ہم لوگ ان کے درمیان داخل ہوئے تو کسی نے ہماری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے رنگ میں مست تھے اور یہ ان لوگوں کی خوبی تھی‘ ورنہ عام لوگوں کے گروہ میں اگر کچھ اجنبی لوگ داخل ہو جائیں تو سب لوگ متوجہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہم دونوں نے ہی محسوس کیا کہ ان میں سے کسی نے بھی ہماری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ ہم ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک اچھا خاصا لمبا چکر لگا چکے تھے۔ درحقیقت ان کے ساتھ لڑکیاں تھیں اور مکمل طور پر ان سرگرمیوں میں حصہ لے رہی تھیں۔ لیکن کسی کو مخاطب کرنا بہرحال ایک معیوب سی بات تھی اور عجیب سا بھی لگتا تھا حالانکہ ان لوگوں کے ساتھ ہم خاصا وقت گزار چکے تھے۔ ان کی فطرت‘ ان کی حیثیت سے اچھی طرح واقف تھے لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں ایک عجیب سی جھجک تھی‘ جو ہمیں اس سے روک رہی تھی۔

ایک جگہ رک کر میں نے سردارے کی طرف دیکھا اور بولا۔

"اب کیا خیال ہے؟"

"کیا ہم اتنے ہی بزدل ہیں باس؟"

"ہرگز نہیں ـــــــ کم از کم تم تو نہیں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر شروع کروں؟"

"ارے مار نہیں کھا جانا۔"

"ارے نہیں استاد ـــــــ یہ بیچارے امن پسند لوگ ـــــــ تم نے دیکھا نہیں تھا بیگزے کی بدتمیزی پر انہوں نے کس طرح گردن جھکا دی تھی۔" سردارے نے دلیل دی۔

"ہاں۔ ان لوگوں کی کچھ خصوصیات تو مجھے واقعی پسند ہیں لیکن باقی معاملات کچھ سمجھ میں نہیں آتے۔"

"جانے دیں استاد! جو خصوصیات اچھی ہیں‘ ان ہی سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے۔" سردارے ایک لڑکی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ اور میں نے محسوس کیا تھا کہ اس نے لڑکی کو آنکھ ماردی ہے۔ لیکن چرس کے نشے سے دھندلائی ہوئی آنکھوں نے شاید سردارے کی اس حرکت کو نہ دیکھا تھا ـــــــ البتہ لڑکی اس کے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو!" اس نے اپنے پیلے دانت نمایاں کرتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔" سردارے نے بھی مکمل دلچسپی سے کہا۔

"کون ہو تم؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اجنبی تمہارے درمیان۔"

"اوہ‘ اس دنیا میں کوئی کسی کے لئے اجنبی نہیں ہے‘ ہم سب انسان ہیں‘ دو ہاتھ دو پاؤں رکھنے والے اور ہم سب سانس لیتے ہیں اور ہم سب چرس پیتے ہیں۔ پیو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں نہیں ـــــــ تمہارے درمیان کس لئے آئے ہیں۔"

"تو آؤ ـــــــ لیکن مال ہے؟"

"ہاں ہاں‘ کیوں نہیں۔" سردارے نے جیب سے چند نوٹ نکالے اور لڑکی خوشی سے اچھل پڑی۔

"اوہو ـــــــ ٹھہرو تم یہیں رکو۔ میں تمہارے لئے چرس لاتی ہوں۔" وہ نوٹ لے کر ایک طرف دوڑ گئی۔

"قتدرے سے اسے اب واپس نہیں آنا چاہئے سردارے۔" میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آئے گی استاد! ضرور آئے گی ـــــــ شرط بدلو۔"

"نہیں بھائی ـــــــ لڑکیوں کے معاملے میں‘ میں تجھ سے شرط نہیں بدتا۔" اور اچھا ہی کیا میں ـــــــ کیونکہ تھوڑی دیر بعد وہ لڑکی واپس آگئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک اور لڑکی بھی تھی۔ بڑی دلچسپی سے ہماری طرف دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے مخصوص انداز میں چرس کے پیکٹ اور ہماری جانب بڑھا دیئے۔

"ہماری کمپنی پسند کرو گے؟" دوسری لڑکی نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔"

"تو پھر آؤ اس طرف چلیں۔" لڑکی ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ نجانے اس وقت ذہن کیسا تھا‘ خود کو آزاد چھوڑنے کو جی چاہ رہا تھا۔ میں نے ذرا بھی احتیاط نہیں برتی اور ان دونوں لڑکیوں کے ہم کیمپ کے ایک گوشے میں پہنچ گئے۔

"بیٹھو۔" ایک لڑکی نے پیار سے کہا۔

"بیٹھو استاد ـــــــ" سردارے دانت نکال کر بولا۔ ویسے بھی وہ لڑکیوں کے سامنے بالکل گدھا نظر لگتا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ دونوں لڑکیاں بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئیں۔ پھر انہوں نے مخصوص انداز میں سگریٹ لیے اور تمباکو سے خالی کرنے لگیں۔ چرس بھرنے کے مخصوص انداز میں انہوں نے چرس اور تمباکو ملایا اور پھر واپس سگریٹ میں بھر دیا۔ اس کے بعد ہم چاروں نے سگریٹ سلگا لئے ـــــــ لڑکیوں نے تکلف نہیں کیا تھا۔ وہ ہمارے ہی حساب میں پی رہی تھیں۔

سردارے بڑی شان سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ سنبھل گیا۔ اس دوران اپنے سگریٹ ختم کر چکی تھیں‘ جبکہ میں نے اس وقت تک سگریٹ کے صرف دو یا تین لئے تھے۔ اور ان گھونٹوں نے میرے اوپر کوئی خاص اثر نہیں کیا تھا۔ سردارے آدھی سگریٹ ختم کر پھر میری سرزنش پر وہ سنبھل گیا اور اس نے دم لگانے کی رفتار ذرا سست کر دی۔

اب لڑکیاں دوسرے سگریٹ بھر رہی تھیں۔ ایک بار پھر انہوں نے ہمارے لئے سگریٹ بھرے سے پہلے سگریٹ ہی ختم نہ ہوئے تھے۔ تب ان میں سے ایک آہستہ سے مسکرائی۔

"کیوں ـــــــ اتنے آہستہ سے کیوں پی رہے ہو؟"۔

"ہم لوگ آہستہ ہی پیتے ہیں۔ تم پیتی رہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"

"میرا نام برونک ہے اور اس کا نام جیک ہے۔"

"خوب‘ میرا نام مارتا اور یہ سونیا ہے۔"

"بہت خوب ـــــــ بہنیں ہو تم لوگ؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا تم اس گروہ میں تنہا ہو؟"

"دنیا کا ہر انسان ہر گروہ میں تنہا ہے۔" مارتا گہری سانس لے کر بولی۔

"اوہو پلیز فلسفہ نہیں۔" سردارے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا اور مارتا ہنس دی۔

"ہاں ـــــــ حالانکہ زندگی بذات خود ایک فلسفہ ہے۔"

"تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہو؟" میں نے مارتا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آکسفورڈ سے تعلیم حاصل کی ہے۔"

"ارے واہ ـــــــ تو پھر آوارہ گردی کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لئے کہ زندگی اسی میں پائی۔"

"اوہ' ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلائی ـــــــ میں اس وقت کسی فضول
نہیں چاہتا تھا۔ لیکن لڑکیاں میری جان چھوڑنے پر ... نہیں تھیں۔

"خود تم لوگوں نے اپنی زندگی کے مقصد کا تعین کیا ہے؟" مارتا نے پوچھا۔

"ہاں ہاں ـــــــ کیوں نہیں۔"

"کیا مقصد ہے تمہاری زندگی کا ـــــــ مجھے بتاؤ۔"

"بحث کرو گی؟"

"نہیں کرنا چاہئے؟" مارتا نے پوچھا اور میں ایک طویل سانس لے کر سردارے کی
لگا۔ یہ چرس زدہ لڑکی تعلیم یافتہ ضرور تھی مگر کیا ضروری تھا کہ اس سے بحث بھی کی جائے۔ جو
پورا کرنا چاہئے تھا' بحث کرنے سے کیا فائدہ ـــــــ

"خاتون مارتا! بغیر مقصد کے تو انسان سانس بھی نہیں لے سکتا۔ ہاں ـــــــ کچھ
ہوتے ہیں جنہیں ہم اپنے ذہنوں میں رکھتے ہیں۔ چھوڑیں ان باتوں کو ـــــــ یہ چرس بھی
میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

"بات ٹال رہے ہو۔" وہ آنکھیں میچ کر ہنستی ہوئی بولی۔

"چلو یونہی سمجھ لیں' ویسے آپ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گی؟"

"کیا بتاؤں۔ جو کچھ ہوں تمہارے سامنے ہوں۔"

"اور جو کچھ آپ ہمارے سامنے ہیں' بہت خوب ہیں ـــــــ کیوں مس؟"
دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور وہ بھی ہنس دی ـــــــ مارتا کی نسبت وہ کم گو معلو
بہرصورت اندازہ تو یہی ہوتا تھا کہ یہ دونوں لڑکیاں ہمیں مل گئیں اور بہرصورت جس مقصد
یہاں آئے تھے وہ پورا ہو گیا۔ لیکن ابھی تکلفات کسی قدر درمیان میں تھے اور پھر بیگڑ
تھا کہ وہ کمبخت انتظار کر رہا ہو گا ـــــــ خاصا فضول آدمی تھا۔ عورتوں سے کوئی دلچسپی
شاید ـــــــ

"مس مارتا! اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

"پروگرام ـــــــ کیا ہمارے درمیان کوئی پروگرام بھی طے ہوا تھا؟"

"اوہو نہیں ـــــــ میرا مقصد ہے' ہمیں اجازت ـــــــ؟"

"کہاں جاؤ گے؟" مارتا نے پوچھا۔

"تھوڑے فاصلے پر ہمارا کیمپ ہے۔ وہ سامنے جہاں روشنیاں نظر آ رہی ہیں۔"

"اوہو ـــــــ ہاں۔ میں نے دیکھا ہے ـــــــ تو تم اسی طرف سے آئے تھے۔ لیکن تم آوارہ
تو نہیں معلوم ہوتے ـــــــ کیا تم اسی شخص کے ساتھ ہو جس نے مونوک کو تھپڑ مارا تھا؟"

"ہاں۔ ہم انہی کے ساتھی ہیں۔ اس شخص کا نام مونوک تھا؟"

"ہاں ـــــــ ترلوکا کا پیروکار۔"

"اوہو استاد! یہاں بھی ترلوکا' کہاں کہاں پھیلا ہوا ہے یہ شخص نہ جانے کون شخص ہے۔"
ارے جلدی سے بولا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"موقع ملا سردارے! تو کبھی اس شخص کو تلاش ضرور کریں گے۔ دیکھیں گے تو سہی آخر ہے کیا
" میں نے پر خیال انداز میں کہا اور سردارے بھی گردن ہلانے لگا۔ لڑکیاں چرس کے سگریٹ پر سگریٹ
ی تھیں۔ میں نے اور سردارے نے بہت کوشش کی کہ ان سے کچھ بے تکلفی ہو سکے لیکن شاید یہی
ن میں یہ پہلی لڑکیاں ہمیں ایسی ملی تھیں جو ایک حد سے آگے نہیں بڑھی تھیں۔ اور جب ہم نے انہیں
ہ ساتھ رات گزارنے کی پیشکش کی تو وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگیں۔

"نہیں جناب!" مارتا آہستہ سے بولی۔ "شاید آپ نے ہمارے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے۔"

"کیا مطلب مس مارتا؟"

"ہم ایک حد کے قائل ہیں۔"

"اوہو ـــــــ لیکن یہ تو آپ کے اصول کے خلاف ہے۔ آپ تو انسانیت اور طلب کی راہ میں
پابندی نہیں کرتیں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن کچھ حدود بہرحال کار آمد ہوتی ہیں۔ انسان زندگی سے کتنا ہی دور چلا جائے یعنی
انداز میں جسے زندگی سے دور کہا جاتا ہے۔ لیکن سینے میں ایک ایسی چیز ضرور ہوتی ہے جو بعض برائیوں کا
ن کرتی ہے اور جب ہم کسی چیز کو غلط سمجھ لیں تو میرا خیال ہے ہمیں اس سے دور رہنے میں کوئی ایسی
ل تو پیش نہیں آتی۔"

"سردارے!" میں نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔

"استاد!" سردارے منہ بنا کر بولا۔

"یہ تو واقعی کچھ زیادہ تعلیم یافتہ معلوم ہوتی ہیں۔ میرا خیال ہے چلو بھائی! یہاں رکنا بے کار ہے۔"

"گویا مایوس۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ہاں یار ـــــــ چلو واپس چلتے ہیں۔"

"ارے نہیں استاد ـــــــ اب ایسی بھی کیا مایوسی۔ لعنت بھیجو ان پر' کہیں اور ٹرائی کرتے ہیں۔"

"یار! میں بالکل ہی موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور سردارے نے
گردن ہلا دی۔ بہرحال ہم واپس اپنے کیمپ کی طرف چل پڑے۔ بیگڑے اور اس کے ساتھی جاگ رہے

تھے۔ کیمپ میں ہمیں ہماری جگہ بتا دی گئی اور ہم دونوں وہاں جا کر لیٹ گئے۔ سردارے کا منہ لٹکا ہوا کافی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے اور پھر سردارے ہی بولا۔

"استاد! کچھ عجیب سا محسوس نہیں ہوتا؟"

"اوہو ـــــــ کس بارے میں سردارے؟"

"میری مراد انہی لوگوں سے ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ سب آوارہ گردوں کے ایک مخصوص انداز سے ہٹے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔"

"ہر آدمی یکساں تو نہیں ہوتا۔"

"نہیں استاد ـــــــ میں تمہاری اس بات کو مانتا ہوں۔ لیکن یہ لوگ، بہرحال ہوں گے۔ لعنت بھیجو ـــــــ سو جائیں۔"

"نیند آ رہی ہے؟"

"آ تو نہیں رہی، لانی پڑے گی ـــــــ کمبخت لڑکیوں نے بور کر دیا۔ اگر ساتھ آ جاتیں تو تھا۔ اور میں جو انہیں دوسروں سے الگ کہہ رہا ہوں، خاص طور پر انہی لڑکیوں کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ سالیاں اتنی پڑھ لکھ گئیں کہ آدمی ہی نہیں رہیں۔"

"عورت نہیں رہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے نے کروٹ بدل لی۔

اور پھر پورے کیمپ میں خاموشی چھا گئی۔ رات کا وقت تھا۔ ہپیوں کے کیمپ میں اگر کوئی ہوتا تو اس کی آواز یہاں تک ضرور پہنچتی۔ لیکن وہاں بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سردارے کی بات توجہ معلوم ہوتی تھی۔ وہ لوگ ہپیوں کے اس عام انداز سے ہٹے ہوئے تھے جو مخصوص ہوتا تھا۔ ممکن اس چھوٹے سے گروہ میں زیادہ تر تعلیم یافتہ لوگ ہوں اور آوارہ گرد ہونے کے باوجود وہ لوگ تھوڑے مختلف ہوں۔ بہرحال رات کی سنسان خاموشی میں، میں خیالات میں ڈوبا لیٹا رہا۔ سونے کی کافی کوشش لیکن نہ جانے نیند کیوں نہیں آ رہی تھی۔ بعد میں، میں نے یہی سوچا کہ یہ میری کوئی مخصوص حس تھی جس نے مجھے سونے نہیں دیا تھا۔

جنریٹر بند کر دیا گیا تھا اور ہمارے کیمپ میں مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن پھر اچانک کیمپ اس طرح روشن ہو گیا جیسے سورج ایک دم نکل آیا ہو۔

لیکن سورج کی روشنی لکیروں کی شکل میں نہیں آتی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی کہ یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ سرچ لائٹیں تھیں جنہوں نے چاروں طرف سے ہمیں گھیرے میں لے لیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے پورے کیمپ میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جاگ رہا تھا۔ کیونکہ کسی طرف سے کوئی تحریک نظر نہیں آتی تھی۔ پھر ایک آواز ابھری۔

"ہے! سب لوگ اٹھ جاؤ۔ ہاتھ اٹھائے اپنے اپنے خیموں سے باہر نکل آؤ۔ کسی نے کوئی حرکت کی تو کتے کی موت مار دیا جائے گا۔" آواز میگا فون پر آ رہی تھی۔ میں نے کیمپ کے سونے والوں کو ہڑبڑا کر جاگتے دیکھا۔ خود کو روشنیوں میں گھرا دیکھ کر سب ہی بوکھلا گئے تھے۔ اور پھر بیگڑے کی دہاڑ سنائی دی۔

"ارے سور کے بچو! کیا تم سب جاگ گئے؟" یہ بات شاید اس نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے کہی تھی۔

"ہتھیار اٹھا لو ـــــــ پوزیشن لے لو۔" بیگڑے غرایا۔

"تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔ ہتھیار نہ اٹھاؤ۔ ورنہ تم ہماری رینج پر ہو۔ ہم تم سب کو بھون ڈالیں گے۔" میگا فون پر آواز پھر سنائی دی۔ اور میں تیزی سے سردارے کو دھکیلتا ہوا بیگڑے کی طرف بڑھ گیا۔ سرچ لائٹوں نے جس طرح ہمیں حصار میں لیا ہوا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہمارے لئے مناسب بندوبست کیا گیا تھا۔ ان لوگوں کو ہم پر فوقیت حاصل تھی۔ اب تو صورت حال بگڑ ہی گئی تھی۔ خواہ مخواہ بیگڑے کے آدمیوں کو مروانے سے کیا فائدہ۔ میں بیگڑے کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو وہ اچھل پڑا۔ پھر بولا۔

"تم بالکل فکر مت کرو دوست۔ میں ان سب سے نمٹ لوں گا۔"

"نہیں بیگڑے! وہ مضبوط پوزیشن میں ہیں۔"

"اوہ، دیکھ لوں گا، میرا نام بیگڑے ہے۔" وہ غرایا۔

"ہوش سے کام لو بیگڑے! تم ان کے بارے میں نہیں جانتے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ جبکہ ہم پوری طرح روشنی میں ہیں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ـــــــ ہم مارنا اور مرنا جانتے ہیں۔"

"تمہیں وہی کرنا چاہئے بیگڑے! جو میں کہہ رہا ہوں۔" مجھے تھوڑا سا غصہ آ گیا اور بیگڑے چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بگڑ گئے تھے۔

"کیوں ـــــــ کیا میں تمہارا محکوم ہوں؟" وہ غرایا۔

"نہیں بیگڑے! میں صرف مصلحت کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔"

"مصلحت بزدلوں کا ہتھیار ہے۔ تم کیمپ کے پیچھے چلے جاؤ۔" بیگڑے نے کہا۔ اور میں نے سردارے کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"آؤ۔" میں غصیلے لہجے میں بولا اور سردارے میرے ساتھ چل پڑا۔ درحقیقت میں کیمپ کے پچھلے حصے کی طرف چل پڑا تھا۔ لیکن یہ حصہ بھی روشنیوں سے محفوظ نہیں تھا۔ البتہ سرچ لائٹوں کے درمیان کالی لکیریں ضرور تھیں۔

"سردارے!" میں نے اسے پکارا۔

"استاد!" سردارے مستعدی سے بولا۔

"اس وقت بیگڑے کے چکر میں نہیں پڑنا۔ صورت حال ایک دم خراب ہو گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے استاد ـــــــ لیکن پروگرام؟"

"بس کسی طرح یہاں سے نکل چلنا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمارے پاس تو پستول بھی نہیں ہیں، ورنہ انہی سے کام چلایا جا سکتا۔ لیکن استاد! وہ لوگ تو اس طرف بھی ہیں۔"

"چلتے رہو ـــــــ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

سیاہ لکیروں کے درمیان ہم سانپ جیسی تیزی سے رینگ رہے تھے۔ ابھی تک فائرنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔ گویا بیگڑے اور اس کے ساتھی پوزیشن لے رہے تھے۔ دوسری طرف سے شاید وہ لوگ بھی

مستعد ہوں گے۔ وارننگ برابر دی جارہی تھی اور میگافون پر بار بار یہ آواز ابھر رہی تھی۔

"تم لوگوں کو آخری وارننگ دی جارہی ہے' اپنے ہاتھ بلند کئے ہوئے سامنے آجاؤ اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کردو' ورنہ ہم فائر کھول دیں گے۔"

لیکن پھر دوسرے لمحے بیگزے اور اس کے ساتھیوں نے اپنی پوزیشن مستحکم کرلی۔ اور بیگزے کی طرف سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ فائرنگ کی آواز نے سناٹے کو چیر دیا اور دریائے گوئڈ کے کنارے ویران سناٹے مجروح ہوگئے۔ بیگزے اور اس کے ساتھی بھی پوری طرح مسلح تھے اور کافی تیز معلوم ہوتے تھے چنانچہ بالکل یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دو فوجیں آمنے سامنے آگئی ہوں۔ لیکن ہم ان فائروں کو سننے کے لئے نہیں رکے۔ ہماری یہی کوشش تھی کہ جتنی دور نکل آئیں بہتر ہے اور سیاہ لکیروں کا سہارا لیتے ہوئے ہم کیمپ سے بہت دور نکل آئے۔ لیکن شاید یہاں غلطی ہوئی تھی۔

پہاڑیوں کی جانب آنے کی بجائے اگر ہم دریا کی سمت کا رخ کرتے تو دریا میں اتر کر ہمیں دوسری طرف جانے میں آسانی ہوتی۔ اور یہ یقینی امر تھا کہ دریا کی سمت ان لوگوں نے مورچہ بندی نہیں کی ہوگی۔ بہر صورت اس غلطی کا احساس ہمیں اس وقت ہوا جب سیاہ لکیروں کے سہارے رینگتے ہوئے ہم ایک چٹان تک جا پہنچے۔ خاصی بلند چٹان تھی۔ میں نے سردارے کو ٹھوکا دیا جو میرے پیچھے پیچھے ہی چلا آرہا تھا اور سردارے رک گیا۔

"کیا بات ہے استاد؟"

"میرا خیال ہے سردارے! چٹان کے پیچھے سے کوئی راستہ مل جائے گا۔"

"ممکن ہے استاد ـــــــ آؤ دیکھیں فکر کس بات کی ہے۔"

"فکر کون کرتا ہے ـــــــ آؤ۔" میں نے کہا اور ہم دونوں کھڑے ہوگئے۔ تب ہی ہمارے دونوں سمت سے رائفلوں کی لمبی سیاہ نالیں ہماری گردنوں سے آلگیں۔

"خبردار! آواز نہ نکلے' ورنہ ـــــــ ورنہ ـــــــ" یہ آواز سنائی دی اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"استاد!" سردارے کی آواز ابھری۔

"ٹھیک ہے سردارے! کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔" میں نے اردو میں جواب دیا۔ اور سردارے ایک طویل سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ جن لوگوں نے ہمیں رائفل سے کور کیا تھا وہ ہمارے سامنے پہنچ گئے اور پھر ہمارے جسموں پر ہاتھ مارے گئے۔ گویا ہماری تلاشی لی جارہی تھی۔ لیکن اگر پستول ہوتے تو انہیں ہم استعمال کیوں نہ کرتے۔ ہم نے خاموشی سے تلاشی لینے دی اور اس کے بعد ہمارے رسیوں سے کس دیا گیا۔

شاید ہمیں گرفتار کرنے والوں کے علم میں نہ تھا کہ ہم کون ہیں۔ ویسے میرا اندازہ تھا کہ آنے والے ہوریشو کے ساتھیوں کے علاوہ کوئی اور نہ تھے۔

بہرحال برے پھنس گئے تھے۔ اس وقت کچھ کیا بھی نہ جاسکتا تھا۔ ہم نے کوئی جدوجہد نہ کی اور ہمیں گرفتار کرنے والے پیچھے ہی پیچھے کافی دور لے گئے۔ اور مشکل یہ تھی کہ رات کی تاریکی میں ان لوگوں کے چہرے بھی نظر نہیں آرہے تھے۔ دوسری طرف بیگزے برابر ڈٹا ہوا تھا اور مجھے حیرت تھی کہ درمیان

میں ہونے کے باوجود وہ عمدگی سے لڑ رہا تھا۔ لیکن فائرنگ کی آوازیں زیادہ دیر تک جاری نہ رہیں اور اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی۔

جنگل کے زخمی سناٹے کو مجروح کیا گیا تھا اور ایسی خوفناک آوازیں بلند کی گئی تھیں کہ بڑی دہشت ہوتی تھی۔ لیکن اب یہ خاموشی بھی بڑی دہشت ناک تھی۔ تھوڑی دیر تک ہمارے ساتھ آنے والے بھی خاموش رہے' اس کے بعد غالباً ٹرانسمیٹر پر کوئی گفتگو کی گئی۔ ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر بند کردیا گیا۔ پھر اس کے بعد ہمارے نگرانوں نے ہمیں ٹھوکے دیئے۔

"چلو۔" ان میں سے ایک بھاری آواز میں بولا۔ کچھ پوچھنے کی تو گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہم خاموشی سے چل پڑے۔ ہاتھ پیچھے کسے ہوئے تھے۔ لیکن چلنے میں دشواری نہیں ہو رہی تھی کیونکہ ہمارے ساتھی ہمارے بازو پکڑے ہوئے تھے۔ خاصا فاصلہ طے کرلیا گیا اور ہم جہاں سے چلے تھے وہیں پہنچ گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم روشنی میں تھے۔

اور پھر وہی کیمپ تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے ہمارا قیام تھا کیمپ کے درمیان بیگزے کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ بے وقوفوں نے خواہ مخواہ جان دی۔ ورنہ اس وقت گرفتار ہونا بدرجہا بہتر تھا۔ اور پھر ظاہر ہے یہ مقابلہ تھا بیگزے نے اپنی ہٹ دھرمی سے جان دی۔ پتہ نہیں وہ زندہ تھا یا مر چکا تھا۔

باہر بہت سے لوگ چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ گویا بیگزے کے کیمپ پر ان کا قبضہ ہوگیا تھا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بے پناہ حیرت ہوئی کہ ان چلنے پھرنے والوں میں وہی بپتی موجود تھے جن کے درمیان ہم نے کچھ وقت گزارا تھا اور جنہوں نے وہ کیمپ لگایا تھا ـــــــ سردارے بھی مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"استاد!"

"کیا بات ہے سردارے؟" میں نے پوچھا۔

"کیا یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔ دیکھو وہ شخص جسے بیگزے نے تھپڑ مارا تھا؟" اس نے کہا۔

"ہاں سردارے! کوئی گہرا پروگرام بنایا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"صاف ظاہر ہے ان لوگوں نے ہمارا تعاقب کیا ہے۔"

"لیکن استاد! ان کی تعداد اتنی زیادہ تو نہیں تھی۔"

"جب تم یہ اندازہ لگا سکتے ہو کہ وہ ہوریشو کے ساتھی ہیں تو پھر اس تھوڑی سی تعداد پر کیوں بھروسہ کرتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ رات کی تاریکی میں بہت سے لوگ آسکتے ہیں اور اس کیمپ کو گھیرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا کیونکہ بیگزے نے اس کی حفاظت کا کوئی بندوست نہیں کیا تھا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے استاد ـــــــ لیکن اس کا مطلب ہے کہ خاصی گڑبڑ ہوگئی۔"

"ہاں سردارے! گڑبڑ تو ہوگئی ـــــــ مگر اب؟"

"اب کیا استاد ـــــــ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"بس یہی میں بھی کہنا چاہتا تھا ——— اور اب تم خاموش ہو جاؤ اور آرام سے بیٹھو۔" میں نے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔

وہ لوگ لاشوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ شاید مرنے والوں کی شناخت کی جا رہی تھی۔

بہرحال ہم خاموشی سے بیٹھے رہے۔ بھلا ہمیں ان معاملات میں مداخلت کی کیا ضرورت تھی۔ انہوں نے لاشیں اکٹھی کر لیں۔ یقیناً انہیں ہماری تلاش تھی۔ لیکن چونکہ ہم میک اپ میں تھے اس لئے ابھی تک اس میں ناکام تھے۔ بہرحال بھاگنا ناممکن تھا۔ ویسے ان لوگوں کی جس قدر تعداد نظر آ رہی تھی وہ تعجب خیز تھی۔ سب کے سب بیبی تھے۔ مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔

سردارے بھی خاموش تھا۔ اور ہم نہایت خاموشی سے ان لوگوں کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔

"استاد!" اچانک سردارے بول پڑا اور اس وقت اس کی آواز مجھے بیحد عجیب لگی۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ذرا اس طرف دیکھو ——— وہ نیلی پتلون والی دراز قامت لڑکی۔ وہ جس کی پتلون بائیں سمت سے پھٹی ہوئی ہے اور اس کا بدن نظر آ رہا ہے۔"

"اوہ ——— ہاں، کون ہے وہ، میں نہیں پہچان سکا۔" میں نے پر تجسس انداز میں کہا اور بغور اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔

"پہچانتا تو میں بھی نہیں استاد! مگر قیامت ہے۔ اتنے دبلے پتلے بدن پر اتنے بھاری کولہے ——— ہائے ہائے ——— ذرا دو قدم چلے تو دیکھنا۔" سردارے نے چٹخارے بھرتے ہوئے کہا۔ اور میں بے اختیار مسکرا پڑا۔ سردارے کی بات پر مجھے ذرا بھی غصہ نہیں آیا تھا۔ یہ بڑے حوصلے کی بات تھی کہ اس خوفناک سچوئیشن میں بھی ہم لوگ ایسی باتیں کر سکتے تھے۔ ہمارے سامنے ہمارے ساتھیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگائے جا رہے تھے اور ہم کسی خوبصورت لڑکی پر تبصرہ کر رہے تھے۔

"واقعی عمدہ ہے سردارے۔" میں نے کہا اور سردارے چند حیائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اسے تو توقع تھی کہ ڈانٹ پڑے گی۔ میں اسے برا بھلا کہوں گا۔ لیکن بہرحال سردارے کی یہ بے خوفی قابل داد تھی اور میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

"پھر ——— پھر سے کہو استاد!" اس نے کہا۔

"واقعی عمدہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کلام دکھاؤں استاد؟" سردارے چہک کر بولا۔

"ابھی نہیں میری جان ——— ذرا حالات کا فیصلہ ہو جانے دو۔"

"وہ ٹھیک ہے استاد! لیکن لسٹ پر رہی ——— ہاں تمہیں تو پسند نہیں ہے؟"

"تمہیں وی۔" میں نے شاہانہ انداز میں کہا۔

"اوہ، شکریہ ——— ہاتھ کھلے ہوتے تو استاد تو جھک جھک کر لکھنوی انداز میں سلام کرتا۔"

"چلو پھر سہی۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا بیگزرے کے سارے ساتھی مارے گئے، لاشیں تو بہت ہیں۔" سردارے بولا۔

"بے چارا بیگزرے ——— بہادر لیکن عاقبت نا اندیش۔" میں نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن استاد! ذہن ابھی تک چکرا رہا ہے۔ صورت حال سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"میرا خیال ہے مشکل نہیں ہے، سردارے۔ جوزف یا بیگزرے بالکل صحیح لوگ تھے لیکن شاید تمہیں یاد ہو جوزف نے کہا تھا کہ ہوریشو نے ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ، ہاں۔ مگر یہ بیبی؟"

"بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ماریتا وغیرہ بھی ہوریشو کی ساتھی تھیں۔ صورت حال یوں ہو گی کہ ہوریشو نے جوزف پر نگاہ رکھی ہو گی۔ اور پھر اسے جوزف کے مشاغل کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا ہو گا۔ پھر اس نے بیبیوں کو ہمارے پیچھے روانہ کر دیا ہو گا اور کسی مناسب جگہ کے منتظر رہے۔ دوسرے لوگ بھی ہمارے پیچھے ہوں گے اور پھر راتوں رات یہاں پہنچ گئے ہوں گے۔ تم نے دیکھا انہیں وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہے تھے۔"

"ہاں استاد ——— ہائے اسے دیکھو، کیسے چل رہی ہے۔" سردارے نے پھر ہانک لگائی۔

"ادھر بھی دیکھو۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر ایک طرف اشارہ کیا۔ ان لوگوں نے بیگزرے کے ایک ساتھی کو پکڑ رکھا تھا اور اسے بری طرح مار رہے تھے۔

"اوہو استاد ——— یہ تو ——— یہ تو ناقابل برداشت ہے۔" سردارے نے کہا اور میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ان لوگوں کی درندگی کو دیکھ رہا تھا۔

پھر دور سے ایک اور گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں اور بہت سے لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ گاڑی اسی جگہ آ کر رک گئی تھی۔ بڑی سی لینڈ روور تھی۔ اس سے کئی آدمی نیچے اترے۔ دور سے ان کی شکلیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ لیکن ہم نے بہت سے لوگوں کو ان کے سامنے مودب دیکھا۔

"کہیں ہوریشو نہ ہو۔" سردارے نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نووارد لوگ بھی اسی طرف بڑھ گئے جہاں دوسرے لوگ بیگزرے کے ساتھی کی پٹائی کر رہے تھے۔ اور پھر ہم نے لوگوں کے ہجوم کو اپنی طرف آتے دیکھا۔

"ان کا مسئلہ حل ہو گیا سردارے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں نہیں سمجھا استاد!"

"وہ اس شخص سے ضرور ہمارے بارے میں پوچھ رہے ہوں گے اور وہ مار برداشت نہیں کر سکا۔"

"اوہ، یہی بات معلوم ہوتی ہے استاد ——— لیکن ———"

"لیکن کیا؟"

"استاد! وہ ہمیں گولی مار دیں تو دوسری بات ہے۔ وہ باعزت موت ہو گی۔ لیکن اگر انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی برا سلوک کیا یعنی مارنے پیٹنے کی کوشش کی تو ———" سردارے کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"تو ہم آزاد ہوں گے سردارے! یہ سوال کیوں کرتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں استاد ——— تم ناراض تو نہیں ہو گے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلانے لگا۔ "اعتراف کر لیں گے

سردارے! اب خود کو چھپانے میں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" میں نے دوبارہ کہا ــــــ اور جم غفیر ہمارے پاس پہنچ گیا۔ ہم نے سیاہ فام ہوریشو کو صاف پہچان لیا تھا۔ وہ سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے دوسرے چند لوگ تھے اور پھر بقیہ لوگ ــــــ سب کے سب ہمارے سامنے پہنچ گئے۔

""جب ہم نے فائرنگ شروع کی تو ــــــ یہ دونوں خاموشی سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہم نے انہیں گرفتار کر لیا۔" ہمیں گرفتار کرنے والوں نے بتایا۔ لیکن ہوریشو نے ان کی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔ وہ غور سے ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے سیاہ مکروہ ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دونوں سرخ آنکھوں کی سفاک چمک صاف نظر آ رہی تھی۔

"خوب۔ تو یہ تم ہی ہو میرے دوستو!" اس نے پوچھا۔

"بہت دیر سے پہچانے ہوریشو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ذرا دیر ہو گئی۔ لیکن صحیح پہچانا ــــــ کیوں؟" ہوریشو نے قہقہہ لگایا۔

"یقیناً۔" میں نے زندہ دلی سے جواب دیا۔

"جا کہاں رہے تھے؟" ہوریشو نے بڑے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"ناروے کا ارادہ ہے۔" میں نے کہا۔

"ہے ــــــ یعنی اب بھی ہے؟" ہوریشو دلچسپی سے بولا۔

"ہاں ــــــ ارادہ تو ہے' نہ جا سکیں' وہ دوسری بات ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور ہوریشو گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"تمہاری بدلی ہوئی صورت دیکھ کر الجھن ہو رہی ہے۔ اگر اجازت ہو تو باقی سارے کاموں سے پہلے تمہارے چہرے صاف کرا دوں ــــــ ارے ہاں! میں بھول گیا اس سے قبل ایک کام اور کرنا ہے۔ ارے او بے وقوفو! تم نے ان شریف لوگوں کی تلاشی بھی لے لی یا نہیں؟" اس نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ اور اس کے آدمی ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ "ارے جلدی کرو گدھو! یاد نہیں ایک بار کیا حشر کیا تھا انہوں نے۔ مگر تم نے ان کے ہاتھ باندھ دیئے' یہ درست کیا۔ چلو تلاشی لو۔" اور اس کے ساتھی ہمارے بدن سے چمٹ گئے تھے۔

ایک کیل بھی نہ چھوڑی تھی انہوں نے۔ ہم دونوں خاموش رہے تھے۔

"بس اب ٹھیک ہے۔ لیکن دوستو ــــــ تعجب ہے اس بار تم مسلح نہیں تھے۔"

"اسٹین گنیں موجود ہیں ہمارے پاس لیکن بدقسمتی سے انہیں استعمال کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' صرف اسٹین گنیں؟" وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ ہر جگہ وہ سچویشن تو نہیں ہو سکتی تھی۔"

"یاد مت دلاؤ اس کی ــــــ خدا کی پناہ۔" ہوریشو نے کہا۔ اور پھر اپنے آدمیوں سے بولا "چہرے صاف کراؤ ان کے۔" اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے چہروں سے میک اپ اتر گئے تھے۔

"خوب ــــــ تم نواز اصغر ہو' اور تمہارا کیا نام ہے؟" اس نے سردارے سے پوچھا۔

"خادم کو سردار علی کہتے ہیں۔" سردارے نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا اور ہوریشو ہنس پڑا

اس سے اس شخص کے بارے میں اندازہ ہوتا تھا جو فاتح' جو دشمن اتنا ٹھنڈا مزاج رکھتا ہو وہ خطرناک ترین ہوتا ہے۔

"آؤ ڈیر چلیں۔ راستے میں باتیں ہوں گی۔" اس نے کہا اور ہم چل پڑے۔ ہوریشو نے ہمارے ہاتھ خود چیک کئے تھے۔ بہرحال ان کے کھلنے کی کوئی گنجائش نہ پا کر وہ مطمئن ہو گیا اور ہمارے ساتھ لینڈ روور کی طرف چل پڑا۔

"بہت خوفزدہ ہو ہوریشو؟" میں نے لینڈ روور میں چڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تم سے؟" اس نے رک کر پوچھا۔

"ظاہر ہے۔" میں نے حقارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی یہ حقیقت ہے۔ تم یقین کرو مکلینو کے لئے کام کرتے ہوئے مجھے طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ مکلینو کی زندگی تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ میں نے اس کے لئے بڑے بڑے معرکے سر کئے ہیں۔ لیکن تمہارے سلسلے میں جس قدر تگ و دو کرنی پڑی ہے' وہ بھی ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ مکلینو کو کسی خطرناک گروہ کو ختم کرنے میں بھی وہ مشکلات پیش نہیں آئیں جو تمہارے سلسلے میں ــــــ" ہوریشو نے جواب دیا۔ اور یہ بات بھی بہرحال خطرناک تھی ہوریشو کا ٹائپ میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ بلاشبہ ایک خطرناک ترین شخص تھا جو قابو پانے کے بعد بھی سنجیدہ رہتا تھا اور جوش میں نہ آتا تھا۔

بہرحال ہم لینڈ روور میں بیٹھ گئے اور پھر ہوریشو نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دیں۔ "یہاں کے معاملات طے کرنے کے بعد تم لوٹ واپس پہنچو۔ لاشوں کو ڈھونے کی ضرورت نہیں' یہیں ٹھکانے لگا دو ــــــ نشانات صاف کر دینا۔" اور پھر اس نے ڈرائیور کو چلنے کی ہدایت کی ــــــ اور ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ لینڈ روور کے پچھلے حصے میں دو مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد کی سیٹ پر ہم دونوں تھے۔ خود ہوریشو اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ بہرحال بڑا دوستانہ رویہ تھا اس کا۔

کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر میں نے ہی خاموشی کا یہ طلسم توڑا ــــــ "ہم کہاں چل رہے ہیں ہوریشو؟"

"گوئبزگد قریب ترین جگہ وہی ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"شکریہ ــــــ بیگر کا کیا ہوا؟"

"مارا گیا بے چارہ ــــــ بلکہ مروا دیا تم نے اسے ــــــ عمدہ انسان تھا' قول کا دھنی' ویسے طاقتور آدمی تھا۔ لیکن بے وقوف نے اپنی طاقت مکلینو کے مقابلے میں لا ڈالی تھی۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ مجھے بھی اس کی موت کا افسوس ہوا تھا۔ کئی منٹ تک تو کچھ بول بھی نہ سکا ــــــ "کیوں خاموش ہو گئے ہو؟" تھوڑی دیر کے بعد ہوریشو نے پوچھا۔

"مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔"

"مجھے بھی ہے۔ لیکن تم نے اسے ــــــ"

"میرا قصور نہیں ہے ہوریشو! میں نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا مطلب ــــــ میں نہیں سمجھا؟" ہوریشو بولا۔

"صورت حال دیکھ کر میں نے اسے مشورہ دیا تھا کہ جنگ کرنے کی بجائے ہتھیار ڈال دینا بہتر ہے۔ لیکن..... بہر حال وہ مرنا ہی چاہتا تھا۔"

"موت تو اس کا مقدر بن چکی تھی ——— تمہارا کیا خیال ہے کیا تمہاری مدد کرنے والے کو مکلینو معاف کر دے گا؟؟"

"اوہ' اس کا مطلب ہے گولڈ مین بھی....." میں نے کہا۔

"گولڈ مین ———" ہوریشو کے ہونٹوں پر پھر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ بولا۔ "نہیں ——— خوش ہو جاؤ۔ تمہارا دوست گولڈ مین زندہ ہے۔ تمہیں اس سے ملاقات کرائی جائے گی۔" اس نے کہا اور نہ جانے کیوں مجھے خوشی ہوئی۔

"اسے زندہ کس طرح چھوڑ دیا گیا؟؟"

"وقتی طور پر وہ زندہ ہے۔ دراصل اس نے ایک ایسی بات کہہ دی تھی جسے مکلینو برداشت نہیں کر سکا اور اس نے اسے زندگی بخش دی۔"

"اوہ' کیا کہہ دیا تھا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بے وقوف نے کہا تھا ہم تمہارے اوپر قابو نہ پا سکیں گے۔ بس مکلینو کو چڑھ گئی۔ اس نے اسے زندہ چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے تمہارا حشر دیکھ لے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"ہمارا حشر دیکھنے کے بعد اسے مار دیا جائے گا؟؟"

"ہاں۔ مکلینو کا اصول ہے کہ فالتو گھاس صاف کر دیتا ہے۔"

"خود اس کی کیا کیفیت ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مکلینو کی؟؟"

"ہاں۔"

"وہ ان معاملات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ بس اسے یہ تردد تھا کہ ابھی تک ہم کامیاب کیوں نہیں ہوئے۔ تمہاری کاوش کو اس نے بھی سراہا تھا اور تمہاری تعریف کی تھی۔" ہوریشو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"واقعی بڑا فراخ دل انسان ہے ——— اپنی چہیتی بیٹی کے حشر پر بھی وہ ہماری تعریف کر سکتا ہے۔" میں نے کہا اور پہلی بار میں نے ہوریشو کے چہرے پر غصے کے تاثرات دیکھے۔ لیکن صرف چند لمحات کے لئے۔ اس کے بعد وہ پھر مسکرانے لگا تھا۔

"بیٹی کے معاملے کو بھی اس نے حساب میں درج کر لیا ہے۔ میرا خیال ہے اس کا حساب کتاب کمزور نہیں ہے۔" اس نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ لینڈ رور کا سفر جاری تھا اور پھر وہ شاید گو نبزگ میں داخل ہو گئی۔ حالانکہ رات کا وقت تھا لیکن کسی حد تک شہری ہنگاموں کا انداز ہو رہا تھا۔

پھر لینڈ روور کسی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر رک گئی۔ سب سے پہلے عقب میں بیٹھے دونوں مسلح آدمی اتر گئے۔ پھر ہمیں سہارا دے کر اتارا گیا۔ بہت سے دوسرے لوگ بھی دوڑ کر قریب آ گئے تھے۔ سب کے سب مسلح تھے اور کینہ توز نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔

"آؤ نواز ———!" ہوریشو نے اس انداز سے کہا جیسے وہ ہمارا برسوں کا شناسا ہوا اور بڑی بے

تکلفی رہی ہو ہمارے درمیان ——— بہر حال ہم بھی خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑے تھے۔ اور پھر عمارت کے ایک وسیع اور شاندار کمرے میں پہنچ کر ہمارا یہ سفر ختم ہو گیا۔

"تمہارے بندھے ہوئے ہاتھ' مجھے عجیب سے لگ رہے ہیں۔ لیکن تم سے خطرہ بھی ہے ——— کیا خیال ہے؟" ہوریشو نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تم سے ہاتھ کھولنے کی درخواست کروں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"درخواست نہ کرو ——— وعدہ کر لو۔ کہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرو گے جو خود تمہارے لئے ہی نقصان دہ ہو۔"

"چلو وعدہ کرتا ہوں کہ کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا جو میرے لئے نقصان دہ ہو ———" میں نے کہا اور سردارے ہنس پڑا۔ بڑا دلچسپ وعدہ تھا یہ ——— ہوریشو اپنے ہی الفاظ کے جال میں پھنس گیا تھا۔ لیکن میں اس شخص کی قوت برداشت اور ٹھنڈے مزاج کا دل سے اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ صرف ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر تاثرات کی لکیر پڑتی تھی اور پھر وہ سپاٹ ہو جاتا تھا۔

"دیکھو دوستو ——— دلیری اچھی چیز ہوتی ہے۔ لیکن دلیر لوگ خود کشی نہیں کرتے۔ مرنے کا ارادہ کرو تو کم از کم ایسی موت مرنا کہ تمہارے بارے میں ہمارے خیالات خراب نہ ہو جائیں ——— یہاں سے نکلنے کی کوئی کوشش موت ہو گی۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ تمہارے ہاتھ کھلوائے دے رہا ہوں تاکہ تم یہاں خود کو تکلیف میں محسوس نہ کر سکو۔"

"شکریہ ہوریشو ———!" میں نے جواب دیا اور ہوریشو نے ایک ہاتھ اٹھا دیا ——— بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اس وسیع کمرے میں کوئی نہ ہو۔ لیکن نہ جانے کس طرح ہوریشو کا مافی الضمیر جان لیا گیا اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"ان کے ہاتھ کھول دو۔"

"یس سر۔" انہوں نے مستعدی سے کہا اور ہمارے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دی گئیں۔ سردارے رسیوں کے نشانات ملنے لگا تھا۔ لیکن میں نے ان پر توجہ نہیں دی۔ ہوریشو غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔

"اچھا تو اجازت دوستو!"

"خدا حافظ ——— دوبارہ کب ملو گے؟" سردارے بے ساختہ بول پڑا۔

"بہت جلد۔" ہوریشو نے سفاک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اپنے دونوں آدمیوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دروازہ یقینی طور پر باہر سے بند کر دیا گیا ہو گا۔

سردارے چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا۔ کمرے میں ضروریات زندگی کا سارا سامان موجود تھا۔ باتھ روم بھی ملحق تھا۔ مسہریاں وغیرہ بھی تھیں۔ غرض کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔

"اچھی جگہ ہے باس ——— کیا خیال ہے؟" سردارے گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہوں۔ فی الحال تو ٹھیک ہے۔ آئندہ دیکھنا ہے کیسی ثابت ہوتی ہے۔"

"آئندہ کے بارے میں کوئی اندازہ باس؟" سردارے نے پوچھا۔

"تم ان لوگوں کا رویہ دیکھ رہے ہو ——— کتنی تگ و دو اور کتنے نقصانات اٹھانے کے بعد انہوں

نے ہمیں پکڑا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے انہیں جو چوٹ دی ہے وہ جیسی ہے اس بارے میں بھی تم جانتے ہو۔"

"ہاں باس!"

"ٹھنڈے لوگ۔۔۔۔۔ بیحد خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ شخص یقیناً کوئی خطرناک ارادہ رکھتا ہے۔"

"ضرور رکھتا ہوگا۔ ویسے اپنی پوزیشن کیا ہے استاد؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"کچھ شروع کرنا ہے یا ابھی آرام ہوگا؟"

"حالات کا جائزہ لے لیا جائے۔ ممکن ہے ہمیں خاموشی سے گولی مار دی جائے۔ اگر کوئی دوسری بات سامنے آئے تو پھر اندازہ لگایا جائے۔"

"ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے باس۔۔۔۔۔ تب پھر آرام۔" سردارے مسکرا کر بولا۔

"ہاں۔ فی الحال تو آرام۔۔۔۔۔" میں نے ایک کرسی میں دراز ہوتے ہوئے کہا۔ سردارے بھی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"استاد۔۔۔۔۔ وہ قتالہ وہیں رہ گئی۔"

"وہ۔۔۔۔۔ ہاں۔ کیا کیا جاسکتا ہے۔"

"کاش کچھ کیا جاسکتا۔ کیا میں ہوریشو سے اس کے بارے میں معلوم کروں؟"

"حماقت کی باتیں کم ہی ہوں تو ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تم کچھ پریشان معلوم ہو رہے ہو باس!"

"کیوں۔۔۔۔۔ یہ اندازہ کیسے لگایا تم نے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

ہائے ذکر جاناں سے عدم دلچسپی اور کس بات کی علامت ہے۔"

"یہ گھونسہ کس بات کی علامت ہو سکتا ہے؟" میں نے مکہ بناتے ہوئے کہا۔

"تمہارے غصے کی اور میرے خاموش ہو جانے کی۔" سردارے نے کہا اور میں مسکراہٹ نہ روک سکا۔ بہرحال اس کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ حیرت کی بات تھی کہ بیحد خطرناک حالات میں گھرے ہونے کے باوجود نیند آگئی۔ اور ہم دونوں ہی گہری نیند سو گئے۔ دوسرے دن اس وقت جاگے جب ہماری گھڑیاں گیارہ بجا رہی تھیں۔

سردارے اپنے بستر پر اینٹھ رہا تھا۔ "صبح بخیر جہاں پناہ!" میں نے کہا۔

"نہایت بدتمیز میزبان ہیں ہمارے۔۔۔۔۔ ہمیں جگا کر ناشتہ بھی نہیں کرایا۔ پیٹ کا برا حال ہے۔" سردارے بولا۔

"ہاں واقعی۔۔۔۔۔ آپ انہیں سزا دیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہم ان سے اپنی قلمرو کی رکنیت چھین لیں گے۔" سردارے بولا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور مسہری سے اتر کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ جدید ترین باتھ روم تھا۔

میں نے اطمینان سے غسل کیا اور پھر باتھ روم سے باہر نکل آیا۔ سردارے میرے واپس آنے کا منتظر تھا۔ جونہی میں باتھ روم سے نکلا وہ بھاگ کر اندر گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھے

دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ سردارے کے چہرے پر بدستور تمسخر کے آثار تھے۔ ویسے مجھے حیرت کہ وہ اس ماحول سے ذرا بھی متاثر نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"استاد! ان خوش اخلاقوں کو کیا ہو گیا؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"ناشتہ نہیں آیا ابھی تک۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ ہمیں بھول ہی گئے کہیں بھوکے مارنے کا ارادہ تو ں ہے۔ درحقیقت سزاؤں میں سب سے اذیت ناک سزا ہوتی ہے استاد۔"

میں خاموش رہا۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں جواب ہی کیا دے سکتا تھا۔ بلاشبہ رات کو ہوریشو کا رویہ ے ساتھ بہت اچھا تھا۔ لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ اس کا یہ رویہ برقرار ہی رہے۔ ظاہر ہے ہم دشمن تھے ر ایسے دشمن جنہوں نے بذات خود ہوریشو کو شکست دی تھی۔ بلاشبہ وہ فراخدل انسان رات کو ہماری وائیوں کا اعتراف کر رہا تھا لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ اس کا دل بھی صاف ہو۔ بہرحال اب تو آ ہی پھنسے ، جو ہو تا دیکھا جاتا۔ مجھے اس وقت بھی ہیگزے کی موت کا افسوس تھا۔ سردارے بھی خاموش نظر آ رہا اور یہ خاموشی اس وقت ٹوٹی جب ہم نے دروازے پر چاپ کی آواز سنی۔

ہماری نگاہیں دروازے کی جانب اٹھ گئیں۔ سفید لباس پہنے ہوئے ایک ملازم ٹائپ کا آدمی اندر ل ہوا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر اس انداز میں سلام کیا جیسے واقعی ہم یہاں معزز مہمان ہوں۔

"ناشتے کے بارے میں کیا حکم ہے جناب!" اس نے پوچھا۔

"لے آؤ۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا اور وہ گردن جھکا کر واپس چلا گیا۔ سردارے کی آنکھیں ت سے پھیل گئی تھیں۔ وہ مضحکہ خیز انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایسا لگتا ہے استاد۔۔۔۔۔ جیسے اپنی سسرال میں ہوں۔"

"ہاں۔ خاطر تواضع تو ایسی ہی ہو رہی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خاطر تواضع کا دوسرا دور کیسے ہوتا ہے۔" انے ہنستے ہوئے کہا اور سردارے نے مضبوطی سے آنکھیں بھینچ لیں۔

"افوہ استاد۔۔۔۔۔ کھانے سے پہلے یہ احساس مت دلاؤ۔"

ناشتہ آگیا۔ وہی شخص ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر لایا تھا۔ ناشتے میں کافی چیزیں موجود تھیں، یعنی ایسا نہ جسے بہرحال اچھا کہا جاسکتا تھا۔ سردارے بدستور مسخرے پن پر آمادہ تھا۔ بڑی دلچسپی سے ناشتہ کرتا رہا پھر ناشتے سے فارغ ہو کر ایک طویل ڈکار لے کر بولا۔

"مریں تو کھا پی کر مریں استاد۔۔۔۔۔ کیوں کیا خیال ہے؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ جب بھوک لگے تو یہی خیال ذہن میں ہوتا ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ اور اس کے بعد۔" سردارے نے پوچھا۔

"اوہ اس کے بعد یقیناً تمہیں ہری ہری سوجھے گی۔"

"نیلی نیلی کہو استاد۔۔۔۔۔ اس کی پتلون نیلی تھی۔۔۔۔۔ ہائے اور ران کے پاس سے پھٹی ہوئی لہ" سردارے نے جواب دیا اور میں نے اس پر گھونسہ تان لیا۔۔۔۔۔ سردارے ایک دم پیچھے ہٹ گیا

"معافی چاہتا ہوں استاد۔۔۔۔۔ پتلون ہری ہو یا نیلی، مجھے اس سے کیا۔" اس نے منہ بسورتے

ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

سردارے واقعی کافی نڈر نظر آرہا تھا لیکن بہرحال ہم اس خیال کو ذہن سے جھٹک تو نہیں سکتے تھے کہ ہم کن لوگوں کے درمیان ہیں اور ہم سے کیا سلوک ہونے والا تھا۔ لیکن بعد کے حالات بڑے عجیب ثابت ہوئے۔ ابتدا میں تو میں ان کے بارے میں کوئی اندازہ لگا ہی نہ سکا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں محسوس ہو گیا کہ وہ لوگ کس انداز میں سوچ رہے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ گھڑیوں کے حساب سے ہمیں یہاں آئے ہوئے آج پانچواں دن تھا اور ان پانچ دنوں میں کسی سلیقے کے آدمی نے ہم سے ملاقات نہیں کی تھی۔ ہوریشو وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ بس ہم اپنے کمرے میں مقید رہتے۔ وقت پر عمدہ ناشتہ ملتا، کھانا ملتا، چائے ملتی، بس اس کے علاوہ کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔

لیکن بند کمرے میں محدود رہنا اب سخت گراں گزر رہا تھا۔ سردارے کی تو بری حالت تھی۔ وہ مجھے اس بارے میں کہہ چکا تھا کہ کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ اس کے لئے کوئی بھی مول لینا پڑے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا استاد ——— آخر ان گدھوں نے ہمیں کس لئے بند کر رکھا ہے؟"

"گدھے کے بچے نہیں سردارے! ذہین لوگ کہو۔"

"واہ ——— اس میں کیا ذہانت کی بات ہے؟ سالے کھلا پلا رہے ہیں، موٹا کر رہے ہیں۔ استاد! کہیں یہ ہمارا وزن بڑھانے کی فکر میں تو نہیں ہیں۔ اوہو، ساری شخصیت خراب ہو جائے گی۔ عمدہ سے عمدہ کھانا ملتا ہے، ایک سے ایک مرغن اور ٹہلنے تک کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ کیا اس طرح وزن نہیں بڑھے گا۔" سردارے نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑا ——— مضحکہ خیزبات تھی لیکن بیحد دلچسپ ———

"وزن تو بڑھے گا سردارے۔"

"بڑے ذہین ہیں یہ لوگ، واقعی سزا کا بڑا سائینٹفک طریقہ نکالا ہے اگر ہم ایک مہینہ بھی رہ گئے استاد تو یقیناً بیس بیس پونڈ وزن بڑھ جائے گا اور اس کے بعد ہم کسی قابل نہیں رہیں گے۔"

"تو گویا وہ ہمیں کسی بھی قابل نہیں چھوڑنا چاہتے۔ کیوں استاد؟"

"ممکن ہے سردارے!" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم ان کی سازش کامیاب نہیں ہونے دیں گے استاد۔" سردارے مٹھی بھینچ کر بولا۔

"وہ کس طرح؟"

"بس آج سے کھانا پینا بند۔"

"بند کر سکو گے ———؟" میں نے سردارے کو گھورتے ہوئے کہا۔ اور سردارے نے انداز میں آنکھیں بھینچ لیں۔

"بڑا مشکل کام ہے استاد ——— اب دیکھو نا یہاں کھانا بھی نہ کھایا جائے تو یہاں کونا ہے ——— ہائے نیلی پتلون ——— ارے ان کمبختوں کو چاہئے تھا کہ جب وہ اتنا اچھا سلوک کر رہے ایک آدھ لڑکی بھی بھیج دیتے۔"

"تم فرمائش کر دینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واقعی استاد! کر کے تو دیکھی جائے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ہاں، قربانی کے لئے بکرے کو زیادہ سے زیادہ کھلانے کی کوشش کی جاتی ہے، تاکہ وہ تندرست رہے۔" میں نے کہا۔

"اس بات سے کیا مقصد استاد؟"

"بھئی تمہیں موٹا کرنا تو ٹھیک ہے سمجھ میں آتا ہے لیکن اب وہ تمہارے لئے لڑکیاں بھی فراہم کریں، میرے خیال میں تو ممکن نہیں ہے۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے استاد؟" سردارے طویل سانس لے کر بولا۔

"بس بس دماغ مت چاٹو ——— کوشش کر لینا میں کب منع کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور سردارے خیالات میں ڈوب گیا۔ غالباً وہ یہ سوچ رہا تھا کہ لڑکی کے بارے میں کس طرح گفتگو کی جائے۔

ہم لوگوں نے اب تک جس امن پسندی کا ثبوت دیا تھا، اسے مدنگاہ رکھتے ہوئے ان لوگوں نے بھی اس طور سے حفاظتی اقدامات ترک کر دیئے تھے لیکن میں سمجھتا تھا کہ یہ صرف ہمارا خیال ہے ——— ظاہر ہے ہوریشو ہماری طرف سے اس قدر بے تعلق نہ ہو گیا ہو گا۔ اسے علم ہے کہ ہم لوگ کیا ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ اس کا اظہار نہیں کیا جا رہا تھا۔ گویا ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا جا رہا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہم کسی غلط فہمی کا شکار ہو جائیں ——— ہوریشو یقیناً ہماری طرف سے چوکنا ہو گا ——— چھٹے دن کی صبح جس وقت وہی مخصوص شخص ہمارے لئے ناشتہ لے کر آیا تو سردارے کوئی حرکت کرنے کے لئے تیار تھا ——— عام حالات میں ہم خاموش بیٹھے رہا کرتے تھے اور ناشتہ لانے والا ناشتہ چھوڑ کر چلا جایا کرتا تھا۔ لیکن آج جونہی وہ ناشتے کی ٹرالی رکھ کر واپس پلٹا تو سردارے نے لپک کر اس کی کمر پکڑ لی۔ اور وہ اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے پستول نکال لیا تھا اور اب اس کا رخ ہم دونوں کی طرف تھا۔

"کیا بات ہے؟" وہ غرایا۔

"اسے رکھ لو بھائی! اس کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو دوستانہ فضا میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"یہ کیا بدتمیزی تھی؟" وہ پھر غرایا۔

"ارے بدتمیزی نہیں تھی۔ بس تم سے بات کرنے کو جی چاہ رہا تھا، میری جان ——— آؤ بیٹھو، کچھ گپیں شپیں ہو جائیں۔" سردارے دوستانہ لہجے میں بولا اور وہ خاموش کھڑا سردارے کو گھورتا رہا۔ پستول کی نال اب بھی ہماری جانب اٹھی ہوئی تھی ——— "اماں! اب ناراض ہی رہو گے، میں کہہ رہا ہوں ——— باتیں کریں گے۔" سردارے منہ پھلا کر بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یار کیا تمہارے سینے میں دل نہیں ہے۔" سردارے نے کہا۔

"کہنا کیا چاہتے ہو، میں زیادہ گفتگو کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے اس کا حکم ہے۔"

"لڑکی سمجھتے ہو؟" سردارے نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"لڑکی ــــــ یعنی لڑکی' اس طرح....." سردارے کمر لچکاتا ہوا بولا۔ "کیا سمجھے؟"
سردارے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے اسے گھورتا رہا ــــــ "ابے تم نے کبھی
پتلون نہیں دیکھی؟" سردارے جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اوہو' شاید اس کا دماغ چل گیا ہے۔" اس نے میری طرف اشارہ کرکے کہا۔

"پتہ نہیں' اسی سے پوچھ لو۔" میں بیزاری سے بولا۔

"دماغ تمہارا چل گیا ہے۔" سردارے غرایا۔ "ابے اتنے بڑے ہوگئے ہو اور لڑکی کے بارے
تمہیں پتہ ہی نہیں' نیلی پتلون کبھی نہیں دیکھی تم نے؟"

"دیکھی ہے۔" وہ ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"کیسی تھی؟" سردارے نے دانت نکالے۔ اب اس شخص کے چہرے پر عجیب سے تاثرات
آنے لگے تھے۔ اس نے آہستہ سے سر کھجایا اور پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر وہ آہستہ قدموں سے
نکل گیا۔

"دھت تیرے کی۔ الو کے پٹھے کو نہ لڑکی کے بارے میں معلوم ہے نہ نیلی پتلون کے
میں ــــــ کیا بتاؤں استاد! اب تو ساری دنیا نیلی نظر آنے لگی ہے۔ برا مت ماننا کبھی کبھی تو تمہارے
بھی نیلی پتلون نظر آنے لگتی ہے۔"

"باتوں کا ذخیرہ ختم ہوگیا ہے تو خاموش ہو جاؤ ــــــ گھٹیا گفتگو سے طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔"
میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ' تو پھر تم ہی بتاؤ استاد! کیا کروں؟" اس نے رانیں پیٹتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"اب تو ناشتے میں بھی نیلی پتلون ہی کھاؤں گا۔" وہ ضدی لہجے میں بولا۔

"تمہاری مرضی۔" میں نے کہا اور خود ناشتے کی ٹرالی کے نزدیک جا بیٹھا۔ میں نے ناشتہ شروع کیا
تھا کہ سردارے بھی کرسی گھسیٹ کر آبیٹھا۔

"اب تمہیں اکیلے کوئی کام کرتے بھی تو نہیں دیکھ سکتا۔ بڑا ترس آتا ہے تمہیں اکیلے کھاتے
دیکھ کر استاد!" اس نے ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے گردن ہلا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔
بہرحال سردارے کی ذہنی کیفیت میں بخوبی سمجھ رہا تھا۔ خود میری حالت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ ان لوگوں نے
ہمیں مفلوج کرکے ڈال دیا تھا۔ اور یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے تھے جیسے وہ ہمارے بارے میں
فکرمند نہ ہوں اور ہمیں کوئی اہمیت نہ دیتے ہوں۔

لیکن درحقیقت ایسا نہ ہوگا۔ اپنی دانست میں وہ ہمیں نروس کر رہے ہوں گے۔ لیکن میں
تھا کہ ٹھیک ہے' ان لوگوں کو کوشش کر لینے دی جائے۔ اپنی طرف سے کچھ کرنا بیکار ہے۔ جس طرح
سرد مہری سے بور ہو رہے ہیں ــــــ وہ بھی ہمارے ردعمل کے لئے بے چین ہوں گے۔ ان
لینے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا جائے۔

ویسے سردارے کی بات بھی درست تھی۔ اس طرح کھا کھا کر وزن بڑھنے کے علاوہ اور کچھ
اس کے لئے کوئی بندوبست ضرور کرنا ہوگا۔ چنانچہ ناشتے کے بعد میں نے سردارے سے کہا۔

"سردارے! کبھی ورزش کی ہے؟"

"کیوں ــــــ خیریت استاد؟"

"کی ہے کبھی ورزش؟"

"طالب علمی کے زمانے میں باڈی بنانے کا شوق تھا۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ڈنڈ بیٹھک لگاتے تھے؟"

"ہاں ــــــ اور پھر تین سیر دودھ پی جاتا تھا۔"

"خیر دودھ تو اب ملنا مشکل ہے۔"

"کیا مطلب استاد؟"

"آج سے ورزش شروع۔" میں نے کہا اور سردارے چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔

"خیریت استاد ــــــ کیا تم بھی گئے؟"

"میں کہتا ہوں بولنے سے پہلے بات پر غور ضرور کر لیا کرو ــــــ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

"اب غور کروں گا استاد ــــــ معافی چاہتا ہوں۔" سردارے نے کہا۔ لیکن اس کا مسخرہ پن
برقرار تھا۔ وہ اب بھی میری بات پر سنجیدگی سے غور نہیں کر رہا تھا۔

"تم نے خود ہی کہا تھا کہ اس طرح کھا کھا کر وزن بڑھ جائے گا۔ اور یہ حقیقت ہے اگر ہم اس
کمرے میں ایک ماہ بھی کھاتے اور اینڈتے رہے تو مفلوج ہو کر رہ جائیں گے۔"

"اوہ' تو ورزش اس لئے؟" سردارے نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔"

"لیکن خاصا کٹھن کام ہوتا ہے استاد! اب اس عمر میں ــــــ مگر تمہارا کہنا بھی ٹھیک ہے۔ اس
مسئلے سے نمٹنے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا استاد؟"

"مثلاً؟"

"جمود توڑنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کیا جاسکتا ہے۔"

"وہی پوچھ رہا ہوں۔"

"کمرے کا فرنیچر برباد کر دیا جائے۔ ناشتہ لانے والے کا سر مونڈ دیا جائے' اس کے کپڑے اتار کر
اسے باہر نکال دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔" سردارے نے جواب دیا۔

"گویا انہی لائنوں پر چل پڑنا چاہتے ہو جو انہوں نے ہمارے لئے بنائی ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے
کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا تم ان لوگوں کو گدھا سمجھتے ہو۔"

"نہیں۔ ان میں کسی کی شکل گدھے سے مشابہہ نہیں ہے۔" سردارے نے وثوق سے کہا۔

"تو پھر ــــــ تمہارے خیال میں وہ ہمیں یہاں رکھ کر ہماری خاطر مدارات کیوں کر رہے ہیں؟"

"میں خود حیران ہوں۔"

"وہ ہمیں ذہنی اذیت دے رہے ہیں۔ کیا ہم اس رویے سے پریشان نہیں ہوگئے ہیں۔ کیا ہمیں

ایک انوکھے پن کا احساس نہیں ہے۔ ہم کیسے قیدی ہیں جنہیں ہر سہولت مہیا ہے۔ لیکن ہم نے ایک عرصہ سے آسمان نہیں دیکھا' تازہ ہوا نہیں کھائی۔ کیا ایک طویل عرصہ اس قید میں گزارنے کے بعد ہم پاگل نہ ہو جائیں گے۔ کیا ہم ذہنی الجھن میں گرفتار ہو کر اپنی ہی بوٹیاں نہیں نوچنے لگیں گے۔ وہ ہمیں بے بسی کا شکار بنانا چاہتے ہیں۔ وہ ہمیں ذہنی طور پر پسماندہ قرار دینا چاہتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ بہت جلد ہم پاگل ہو جائیں گے۔"

"انشاء اللہ ــــــ ایسا ہی ہو گا استاد۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ایسا نہیں ہو گا سردارے۔" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"ایں ــــــ؟" سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔

"ہاں۔ ایسا نہیں ہو گا۔" میں نے پر عزم انداز میں کہا۔

"یقیناً۔ بالکل نہیں ہو گا۔ لیکن پھر کیا ہو گا؟" آخر میں اس کی آواز بھیک مانگنے لگی۔

"جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہ قطعی نہیں ہو گا۔ ہم صبر و سکون سے یہاں رہیں گے' کھائیں گے اور ورزش کریں گے تاکہ چاق و چوبند رہیں۔ ہمارے کسی بھی انداز سے بوریت کا اظہار نہیں ہونا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے استاد ــــــ گویا اس محاذ پر بھی انہیں شکست دی جائے گی۔" سردارے نے کہا۔

"تم نہیں چاہتے؟" میں نے کہا۔

"ارے واہ' میرا استاد چاہے اور میں نہ چاہوں' یہ کیسے ممکن ہے؟" سردارے نے کہا۔ اس کے چہرے کی رونق لوٹ آئی تھی۔ اور پھر ہم نے بھی کمال ہی کر دیا۔ خوب عیش کرتے تھے۔ صبح و شام ورزش کرتے تھے اور خوب کھاتے تھے۔ ایک بار بھی ہم نے کوئی شکایت نہیں کی۔ ہم سے پوچھا جاتا تھا کہ ہمیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ تب ہم کہہ دیتے تھے کہ مسٹر ہوریشو کا شکریہ ادا کر دیا جائے۔

اور بالآخر اس سرد جنگ میں بھی ہم نے ہوریشو کو شکست فاش دی۔ اس نے بور ہو کر خود ہی دوسری کارروائیاں شروع کر دیں۔ لیکن یہ کارروائیاں بیحد خوفناک تھیں۔ اور ان کی ابتدا اس صبح ہوئی جب ہم نے ناشتے کے ساتھ کافی پی تھی۔ اور کافی پینے کے تھوڑی دیر کے بعد ہی ذہن قابو میں نہ رہا۔ ہم دونوں اتنا غفیل ہو گئے تھے۔ اور جب آنکھ کھلی تو چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر ہاتھ پھیلا دیئے۔ ہاتھ نہ جانے کس چیز سے ٹکرائے تھے اور اس کے ساتھ تعفن کا ایسا ناقابل برداشت بھبکا سینے میں اتر گیا تھا کہ متلی آنے لگی۔ میں بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ بیٹھا۔ میرے بائیں سمت سردارے پڑا ہوا تھا اور ــــــ یہ کوئی اجنبی جگہ تھی۔ جس چیز سے ہاتھ ٹکرایا تھا یہ کچرا تھا گلے سڑے پھلوں کے انبار کوڑے کرکٹ کے ڈھیر ــــــ میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ میں نے سردارے کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اور سردارے بھی ہڑبڑائے انداز میں اٹھ بیٹھا۔

"ارے ــــــ ارے۔" اس کے منہ سے نکلا اور وہ ابکائیاں لینے لگا۔

"سنبھلنے کی کوشش کرو سردارے۔" میں نے اسے ٹھوکا دیا۔

"استاد ــــــ آہ ــــــ اف' کیسی گندی جگہ ہے۔ ارے' ہمارے لباس۔" اس نے اپنے بدن کو ٹٹول کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور ایک بار پھر میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ ہمارے بدن لباس سے عاری تھے۔ ہم دونوں بالکل برہنہ تھے۔ سردارے بدن چھپا کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ میرے دانت بوکھلاہٹ سے ایک دوسرے پر بھینچ گئے تھے۔

"استاد!" سردارے نے پھر مجھے آواز دی۔

"ہوں۔"

"اب کیا کریں ــــــ ہمارے لباس؟" سردارے کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

"ہاں' وہ ہمارے جسموں پر نہیں ہیں۔ لیکن رات کا وقت ہے سردارے۔"

"یہ جگہ کون سی ہے استاد۔"

"اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ بہرحال اب ذہن سوچنے سمجھنے کے قابل ہو گیا تھا اور یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ مکلینو کی انتقامی کارروائی شروع ہو چکی ہے۔

☆ ☆ ☆

مشکل صورت حال تھی۔ بدن پر لباس ہوتے تو ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم کہاں ہیں لیکن ایسی صورت میں تو اس کچرا گھر سے ہٹنا ہی مشکل معلوم ہو رہا تھا۔ جاتے تو کہاں جاتے۔ رات ضرور تھی لیکن اب یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ کوئی ملتا ہی نہیں اور اس وقت کہیں سے لباس حاصل کرنا بھی ناممکن ہی تھا۔

ویسے ہوریشو جیسے ٹھنڈے انسان سے ایسی ہی کسی حرکت کی توقع کی جاسکتی تھی۔ دل ہی دل میں' میں نے اس خطرناک شخص کی خوفناک صلاحیتوں کا اعتراف کیا تھا۔ وہ جس کامیابی سے ہمارے پیچھے لگا تھا' بہرحال وہ قابل تعریف تھا اور پھر اس نے جس انداز میں کام کیا تھا' اس سے اس کی ذہانت کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نے ہمارے تعاقب میں جو لوگ بھیجے تھے' وہ آوارہ گردوں کے روپ میں تھے اور انہوں نے کامیابی سے ہمارا تعاقب کیا اور بالآخر کامیاب ہو گئے اور اس کے بعد ــــــ

لیکن اب کیا پوزیشن ہے۔ یہ ان کے انتقام کی انتہا تو نہیں ہو سکتی [illegible] کے بعد وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ــــــ

کچرا گھر کے نزدیک بیٹھے ہم دونوں یہی سوچ رہے تھے۔ ویسے اخلاقاً" ہم دونوں ایک دوسرے کی جانب نہیں دیکھ رہے تھے لیکن ذہن الجھنوں کا شکار ضرور تھا۔ کیا کیا جائے؟ خاموشی کو کافی دیر ہو گئی تھی۔

دفعتاً" سردارے ہنس پڑا اور میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر جلدی سے آنکھیں پھیر لیں۔

"کیا گدھا پن ہے؟" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"مست قلندر!" سردارے چیخا۔

"سردارے! کیا بدتمیزی ہے؟"

"سٹے کا نمبر پوچھو' ریس کے گھوڑے پوچھو' محبت میں ناکامی ہو تو آجاؤ۔ شادی میں ناکامی ہو بھی آجاؤ۔ بس آجاؤ۔ آسمان پر آگ لگی ہوئی ہے سورج سے روح افزا ٹپک رہا ہے۔ دمادم مست قلندر" سردارے کافی اونچی آواز میں بکواس کر رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں خدشات دوڑ گئے۔ انتہائی اذیت ناک تعفن تھا اور پھر ایسی پریشان کن کیفیت میں تھے جس کا کوئی حل ہمارے پاس نہیں تھا حالانکہ سردارے اتنے کمزور ذہن کا مالک تو نہیں تھا کہ سخت ترین حالات میں بھی ذہنی توازن کھو بیٹھے لیکن بدبو ـــــ یہ ذلیل بدبو اس کا دماغ الٹ سکتی ہے۔ چنانچہ میں تھوڑا سا پریشان ہو گیا۔

"سردارے۔" میں نے اس بار کسی قدر الجھے ہوئے لہجے میں پکارا۔

"بس ہم ساری اخلاقیات ایک دوسرے کے لیے وقف کر دیں گے۔"

"تم صحیح الدماغ تو ہو یار؟" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے استاد۔ سردارے دی گریٹ اتنی معمولی باتوں پر ذہنی توازن کھو سکتے ہیں۔"

"لگ تو یہی رہا تھا۔"

"سمجھے نہیں دراصل۔" سردارے نے جواب دیا۔

"سمجھاؤ۔"

"اس الجھن کا ایک حل تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"ارے استاد۔ کیا تمہیں اپنے ہاں کے ننگ دھڑنگ مجذوب یاد نہیں ہیں' وہ جو ہر مرض کا ہوتے ہیں اور لوگ انہیں گھیرے رہتے ہیں؟"

"اوہ۔ یاد ہیں۔" میں ہنس پڑا۔

"اہل سویڈن بھی ان کا ایک نمونہ دیکھ لیں تو کیا حرج ہے۔" سردارے نے جواب دیا اور میں ان کی بدمعاشی پر دیر تک ہنستا رہا۔ سردارے خاموش بیٹھا رہا تھا۔ پھر اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "نہیں استاد! ایک عمدہ آئیڈیا ہے۔ ذرا غور کرو۔"

"مقصد کیا ہے؟"

"صرف یہ کہ یہاں سے اٹھو' ذرا سیر کریں گے۔ طویل عرصے کے بعد دنیا کے تکلفات سے آزادی ملی ہے' اس سے لطف اندوز ہوں۔ سڑکوں پر گھومیں۔ کھلی ہوا میں' کھلی فضا میں سانس لیں۔ ذاتی طور پر کچھ ضابطہ اخلاق بنا لیتے ہیں۔ ہم لوگوں کو حلفیہ اقرار کرنا ہو گا کہ ایک دوسرے کو کسی حالت میں نہیں دیکھیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔"

سردارے کی تجویز پر مجھے ہنسی آ رہی تھی لیکن اس کے علاوہ اور ترکیب بھی کیا تھی۔ کیا کرتے اس حالت میں بہرحال ہوریشو نے جو کچھ کیا تھا اس کے بارے میں تو بعد میں سوچنا تھا فی الحال تو اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا تھا۔

"پھر چلیں سردارے؟"

"مست قلندر۔" سردارے نے نعرہ لگایا اور پھر بولا۔ "نعرے لگاتے چلیں گے استاد' تاکہ ایک دوسرے کی سمت کا اندازہ ہوتا رہے۔"

"ٹھیک ہے اٹھو۔" اور میں اٹھ گیا۔ سردارے بھی کھڑا ہو گیا۔ بس خود سے شرم محسوس ہو رہی تھی ورنہ کوئی بات نہیں تھی۔ ہم دونوں آگے بڑھتے رہے۔ ہمارا اندازہ غلط نہیں تھا۔ یہ متعفن جگہ ایک گلی میں تھی۔ دونوں سمت اونچے اونچے مکانات تھے جن کی وجہ سے اندھیرا زیادہ تھا ورنہ باہر اتنی تاریکی نہیں تھی۔ لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے لیکن ہم دونوں بھی موڈ میں آ گئے تھے۔ اب ہمیں کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ ہم اطمینان سے لوگوں کے درمیان نکل آئے اور درحقیقت تماشا بن گئے۔ لوگ ہمارے گرد جمع ہونے لگے۔ وہ قہقہے لگا رہے تھے اور ہمارے بارے میں طرح طرح کے ریمارک کس رہے تھے۔ کچھ کا خیال تھا کہ ہم زیادہ پی گئے ہیں اور کپڑے کہیں چھوڑ آئے ہیں۔ کچھ کا خیال تھا کہ ہم بگڑے ہوئے نوجوان ہیں اور عریانی کا ایک نیا انداز پیش کر رہے ہیں۔ پرانے خیالات کے لوگوں کی آواز میں غصہ تھا اور ان کے خیال میں یہ بربادی کی جانب ایک اور قدم تھا۔

بہرحال ایک بات کا ہم نے اندازہ لگایا تھا کہ ان لوگوں کے نزدیک یہ عریانی اتنی اہم نہیں تھی جتنا ہم نے سوچا تھا اور یہ بات بعد میں ہی ہمارے ذہن میں آئی تھی اور اس نے ہمیں کافی اطمینان بخشا تھا۔ تاہم پھر بھی کافی مجمع ہمارے گرد جمع ہو گیا تھا اور لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔

"پولیس کو اطلاع کر دو۔ پولیس کے حوالے کر دو۔" کسی نے کہا۔

"ارے نہیں نہیں۔ ذرا ان کے بارے میں اندازہ تو لگاؤ' کیا کیفیت ہے ان کی۔" اور پھر لوگ کچھ اور جارحیت پر آمادہ ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی سردارے نے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ اس نے زور زور سے چیخنا بھی شروع کر دیا تھا۔ میں نے بھی یہی حرکت شروع کر دی۔ یہی نہیں بلکہ میں نے سڑک کے کنارے سے ایک بڑا پتھر اٹھا کر مجمع کی طرف اچھال دیا۔ پتھر نے کسی کو زخمی نہیں کیا تھا' لیکن مجمع سرپٹ دوڑ گیا۔ چند ہی لوگ باقی رہ گئے تھے لیکن وہ بھی دور کھڑے ہو گئے تھے۔

ہم لوگ اچھلتے' شور مچاتے بھاگنے لگے اور پھر ہم نے گلیوں کا انتخاب کیا۔ ہم اس علاقے سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتے تھے۔ پھر ایک سنسان سی گلی میں ہم رک گئے۔

"مست قلندر۔" سردارے نے نعرہ لگایا۔

"چپ ہو جا یار۔" میں نے برا سا منہ بنایا۔

"کیسے ہو جاؤں باس۔" دن کی روشنی کا تصور کرو۔" ہائے کیا ہم اس شہر کے لیے دلچسپ تماشا نہیں بن جائیں گے؟"

"دن کی روشنی کی نوبت نہیں آئے گی سردارے۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ سوجھ گئی کچھ؟" سردارے آہستہ سے بولا۔

"سوجھنے کی بات نہیں ہے۔ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔ دشمنی چل رہی ہے۔ ہر کام ہو سکتا ہے۔ اور ہمیں مقابلہ کرنا ہے۔"

"لیکن اب کیا کرنا چاہیے استاد؟"

"کسی بھی مکان کا دروازہ تلاش کرو۔" میں نے کہا اور سردارے چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ اسی وقت گلی کے سرے سے روشنیاں چمکیں اور ہم سمٹ گئے۔ کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی تھی۔

"اوہ۔ کام بن گیا۔ سردارے جلدی کرو۔"

"کیا کروں استاد؟" سردارے بولا۔

"سڑک پر لیٹ جاؤ۔" میں نے کہا اور سردارے نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر گردن ہلا دی۔

"اچھا استاد۔ خدا حافظ! ویسے سردارے کو ہمیشہ یاد رکھنا۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں استاد۔ تقدیر کی بات ہے ممکن ہے ڈرائیور کی رات کی نگاہ کمزور ہو۔" سردارے نے جواب دیا اور سڑک کے درمیان جا لیٹا۔ مجھے اس کے مسخرے پن پر ہنسی آ گئی تھی۔ بہرحال زیادہ وقت نہیں تھا۔ میں نے ایسی جگہ کا انتخاب کیا' جہاں سے گاڑی رکنے کے بعد ہی کوئی کاروائی کر سکتا تھا۔ اب مز تقدیر کا معاملہ تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ کیسی گاڑی ہے اور اس میں کتنے افراد سوار ہیں۔ ایک مخصوص وقت کے تقدیر نے تو کبھی مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔ یعنی اگر میں نے کسی خاص بات کی خواہش کی تھی تو وہ پوری ہو تھی۔ اب دشمن بھی بہرحال تقدیر رکھتا تھا اس لیے یہ ضروری تو نہیں تھا کہ کوئی داؤ میرے اوپر کامیاب نہ ہو۔

"یہ کھلی گاڑی تھی جو شاید گوشت وغیرہ لانے لے جانے کے لیے استعمال ہوتی تھی اور اسٹیرنگ پر ایک بوڑھے آدمی کے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں نے خوشی سے گردن ہلائی۔ روشنیوں نے سردارے کو نمایاں کر دیا تھا اور میں نے گاڑی کی رفتار سست ہوتی محسوس کی۔

پھر وہ سردارے کے پاس رک گئی اور میں نے گہری سانس لی۔ بہرحال بوڑھے کی بینائی کمزور نہیں تھی۔

"لاش۔" بوڑھے کے منہ سے آواز نکلی اور وہ گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ انجن اسٹارٹ ہی چھوڑ دیا گیا۔ "ہائیں۔ کپڑے بھی اتار لیے۔" بوڑھا پھر بولا۔ "ارے باپ رے' ننگی لاش۔"

وہ سردارے پر جھک گیا اور پھر دوسرے لمحے سردارے نے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

"نانا جان۔ پیارے نانا جان۔ ہائے آپ کہاں چلے گئے تھے۔" سردارے نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔ اس نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ صورت حال قابو میں ہے اس لیے وہ اپنے "مسخرے پن سے کہاں باز آتا تھا۔

بوڑھا بری طرح اچھل پڑا تھا لیکن زندہ دل اور دلیر معلوم ہوتا تھا کیونکہ وہ اس اچانک حرکت سے خوفزدہ نہیں ہوا تھا۔ دوسرے لمحے وہ حیران آواز میں بولا۔

"ابے زندہ ہو نواسے؟"

"آپ نے مردہ سمجھ لیا تھا نانا جان۔"

"تو گردن تو چھوڑو۔" اتنی زور سے پکڑی ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے خود کو ہی مردہ سمجھنا پڑے گا۔" اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"بھاگ تو نہیں جائیں گے' نانا جان؟"

"کیوں بھاگ جاؤں گا۔ ڈرتا ہوں تم سے؟"

"ہائے میرے بہادر نانا جان۔ کیا نانی اماں گاڑی میں موجود ہیں؟" سردارے نے پوچھا۔

"فضول بکواس مت کرو۔ انہیں مرے ہوئے دس سال گذر گئے۔" بڑے میاں افسردہ لہجے میں بولے۔

"ہائے میری مرحوم نانی۔" سردارے نے گہری غمناک سانس لی۔ بڑا ہی شیطان انسان تھا۔ کسی جگہ نہیں چوکتا تھا مجھے اس کی بکواس پر ہنسی آ رہی تھی۔

"اگر تم زندہ ہو تو ننگے کیوں پھر رہے ہو؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"پھر کہاں رہا ہوں۔ میں تو اس سنسان گلی میں سو رہا تھا۔"

"بیچ سڑک پر سو رہے تھے؟"

"ہاں نانا جان۔ یہ بڑا پر درد قصہ ہے۔" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا قصہ ہے؟" بوڑھے نے بیساختہ پوچھا۔

"بس ایک تارک الدنیا درویش کا سایہ ہو گیا ہے مجھ پر۔"

"تو پھر۔ اس سے کیا ہوا؟"

"دنیا کی بے ثباتی کا ایسا نقشہ کھینچا انہوں نے میری نگاہوں میں کہ دنیا میری نگاہوں میں ہیچ ہو گئی۔ انہوں نے کہا تھا کہ بیٹے' دنیا میں آئے تھے تو تمہارے پاس کیا تھا۔ کیا تم اطلس کے لباس میں ملبوس پیدا ہوئے تھے۔ یہ سارے تعیشات دنیا کا قرض ہوتے ہیں۔ یہ قرض کیوں خود پر رکھو۔ یہاں سے جاؤ تو ہلکے پھلکے۔ چنانچہ میں کپڑے اتار کر یہاں لیٹ گیا تاکہ کوئی گاڑی مجھے کچلتی ہوئی نکل جائے۔"

"مرنا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"بس۔ جب زندگی اپنے بس میں ہی نہیں ہے تو پھر اس سے اس اکتانے سے کیا فائدہ؟ موت ابدی ہے۔ مرنے کے بعد کوئی تحریک نہیں ہوتی۔ موت کے بعد کوئی اور موت نہیں آتی تو پھر ابدی سکون کیوں نہ حاصل کیا جائے۔"

"اصل بات یہی ہے جو میں نے بتائی ہے۔"

"ہرگز نہیں!"

"پھر تم بتا دو۔"

"اپنی گنجائش سے زیادہ پی گئے ہو گے۔ اب ہوش میں آنے کے بعد شرمندگی مٹا رہے ہو۔" بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہائے نانا جان۔ تم اتنے ذہین کب سے ہو گئے؟"

"کپڑے کہاں پھینکے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"یہی معلوم ہوتا تھا انہیں تلاش کرنے نہ نکل پڑتے۔ ہائے ہم دونوں ننگے ہیں۔" سردارے نے رونے والے انداز میں کہا۔

"دونوں؟" بوڑھا چونک پڑا۔ اس نے حیران نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ غالباً" وہ بھی سنکی ہی معلوم ہوتا تھا۔

"ہاں۔ دونوں۔"

"دوسرا کون ہے؟"

"بڑے بھائی بھی ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کہاں ہیں؟"

"یہاں کہیں سو رہے ہوں گے۔"

"وہ بھی ننگے ہیں؟"

"ہاں۔ ہر انسان ازل سے ننگا ہے اور ابد تک ننگا رہے گا۔"

"گدھے ہو تم دونوں۔ پڑے رہو یہیں۔" بوڑھے نے جواب دیا اور جھلائے ہوئے انداز میں واپس پلٹا لیکن دوسرے لمحے سردارے نے اس ٹانگ پکڑلی تھی۔ بوڑھا بری طرح گرا اور اگر اس نے پوری قوت سے دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹکا دیے ہوتے تو شکل بگڑ گئی ہوتی۔

"کیا بدتمیزی ہے؟" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"نہ جاؤ۔ اس طرح نہ جاؤ ناناجان۔ ہمیں اس بے بسی کے عالم میں چھوڑ کر نہ جاؤ۔ ہمیں بھی ساتھ لے چلو ناناجان' ورنہ ہم اسی طرح ننگے پڑے پڑے مرجائیں گے۔" سردارے نے بدستور بوڑھے کی ٹانگ پکڑی ہوئی تھی۔ اس دوران میں بوڑھے کی گاڑی کا جائزہ لے چکا تھا۔ وہ خالی تھی۔ سردارے کی بدمعاشی سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے میں نے دخل نہ دیا۔

"ابے ٹانگ تو چھوڑ۔" بوڑھا دہاڑا۔

"نہیں چھوڑوں گا۔ اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا' جب تک تم ہمیں ساتھ لے چلنے کا وعدہ نہیں کرو گے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ابے میں تجھے کہاں لے جاؤں گا۔" بوڑھے نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر زور لگاتے ہوئے کہا۔

"اپنے گھر ناناجان۔ آپ ہمیں کپڑے دیں گے' تاکہ ہم بھی دنیا کو منہ دکھا سکیں۔"

"کمینہ کہیں کا۔ خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس گیا۔" بوڑھا بڑبڑانے لگا۔

"جواب دیں نانامیاں لے چلیں گے؟"

"چلو چلو۔ منحوس کہیں کے چلو۔" بوڑھے نے تنگ آکر کہا اور سردارے نے میری طرف منہ کر کے ہانک لگائی۔

"بڑے بھائی۔ کہاں ہو۔ آجاؤ۔ ناناجان آگئے ہیں۔" اور میں بھی اطمینان سے اپنی جگہ سے نکل کر ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ بوڑھے نے میری طرف دیکھا اور گردن جھٹکنے لگا۔

"میرا بس چلے تو میں تمہیں بدترین سزا دلواؤں۔ بہت ہی برا سلوک کروں تمہارے ساتھ۔" اس نے گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا۔

"اس وقت تمہارا کچھ بس نہیں چلے گا ناناجان' اس لیے اب شرافت سے چل دو' ورنہ پھر ہم سارے رشتے بھول جائیں گے۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ۔ چلو۔" بوڑھے نے کہا اور پھر ہم اس کے ساتھ والی سیٹ پر ہی بیٹھے تھے۔ بوڑھے کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ظاہر ہے وہ اپنی خوشی سے تو ہمیں لے نہیں جا رہا تھا۔ اگر ہم پچھلے حصے میں بیٹھتے تو وہ گاڑی کسی پولیس اسٹیشن میں بھی لیجا سکتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے بھڑے ہوئے بیٹھے تھے اور یقینی طور پر دونوں ہی دل میں ایک دوسرے سے شرما رہے تھے۔ ویسے ہم نے اپنا قول نبھایا تھا اور ابھی تک ایک دوسرے کے بدن پر نگاہ نہیں ڈالی تھی۔

بہرحال بوڑھے نے ہمارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کھنڈر نما عمارت کے اندر داخل ہوگیا' جس میں پھاٹک کی جگہ تو ضرور تھی لیکن کوئی پھاٹک وغیرہ نہیں تھا۔ عمارت بھی تاریک پڑی تھی۔

بوڑھے نے گاڑی روک دی اور جھلائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اترو۔"

"اندر کون کون ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"سڑک پر ننگے پڑے تھے تو کوئی بات نہیں تھی' یہاں شرم آرہی ہے۔" اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"اس وقت کی بات اور تھی ناناجان۔ ہم نشے میں تھے۔" میں نے معصوم سا لہجہ بنا کر کہا۔

"نشے میں تھے۔ بیہودہ کہیں کے۔" بوڑھا بڑبڑاتا ہوا اندر چل پڑا۔ ہم دونوں اس کے پیچھے تھے۔

"اکیلے ہی معلوم ہوتے ہیں ناناجان۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ مرحومہ نانی کی زندگی میں اور بات تھی۔ اب تو بے چارے تنہا زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ کوئی اولاد بھی نہیں معلوم ہوتی' ورنہ گھر میں چراغ ضرور جل رہا ہوتا ہے۔ بے چارے ناناجان۔" سردارے دردناک آواز میں بولا اور مجھے ہنسی آگئی۔ ہنسی کی آواز بڑے میاں نے سن لی تھی۔ چنانچہ وہ جھلا کر پلٹ پڑے۔

"بڑے ناشکرے ہو تم لوگ مجھے پریشان بھی کیا اور اب مذاق بھی اڑا رہے ہو۔"

"ارے نہیں نہیں ناناجان۔ اس میں مذاق کی کیا بات ہے۔ ہم دونوں آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔" سردارے جلدی سے بولا۔

بڑے میاں آگے بڑھ گئے تھے۔ پھر عمارت میں روشنی ہوگئی۔ بڑے میاں نے ہمیں دو پرانی پتلونیں اور قمیضیں دی تھیں جو جس طرح بھی ہمارے بدن پر چڑھ سکیں' ہم نے چڑھا لیں اور کم از کم بدن چھپ جانے سے کسی حد تک مطمئن ہوگئے۔

"دفعاں ہو جاؤ۔ میں دن بھر کا تھکا ہوا ہوں آرام کرنا چاہتا ہوں۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہائے نانا۔ تمہارا خون تو بالکل سفید ہوگیا ہے۔ ارے ہم اس وقت کہاں جائیں گے؟ ایک رات تمہاری چھت کے نیچے گذار لیں گے تو کون سی قیامت آجائے گی۔"

"کیوں؟ گھر نہیں ہیں تمہارے؟"

"گھر ہوتے تو یوں سڑکوں پر ننگے پھر رہے ہوتے؟ سردارے منہ بسورتے ہوئے بولا۔

"تو مر رہو یہیں کہیں۔ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔"

"شکریہ ناناجان۔ بس ایک تکلیف اور دیں گے۔" میں نے کہا۔

"کہو۔ کہہ دو۔ وہ بھی کہہ دو' مرو تو سہی۔" بوڑھے نے صبر سے کہا۔

"ایک ایک پیالی چائے' یا کافی مل جائے تو۔ تو ہم تمہارے بے حد شکر گزار ہوں گے۔ سر' درد سے پھٹا جا رہا ہے۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھا ہمیں گھورنے لگا۔ کافی دیر تک یونہی گھورتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"انسان پر مصیبت ضرور آئے لیکن کم از کم وہ تمہارے جیسے انسانوں کی شکل میں نہ ہو۔"

"اوہ۔ مہمانوں کو مصیبت سمجھنا بداخلاقی ہے معزز بزرگ۔ ویسے اگر تم ہمیں کچھ نہ پلانا چاہو تو اس کے لیے ہم مجبور نہیں کریں گے۔" میں نے کہا۔

"زبردستی کے مہمان۔" اس نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔ اس کے دروازے کے باہر جاتے ہی سردارے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن سردارے روازے کی طرف جھپٹا تھا اور پھر وہ بھی باہر نکل گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

لیکن میری آنکھیں جل رہی تھیں۔ یہ جو کچھ ہوا تھا' اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہوریشو نے مارے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ اس کی خطرناک شخصیت کا مظہر ضرور تھا لیکن بہرحال دشمن کو للکار کر مارنا ہادری ہوتی ہے۔ اس طرح تو ------ اور میرے ذہن میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہوریشو سے باقاعدہ جنگ رہے گی۔ میں اس سے انتقام تو ضرور لوں گا خواہ کچھ بھی ہو جائے! مگر ------ وا کیا ہے۔ کیا ہوریشو نے اپنے انتقام کا دائرہ صرف اسی حد پر مرکوز کر دیا تھا۔ کیا ہماری اس بے بسی سے اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے؟ بات کچھ عجیب سی تھی لیکن اس کے بعد وہ کیا کرے گا؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جانے میرے ذہن میں کون کون سے احساسات جلتے رہے۔ پھر سردارے واپس آ گیا۔ میں نے بغور اس کی سورت دیکھی لیکن وہ مطمئن تھا۔

"سوری استاد۔ بغیر اجازت چلا گیا تھا۔"

"کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا اور سردارے میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اندازہ لگا لیا کہ ں اس کے جانے کی وجہ سمجھ گیا ہوں۔

"ٹھیک ہے استاد! لیکن کیا تمہارے ذہن میں بھی یہ بات آئی تھی؟"

"ہوشیار رہنا ضروری ہے سردارے۔ تم اسی لیے اس کے پیچھے گئے تھے تاکہ کہیں وہ پولیس وغیرہ کو ارے بارے میں اطلاع نہ دے دے؟"

"ہاں استاد! یہی خیال تھا میرا۔"

"پھر؟"

"وہ بڑبڑاتا ہوا کچن میں گیا ہے اور اب چائے کا پانی چڑھا رہا ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"ویسے بھی بے ضرر انسان لگتا ہے۔"

"ہاں۔" سردارے نے گہری سانس لی اور پھر مسکرانے لگا۔

"کیوں' مسکرا کیوں رہے ہو؟"

"تھوڑی دیر پہلے کی پچویشن پر۔ ویسے استاد۔ اس بار کافی گڑبڑ ہو گئی۔ یہ کالیا داؤ پر داؤ کیے جا رہا ہے ہمیں داؤ لگانے کا موقع بھی نہیں مل رہا۔"

"اس سے پہلے ہم داؤ پر داؤ کرتے رہے ہیں سردارے۔ کیا ہم نے انہیں بدترین شکست نہیں دی ۔ اب تو کھسیانی بلی کھمبا نوچ رہی ہے۔ ورنہ مکلینو کو پوری زندگی میں اتنی شدید چوٹیں نہیں پہنچی ں گی۔ اس کی بیٹی بھی شکار ہو گئی' دولت بھی اور مال بھی۔ اتنا کچھ ہونے کے بعد تو اسے بھی حق پہنچتا ہے ہمارے ساتھ جو سلوک چاہے کر لے۔"

"اور ہم برداشت کرتے رہیں؟" سردارے نتھنے پھلا کر بولا۔

"ہاں سردارے! اور دوسری بار۔ اپنی باری کا انتظار کریں۔"

"اوہ۔ استاد' کیا تم ایسا ارادہ رکھتے ہو؟"

"چھوڑ دو گے سردارے؟" میں نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں چھوڑنے کا کیا سوال ہے لیکن کیا تمہارے خیال میں ہوریشو نے ہمیں وڑ دیا؟" سردارے نے دلچسپ سوال کیا۔

"اس بارے میں تمہارا خیال جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"جو کچھ ہم نے اس کے ساتھ کیا ہے' اس کا اندازہ لگاتے ہوئے تو یہ بات ذرا عجیب سی لگتی ہے کہ وریشو صرف ہمارے کپڑوں پر اکتفا کرے۔ یعنی بھاگتے بھوت کی لنگوٹی۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔"

"گویا ہم اب بھی خطرے میں ہیں؟"

"یقیناً!"

"لیکن استاد۔ تمہارے خیال میں' کیا ہوریشو کے آدمی ہماری تاک میں ہوں گے؟"

"ہونے تو چاہئیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ یہاں تک بھی پہنچ گئے ہوں گے؟"

"اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے سردارے۔ ویسے اگر حالات کی نوعیت دوسری نہ ہوتی تو میں اسی قت پولیس کی تحویل میں جانا پسند کرتا۔"

"میں نہیں سمجھا استاد۔"

"بھوسہ کیوں بھر گیا ہے دماغ میں۔ انٹرپول کو کیوں بھول جاتے ہو۔ وہ آج بھی اسی شد و مد سے ہماری تلاش میں مصروف ہو گی اور اس کے پاس ہمارے بارے میں مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ ہماری ساری شکلوں کی تصویریں ہیں اس کے پاس۔"

"اوہ۔ ہاں۔ اس کے عذاب میں گرفتار ہونا خطرناک ہے۔"

"کسی قیمت پر نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر استاد۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"وہی میں سوچ رہا ہوں سردارے۔ بہرحال ہم اپنی سی کوشش تو ضرور کریں گے۔ میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کوئی پروگرام ہے ذہن میں؟"

"ہاں۔ ایک خیال آیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا استاو؟" سردارے نے اشتیاق سے پوچھا اور میرے قریب جھک آیا۔

"بوڑھے کی بدنصیبی پر آخری مہر لگانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس کی گاڑی کھٹارا سہی لیکن ہمارے کام آجائے گی۔"

"یعنی۔ یعنی؟" سردارے کے چہرے پر جوش کے آثار پھیلتے جارہے تھے۔

"یہاں ہمارے پاس میک اپ کا سامان نہیں ہے اس لیے مجبوری ہے۔ یونہی کام چلائیں گے چونکہ رات کا وقت ہے اس لیے کامیابی کی امید بھی ہے۔ سنو۔ بوڑھا چائے لے آئے۔ چائے پینے کے بعد اسے بے ہوش کردیں گے۔ اس کا لباس لیں گے اور میں اس کا چوڑا ہیٹ بھی استعمال کروں گا اور پھر تم گاڑی میں چھپ جانا۔ میں اسے اسٹارٹ کرکے چل پڑوں گا۔ ہم راتوں رات زیادہ سے زیادہ دور نکل جانے کی کوشش کریں گے۔"

"ایک بار پھر استاو زندہ باد۔" سردارے نے خوش ہوتے ہوئے کہا لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں خاموشی سے سوچتا رہا تھا۔ استاو کی جو بے عزتی ہوئی تھی اس کے بعد استاو زندہ باد نہیں رہے تھے۔

پھر بوڑھا آگیا۔ اس کا منہ بدستور پھولا ہوا تھا۔ چہرے پر ناگواری کے تاثرات منجمد تھے لیکن ٹرے میں رکھی پیالیوں سے کافی کی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔

اس نے ٹرے میرے سامنے کی اور میں نے شکریہ ادا کرکے ایک پیالی اٹھالی۔ پھر اس نے ٹرے سردارے کے سامنے کردیا اور پھر تیسری پیالی خود اٹھا کر ٹرے ایک طرف رکھ دی اور خود ایک کونے میں جا بیٹھ گیا۔

"ہم تمہاری اس مہمان نوازی کو کبھی نہ بھولیں گے۔" میں نے خوشذائقہ کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"میں ایسے مہمانوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔"

"اس عمدہ کافی اور ضرورت کے کپڑوں کی فراہمی کے بعد تمہاری ہربات برداشت کی جاسکتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ایک بات بتائے دیتا ہوں کان کھول کر سن لو۔ صبح کو ناشتہ کسی قیمت پر نہیں ملے گا خواہ تم میری جان ہی کیوں نہ لے لو اور دوسری رات یہاں آنے کی کوشش مت کرنا' ورنہ پولیس کو اطلاع دے دوں گا۔ لاکھ بے حقیقت انسان سہی لیکن قانون سب کے لیے یکساں ہوتا ہے۔"

"ارے تم فکر مت کرو میری جان۔ ہم کل صبح تمہیں تکلیف نہیں دیں گے۔ ہم تو خود یہاں سے جلد نکل جانے کی فکر میں ہیں۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بوڑھے نے کسی نخریلی عورت کی طرح گردن جھٹکی تھی۔

کافی بہت عمدہ تھی۔ ہم دونوں نے اپنی پیالیاں خالی کردیں اور پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر سردارے کی طرف دیکھا۔ سردارے گردن جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔ تب میں نے اسے آواز دی

لیکن۔۔۔۔۔ نہ جانے کیوں میری زبان لڑکھڑا گئی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اپنا جائزہ لیا اور مجھے محسوس ہوا جیسے۔۔۔۔۔ جیسے کچھ گڑبڑ ہو گئی ہو۔ اعصاب پر زبردست دباؤ پڑ رہا تھا۔

"سر۔۔۔۔۔ دا۔۔۔۔۔ رے۔" میں نے پوری قوت مجتمع کرکے اسے آواز دی۔

"او۔۔۔۔۔ س۔ تا۔ د۔" سردارے نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے کی کوشش کی اور سید ھا زمین پر آرہا۔ خود میرے اعضاء بھی میرا ساتھ چھوڑتے جارہے تھے اور میں ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا تھا۔

اور پھر بیٹھے بیٹھے میری آنکھیں بھی بند ہو گئیں اور اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا۔

پھر۔۔۔۔۔ نہ جانے کب ہوش آیا۔ ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ اعصاب کا بوجھ ختم نہیں ہوا تھا۔ زبان خشک ہو رہی تھی اور منہ کا ذائقہ عجیب تھا۔ کافی دیر تک یہی کیفیت رہی۔ حواس واپس آچکے تھے لیکن طبیعت پر ایک عجیب سا اضمحلال تھا۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں لیکن ذہن اب پوری طرح کام کر رہا تھا۔ سوچتا رہا۔۔۔۔۔ اور پھر سب کچھ یاد آگیا۔ سب کچھ یاد آیا تو پھر آنکھیں کس طرح بند رہ سکتی تھیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ قریب ہی سردارے موجود تھا اور شاید وہ ابھی تک گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے سردارے کو دیکھا اور پھر قرب و جوار کا جائزہ لینے لگا۔ بلاشبہ خاصی ہنگامہ خیز کیفیت تھی۔

ایک لمحے کے لیے تو حواس پھر سے معطل ہو گئے تھے لیکن پھر خود کو سنبھالا اور حالات کا جائزہ لینے لگا۔ گویا ہوریشو بڑے خوفناک انداز میں کام کر رہا ہے۔ یہ تو وہی جگہ تھی جہاں ہم پہلے قید تھے۔ یعنی اب ہم بوڑھے کے مکان میں نہیں تھے۔

لیکن سب کچھ۔۔۔۔۔ میں نے دکھتے ہوئے ذہن کو سکون دینے کے لیے آنکھیں بند کرلیں اور خیالات دوڑانے لگا۔

غور سے کوئی احساس مشکل نہ رہا۔ ہوریشو کی حرکت کا اندازہ لگانے میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آئی۔ اس نے نہایت ڈرامائی انداز میں کام کیا تھا۔

یعنی پہلے ہمارے لباس اتار کر ہمیں گندگی کے ڈھیر پر ڈال دیا گیا اور اس کے آدمی ہماری نگرانی کرتے رہے اور اس کے بعد جب ہم باہر آئے تب بھی اس کے لوگ ہمارے نزدیک موجود تھے اور وہ کم بخت بوڑھا' یقیناً وہ گاڑی لے کر اس گلی میں صرف ہمارے لیے گیا ہوگا۔

اسے اندازہ ہوگا کہ ہم لوگ وہاں موجود ہیں۔ اس کے بعد وہ مستقل اداکاری کرتا رہا۔ یعنی اس کی اداکاری میں مکمل طور پر بناوٹ تھی اور وہ ہمیں بے وقوف بنا رہا تھا۔

پھر اس نے ہمیں کافی میں بے ہوشی کی دوا دے دی اور بالآخر ہمیں واپس لے آیا گیا۔

یہ ساری حرکتیں ہمیں نروس کرنے کے لیے کی گئی تھیں لیکن بہرحال جو کچھ بھی تھا' میں ہوریشو سے مکمل طور پر نپٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

میں نے چند ساعت کے بعد آنکھیں کھول دیں اور سردارے کو جگانے لگا۔ میرا خیال تھا کہ سردارے بھی حیرت کے اس دور سے جلد از جلد نکل آئے تاکہ جب ہوریشو ہماری کیفیات نوٹ کرنے کے لیے آئے تو ہمیں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گفتگو کرنی ہوگی اور اسے اس کی اس کوشش پر خوش ہونے کا موقع نہ دیں۔

چند بار جھنجھوڑنے سے سردارے جاگ گیا۔ اس نے میری شکل دیکھی' چند ساعت اسی انداز میں دیکھتا رہا' پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا استاد' کیا ہوا؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں سردارے۔ صبح ہو گئی ہے۔ اٹھو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ہو گئی؟" سردارے بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"حواس قائم کرو سردارے' حواس قائم کرو۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

اور سردارے نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے سر کو دو تین بار جھٹکا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔

پھر اس کے ذہن میں بھی وہی احساسات جاگے اور اس نے چونک کر اس کمرے کا ماحول دیکھا۔ ظاہر ہے اس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہیں ہوئی ہوگی۔ وہ زور زور سے سر پر تھپڑ مارنے لگا تھا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔۔۔۔۔ اور جب سردارے نے میری طرف دیکھا تو میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"بس ہو چکی اداکاری؟"

"ارے' یہ اداکاری ہے استاد۔ بھیجہ کھوپڑی سے تین فٹ اوپر اچھل گیا ہے۔"

"اتنا کمزور دماغ رکھتے ہو سردارے؟"

"ہرگز نہیں استاد! مگر یہ ہوا کیا؟ یہ تو بتاؤ۔"

"کچھ نہیں۔"

"لیکن ہم یہاں؟" سردارے تعجب سے بولا۔

"ہوریشو! کی شرارت ہے۔ وہ بچوں کی طرح کھیل رہا ہے۔"

"ہوریشو!" سردارے نے گہری سانس لی۔ "مگر وہ بوڑھا کہاں گیا؟"

"ہوریشو کا آدمی تھا سردارے اپنے گھر میں ہوگا۔ بہرحال اس کا کام صرف اتنا ہی ہوگا کہ ہمیں بے ہوشی کی دوا دے کر بے ہوش کر دے اور ہوریشو کے آدمی ہمیں یہاں اٹھا لائیں۔"

"اوہ۔ تو وہ ہوریشو کا آدمی تھا؟"

"ہاں! اور اس وقت یہ بات ہم نے نہیں سوچی تھی لیکن بہرصورت اتنی زیادہ پریشانی کی بات بھی نہیں ہے۔ ہم جانتے تھے کہ ہوریشو ہماری طرف سے غافل نہیں ہوگا۔ اس نے ہمیں اس طرح سے چھوڑ کر باقی کام ختم نہیں کر دیئے ہوں گے۔ ٹھیک ہے اس نے جو کچھ بھی کیا۔ مناسب ہے۔"

"تم اسے مناسب کہہ رہے ہو استاد۔" سردارے غصیلے لہجے میں بولا۔

"تو پھر؟ تم کیا کہو گے؟"

"میں۔۔۔۔۔" سردارے نے گہری سانس لی اور ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا۔

"ہاں۔ ہاں۔ جواب دو۔ تم اس بات کو کیا کہو گے؟"

"میں کچھ نہیں کہوں گا استاد' بس خاموش ہو جاؤ۔" سردارے تیکھے لہجے میں بولا۔

"ارے ارے اتنے کیوں بگڑ رہے ہو میری جان۔ دیکھو نا زندگی میں ہر قسم کے مسائل کا سامنا کرنا

ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ہر جگہ بلندی پر رہیں۔ کبھی کبھی پستیوں پر بھی جانا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ اور
ہے سردارے' ان پستیوں سے اتنا زیادہ نہیں گھبرانا چاہیے۔"

"گھبرا کون رہا ہے۔" سردارے بگڑے ہوئے انداز میں بولا۔

"بس بس' یہی موڈ چاہیے تمہارا۔ دیکھو حالات سے سمجھوتہ کرو۔ جو کچھ ہوگا اس سے نمٹنے کی
کریں گے۔ دیکھیں گے ہوریشو کہاں تک جاتا ہے۔"

"لیکن استاد' اس کمبخت نے پھر ایسی کوئی حرکت کی تو پھر کیا کرو گے؟" سردارے نے کہا۔

"تو پھر؟ کیا کریں گے؟"

"کیا ہم اتنے بے بس ہو چکے ہیں استاد؟"

"سردارے! حالات کا اندازہ کرنا سیکھو۔ ضروری نہیں کہ ہم ہر جگہ بلند و برتر رہیں۔ اس وقت ہم
دوسری کیفیت میں ہیں اس لیے ہم کو انتہائی ٹھنڈے دل سے دشمنوں کے ارادوں کو ناکام بنانا ہے' جو
کیے ہوئے ہیں۔ ہم نے ہوریشو کو کس قدر زک پہنچائی ہوئی ہے اور وہ کتنا گہرا انسان ہے کہ اس نے
ایمانداری کے ساتھ اپنی ان شکستوں کو قبول کیا جو ہم نے اسے دی ہیں۔۔۔۔۔ اور اب اس کی
ہے سردارے تو بہرصورت' جو کچھ وہ کر سکے گا' ضرور کرے گا۔ اب معاملہ ہمارے صبر کا ہے۔ کیا
ہو کہ ہم اس پر اپنی دہشت ظاہر کر دیں؟"

"نہیں استاد! میں یہ تو نہیں چاہتا۔"

"تو بس' خاموش رہو' صبر و سکون سے کام کرو۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سوری استاد۔"

بات سردارے کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ چنانچہ ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ سردارے آرام سے بستر پر
لیا تھا اور ہم کسی ایسی شخصیت کا انتظار کرنے لگے جس کے بارے میں ہمیں یقین تھا کہ خبر لینے ضرور
۔۔۔۔۔ اور ہمارا یہ اندازہ غلط نہیں نکلا۔

دو مسلح آدمی کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھی۔ یہ
ل طور پر اس بات کا خیال رکھتے تھے۔ کبھی کوئی ایسی پوزیشن نہیں آئی تھی کہ ہم لوگ کوئی کاروائی
ور ویسے بھی اس عمارت میں کارروائی کرنا حماقت ہی تھی۔
عملی اقدامات کا ابھی وقت پیش نہیں آیا تھا۔ ہاں اس کی ضرورت پڑتی تو ہم یہ بھی کر سکتے تھے۔
لیکن فی الحال میں یہ سب کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ہوریشو کتنے پانی میں ہے اور
کہاں تک جائے گا؟"

"آپ لوگ ٹھیک ہیں؟" آنے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے نظر آ رہے ہیں؟"

"مسٹر ہوریشو نے آپ کو طلب کیا ہے۔"

"اوہ۔ ہوریشو۔ میرا دوست' کہاں ہے وہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور دونوں آدمی ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے' پھر آہستہ سے مسکرا دیئے۔

"آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ارے چلو پھر۔ دیر کس بات کی ہے۔" میں نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ سردارے نے بستر چھوڑ دیا تھا اور ہم دونوں ان اشخاص کے ساتھ چل پڑے۔

وہ ہمیں عمارت کے آخری سرے پر بنے ہوئے ایک وسیع ہال کے دروازے پر لے گئے۔ دونوں دروازے پر ہی رک گئے تھے۔ گویا ہمیں اندر جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ میں نے کوئی نہیں کیا اور دروازے کا ہینڈل کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ سردارے بھی میرے پیچھے ہی تھا۔

وسیع ہال نہایت عمدگی سے آراستہ تھا۔ اعلیٰ درجے کا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ ڈیکوریشن کی بھی چیزیں تھیں۔ ایک چوڑی میز کے پیچھے ہوریشو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بدن پر نہایت قیمتی سوٹ تھا اور پر بڑی مخلصانہ مسکراہٹ۔

اس نے گردن خم کی اور چہکتے ہوئے لہجے میں بولا "ہیلو۔ راجہ نواز اصغر اور سردار علی! کیسے دونوں؟"

"تمہاری محبت ہے ہوریشو۔ مہربانی ہے تمہاری" میں نے بھی چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خوب۔ خوب! کوئی تکلیف تو نہیں ہے تمہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد تمہاری مہربانی سے یہ سکون کے لمحات ملے ہیں کی دنیا میں ہمارے لیے سکون نہیں ہے۔ ویسے بھی ایک۔ خرابی ہے اس عمارت میں۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"برے برے خواب نظر آتے ہیں۔ کیوں سردارے؟" میں نے سردارے کی طرف دیکھتے کہا اور سردارے نے گردن ہلا دی۔

"اوہو۔ اچھا کیا خواب دیکھا تھا تم نے؟"

"نہایت غلیظ۔ ہم نے خود کو کوڑے کے ڈرم کے نزدیک پڑا پایا۔ ہمارے لباس جسموں تھے اور اس کے بعد ہمیں کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑا پریشان کن خواب تھا۔"

"اوہ۔" ہوریشو نے فلک شگاف قہقہہ لگایا' دیر تک ہنستا رہا اور ہم خاموش بیٹھے اس کی رہے۔ پھر جب وہ خاموش ہوا تو میں نے پوچھا۔

"کیوں ہوریشو' اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"نواز! ذاتی طور پر میں تمہیں کافی پسند کرتا ہوں۔ بد قسمتی ہے ہماری کہ ہم دوستانہ فضا ملے۔ کاش اگر تم مکلینو سے فراڈ نہ کرتے اور جس طرح اس نے تمہیں خود میں شامل کیا رہتے۔ تم سے ملاقات کے بعد میں تمہارا بہترین دوست ہوتا۔"

"میرے دوست۔ مکلینو شہنشاہ ہے۔ جتنی دولت تم نے اس سے دشمنی مول لے کی' اگر وہ خوش ہو جاتا تو تمہیں اس سے زیادہ دولت بخش سکتا تھا۔"

"کیا تم نے مکلینو سے کبھی میرے بارے میں پسندیدگی کا اظہار کیا؟"

"ہاں! کیا سمجھتے ہو تم مجھے۔ خود مکلینو تمہارے گن گا رہا تھا لیکن تم نے اتنا کچھ کیا چاہے بھی تو تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔"

"ہاں معافی چاہتا کون ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں مجھے اعتراف ہے۔ تم اسی قسم کے آدمی ہو۔" ہوریشو نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "تم نے جو کچھ کیا ہے' یقین کرو میرے دل میں اس کی بہت قدر ہے۔"

"شکریہ ہوریشو!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"ویسے پچھلی رات کی تفریح کیسی رہی؟"

"کیا مطلب؟"

"سچ بتانا' کیا تم زچ نہیں ہوئے؟"

"کس بات سے ہوریشو؟" میں نے بدستور حیرت کا اظہار کیا۔

"اوہ! میں سمجھا۔ عمدہ بات ہے۔ گویا تم یہ اعتراف کرنے کے لیے تیار نہیں ہو کہ وہ سب عالم میں ہوا تھا؟"

"سردارے! مسٹر ہوریشو کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا ان کی بات تمہاری سمجھ میں آرہی ہے؟" میں نے سردارے کو مخاطب کر کے کہا۔

"میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آیا۔" سردارے نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"خوب! فکر مت کرو میری جان' میں سمجھا دوں گا۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے کوئی بٹن دبا دیا۔

ہال میں ایک دم اندھیرا چھا گیا اور پھر ہمارے' عین سامنے دیوار پر ایک روشنی نمودار ہوگئی۔ میں نے گہری سانس لی تھی اور پھر روشنی میں کچھ تصویریں نمایاں ہونے لگیں۔ یہ رات کا منظر تھا اور کوڑے کے ڈرم کے نزدیک ہم دونوں پڑے ہوئے تھے۔

"استاد!" سردارے آہستہ سے بولا۔

"ہوں۔"

"یا میں آنکھیں بند کرلوں؟"

"اوہ سردارے! کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا اور سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ بہرحال ہم نے اپنی کسمپرسی کی پوری فلم دیکھی اور بے ہوش ہونے کے بعد کے مناظر بھی دیکھے' جب ہمیں ایک بند گاڑی میں ڈال کر واپس اسی مکان میں لایا گیا تھا۔

پوری فلم دکھانے کے بعد ہوریشو نے پروجیکٹر بند کر دیا۔

"اب کیا خیال ہے؟" ہوریشو مسکرایا۔

"کمال ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ کون سی سائنسی ایجاد ہے' تم خوابوں کی تصویریں بھی اسی طرح اتار لیتے ہو۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ یہ ہماری ایجاد ہے اور تم اس سے محظوظ ہوتے رہو گے۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس شخص میں یہ خوبی تھی کہ کسی بھی بات سے برہم نہیں ہوتا تھا اور اس خوبی کے انسان جتنے خطرناک ہوتے ہیں' ہمیں اس کا اندازہ تھا۔

"گویا تفریح جاری رہے گی ہوریشو؟" بالآخر میں نے کہا۔

"ہاں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے نواز؟"

"کوئی خاص اعتراض نہیں ہے ہوریشو! لیکن اس سے فائدہ؟"

"مکلینو کو اس قسم کی تفریحات بہت پسند ہیں۔"

"اوہ! تو مکلینو یہاں موجود ہے؟"

"نہیں۔ وہ یہاں نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"یہ فلم اسی کے لیے تیار کی گئی ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہوریشو۔ میں حالات سے سمجھوتے کا قائل ہوں۔ جو تمہارا دل چاہے کرنے
میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"ان حالات سے نپٹنے کی ترکیب بھی ہے۔"

"اوہ ——— وہ کیا ڈیر ہوریشو؟"

"مکلینو سے رحم کی درخواست کرو۔"

"اوہ! کیا ہم نے کسی سے رحم کی درخواست کی ہے سردارے؟" میں نے سردارے کی طرف
ہوئے پوچھا۔

"رحم کیا ہوتا ہے استاد؟ اور درخواست کسے کہتے ہیں؟"

"مجھے تو نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔

"مجھے بھی نہیں معلوم باس۔" سردارے نے مایوسی سے کہا۔ ہوریشو کی آنکھوں میں
چمک تھی۔ اس نے گردن ہلا کر مضطربانہ انداز میں کہا۔

"میں جانتا تھا۔ میں جانتا تھا اور یقین کرو یہ مشورہ میرا نہیں ہے، خود مکلینو نے یہا
تھی۔ دراصل نواز، زندگی کا ایک انداز ہونا چاہیے۔ جو فیصلہ کرلیا جائے اس سے ہٹنا کیا معنی
دشمن ہوں لیکن تم جیسے لوگوں سے دشمنی میں بھی لطف آتا ہے۔ وہ لوگ مجھے ذرا بھی پسند نہیں
تکلیف پر تڑپنے لگتے ہیں۔"

"خیر ڈیر ہوریشو۔ اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"چند ضروری باتیں کرنی ہیں تم سے۔"

"حاضر ہوں۔"

"انہیں میری طرف سے نہ سمجھنا، مکلینو معلوم کرنا چاہتا ہے کہ تم نے اس دولت کا کیا

"خرچ کر ڈالی۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ اتنی بڑی دولت کسی طور اتنی جلد خرچ نہیں ہو سکتی۔"

"پھر؟"

"بس اس سے زیادہ کچھ بتانے کا موڈ نہیں ہے۔"

"اوہ ——— خوب۔ خوب! لیکن اس کے بارے میں بتانے سے تمہیں کچھ مراعات مل سکتی ہیں۔ دوسری صورت میں تمہیں قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور ——— اور انٹرپول کے حوالے بھی کیا جاسکتا ہے۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"ہاں۔ یہ دونوں چیزیں تمہارے اختیار میں ہیں۔"

"گویا تم مکلینو سے تعاون کرنے کے لیے تیار نہیں ہو؟"

"ابھی نہیں، ممکن ہے کبھی تیار ہو ہی جائیں۔"

"میں مکلینو کو تمہارا یہ جواب پہنچادوں؟"

"ظاہر ہے یہ تمہاری ڈیوٹی ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہوریشو پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"ویسے میرے خیال میں اگر میں تمہیں ایک مشورہ دوں تو اس پر غور ضرور کرنا۔" ہوریشو نے کہا۔

"کیا مشورہ۔ ڈیر ہوریشو۔"

"یہی کہ اگر تم یہاں سے زندہ واپس نہ جاسکے تو اس کرنسی کا کیا کروگے؟"

"ہاں۔ سوال تو اچھا ہے۔"

"ظاہر ہے وہ تمہارے کام نہیں آسکے گی۔" ہوریشو بولا۔

"بے شک۔ کیوں سردارے؟"

"ٹھیک ہے باس۔"

"ایسی صورت میں کیوں نہ تم کرنسی دے کر زندگی بچانے کی کوشش کرو۔" ہوریشو نے کہا۔

"ڈیر ہوریشو! تمہیں معلوم ہے کہ وہ کرنسی کتنی دقت کے بعد میں نے حاصل کی ہے۔ تمہارا مال تمہیں مل گیا تھا۔ اگر تم گڑبڑ نہ کرتے۔ میں نے تو سودا کیا تھا۔ اب اگر تمہیں نقصان پہنچا ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟

رہا کرنسی کا سوال تو انسان جو چیز حاصل کرلیتا ہے، اس کو واپس نہیں کرتا۔ میں بھی اتنی آسانی سے کرنسی تمہیں نہیں دوں گا۔ رہا زندگی کا سوال تو ٹھیک ہے اس وقت تمہارے اختیار میں ہے لیکن ممکن ہے کہ ہم ان حالات سے نکل سکیں۔"

"اوہ۔ یہ خیال ذہن سے نکال دیں مسٹر نواز۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم وقت کے منتظر ہیں۔"

"اور وہ وقت جس میں تم یہاں سے نکل سکو گے، کبھی نہیں آئے گا، بالکل مطمئن رہو۔" ہوریشو نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنا سردارے، وہ وقت کبھی نہیں آئے گا۔"

"ہاں باس ——— ہماری موت ہی ہمیں یہاں کھینچ لائی تھی۔"

"اچھا دوستو، بس یہی بات تم سے کرنا تھی، اب تم جاسکتے ہو۔" ہوریشو نے کہا اور میں فوراً اٹھ گیا۔ سردارے بھی میرے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر وہ دونوں آدمی موجود تھے جو

ہمیں یہاں تک لائے تھے۔ وہ ہمیں ہمارے کمرے تک چھوڑ گئے۔ دروازہ حسب معمول باہر سے بند کر لیا گیا تھا اور وہ واپس چلے گئے تھے۔

میں اور سردارے دو آرام کرسیوں میں دراز ہو گئے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر سردارے نے ہی گہری سانس لی' بولا۔

"استاد! اب کیا ارادے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ہر پندرہ منٹ کے بعد تم یہ جملہ دوہراتے ہو کہ اب کیا ارادے ہیں۔۔۔۔ تمہارے کیا ارادے ہیں تم مجھے یہ بتاؤ۔ میرا ارادہ تو صرف یہ ہے کہ اس کرسی پر بیٹھا ہوں' اس کے بعد بیڈ پر لیٹ جاؤں گا۔۔۔۔۔ سو جاؤں گا۔ تمہارا ارادہ کیا ہے' یہ تم مجھے بتاؤ؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ استاد' غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فی الحال ہم بے بسی کے دور میں ہیں۔"

"میرے کہنے نہ کہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"استاد کچھ ناراض ہو؟" سردارے نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں' ہرگز نہیں۔ یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟"

"بس۔ میرا خیال ہے' تم کسی قدر بے بسی کا شکار ہو۔"

"نہیں' یہ بات تو نہیں ہے البتہ میرے ہاتھوں کو کھجلی ہو رہی ہے۔ سوچ لو۔" میں نے اوپری ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا اور سردارے ایک دم سنبھل گیا۔

"نہیں استاد' میں نے اچھی طرح سوچ لیا۔"

"بہرصورت ٹھیک ہے لیکن ایک بات میں تمہیں بتا دوں کہ یہ کالا بدمعاش کوئی نہ کوئی چکر ضرور چلائے گا۔"

"ہوریشو؟"

"تو اور کیا۔ یقیناً چلائے گا سردارے۔ اس نے ہمیں اس بات سے بے خبر نہیں رکھا ہے۔"

"اوہ' استاد کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دوسرا چکر پہلے چکر سے بھی خطرناک ہو۔"

"پھر میں تم سے وہی سوال کروں گا کہ ڈر رہے ہو سردارے' دیکھو جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو گا ہی۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں سوچنے سے بے کار دماغ خراب کرنا ہے۔"

"ارے تو سردارے کو کب پرواہ ہے۔ ٹھیک ہے بس۔۔۔۔۔ ہائے مجھے تو وہ نیلی پتلون یاد آ رہی ہے۔ کم بختوں نے یہاں لڑکیوں کا وجود بھی نہیں رکھا۔ اگر یہاں سروس کے لیے لڑکیاں ہوتیں تو کیا حرج تھا؟"

"لڑکیاں' لڑکیاں' لڑکیاں۔ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔ میں کہتا ہوں خاموش رہو اور مجھے سوچنے کا موقع دو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہو گیا۔۔۔۔۔ لیکن میں بھی کیا سوچتا' سوائے ان فضول باتوں کے' یہاں سے نکلنے کا بظاہر کوئی ذریعہ ذہن میں نہیں تھا اور یہ بات طے تھی کہ ہوریشو پھر کوئی قدم ایسا اٹھائے گا جو ہمارے لیے خطرناک ہو گا لیکن اس کا یہ قدم کیا ہو گا؟

بہرصورت جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا' فکر مند ہونے سے کیا فائدہ۔ ہم کھانا پینا بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے کیونکہ اگر اس خوف سے کھانا پینا چھوڑ دیتے کہ ہمیں کھانے میں بے ہوشی کی دوا دے دی جائے گی اور اس کے بعد ہم سے کوئی ایسا ہی سلوک کیا جائے گا تو بہرصورت اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا اور یہاں سے نکل بھاگنے کا بھی بظاہر کوئی ذریعہ نظر نہیں آ رہا تھا' چنانچہ ہم نے حالات سے کافی حد تک سمجھوتہ کر لیا تھا۔ پورا دن گذر گیا' رات کو ہم کسی خاص واقعہ کے منتظر رہے لیکن دوسری صبح جب نہایت سکون کے ساتھ اسی کمرے میں آنکھ کھلی تو بڑی مسرت ہوئی۔ پھر پورا دن گذر گیا اور رات آ گئی لیکن رات بہت عجیب تھی۔

ڈنر میں ہمیں بہت ہلکا کھانا دیا گیا تھا۔ سردارے تو پیٹ پکڑ کر رہ گیا۔

"یہ کیا چکر ہے استاد؟"

"پتہ نہیں۔" میں نے بھی حیرت سے کہا۔

"اوہو' کہیں وہ کم بخت بھوکا مارنے کا ارادہ تو نہیں رکھتے؟"

"میرا خیال ہے ہوریشو اتنا گھٹیا آدمی نہیں ہے سردارے۔ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔"

"مگر استاد یہ کوئی کھانا ہے؟"

"جو کچھ ہے کھا لو' فضول باتیں مت کرو۔" میں نے جواب دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک وہ دونوں افراد اندر داخل ہوئے' پھر انہوں نے مجھ سے کہا۔

"مسٹر نواز! مسٹر ہوریشو نے آپ کو اپنے کمرے میں طلب کیا ہے۔"

"صرف مجھے؟" میں نے پوچھا۔

"جی!" ان میں سے ایک نے جواب دیا اور میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔

سردارے نے آہستہ سے گردن ہلا دی تھی۔ پھر میں ان دونوں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا اور ہوریشو کے کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا۔

ہوریشو حسب معمول ایک عمدہ تراش کے سوٹ میں ملبوس میرا منتظر تھا۔ اس وقت اس نے مسکرا کر میرا استقبال نہیں کیا تھا بلکہ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ چند ساعت وہ میری شکل دیکھتا رہا' اس کے بعد اس نے مجھے اشارہ کیا اور باہر نکل گیا۔ گویا مجھے اس کے ساتھ آنا تھا۔ مجھے لانے والے دونوں مسلح افراد میرے پیچھے پیچھے چل پڑے تھے۔

ہوریشو گاڑی کے اگلے حصے میں بیٹھ گیا اور مجھے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا۔ دونوں اسٹین گن بردار آدمی میرے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ وین اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

پچھلی سمت پردہ پڑا ہوا تھا اس لیے باہر کے مناظر مجھے نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں نے بھی کوئی جدوجہد کرنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ سردارے ان لوگوں کی قید میں تھا۔ میں جانتا تھا کہ وین اس وقت شہر کی سڑکوں پر ہے لیکن اگر میں کوئی ہنگامہ کرتا تو کیا فائدہ ہوتا اس سے۔ ظاہر ہے سردارے کی زندگی خطرے میں تھی۔ اور پھر یہاں ان لوگوں کی اچھی خاصی حیثیت معلوم تھی۔

اس لیے میری کون سنے گا۔ انٹرپول کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ہنگامہ کرنے کی کوشش کرتا اور ان لوگوں کی قید کی نسبت پولیس کی تحویل میں جانا زیادہ پسند کرتا لیکن اب صورت حال دوسری تھی۔ اس وقت تو خاموشی ہی سب سے عمدہ پالیسی تھی۔ اس کے علاوہ۔۔۔۔۔ درحقیقت ذہن میں ایک عجیب سا احساس بیدار ہونے لگا تھا۔

آج تک' یعنی اس وقت سے' جب سے کراچی کی نیٹی جیٹی کے پل پر سرائے عالمگیر کے بے بس

نواز نے دم توڑا تھا اور اسی جگہ سے ایک نئے نواز نے جنم لیا تھا' نواز تقریباً ناقابلِ تسخیر بن گیا تھا۔ قسمت اور حالات نے اس کا اتنا ساتھ دیا تھا کہ وہ ناکامی کا لفظ بھول گیا تھا۔ اس کے مقابل کو اس کے سامنے پسپا ہونا پڑتا تھا لیکن ------- کبھی کبھی زندگی کی یکسانیت سے بیزاری اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ انسان ہر صورت میں تبدیلی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ خواہ یہ تبدیلی اس کے لیے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ خیال اس بند گاڑی میں سفر کرتے ہوئے میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا ------- اوہ۔ میں نے بالکل نئے انداز میں سوچا۔

یہ لوگ میری سیماب صفت فطرت سے واقف ہیں۔ یہ مجھے قتل کر کے اتنے خوش نہیں ہوں گے جتنا بے بس کر کے۔ دیارِ غیر میں میرے کون سے اپنے بیٹھے ہیں۔ غیروں کے سامنے میری جو بھی حالت ہو کون دیکھنے اور سننے والا ہے اس لیے' انہیں شکست دینے کے لیے خود شکست کا مزہ کیوں نہ چکھا جائے۔ رہ گئی بات سرداری کی' تو اسے عضوِ معطل قرار دینا کون سی مشکل بات ہے۔ بہت خوب۔ یہ بہت عمدہ طریقہ ہے۔ بس ان لوگوں کو اپنی ہر کوشش میں کامیاب ہونا چاہیے۔ اور نہ جانے نواز نے یہ کون سا روپ دھارا۔ اس خیال نے مجھے کافی سکون بخشا تھا۔ میں نے مکمل فیصلہ کر لیا کہ اب کچھ دن ایک بے ضرر چوہے کی مانند گذارے جائیں' ان کی مرضی پر آنکھ بند کر کے چلا جائے۔

میرے نزدیک بیٹھے لوگ بار بار میری شکل دیکھ رہے تھے۔ وہ خود بھی صورت سے کافی خطرناک نظر آ رہے تھے۔ غالباً میرے لیے انہوں نے چھانٹ کر نگراں مقرر کئے تھے اور میرے نگراں یقیناً مجھ سے خوفزدہ بھی تھے۔

لیکن اب ان کی تسلی ہو گئی تھی۔ اب ان میں سے کسی کو مجھ سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اب تو بات ہی دوسری ہو گئی تھی چنانچہ میں نے یہ سفر نہایت خاموشی اور سکون سے طے کیا اور پھر گاڑی رک گئی۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ نہ ہی میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ گاڑی کا پچھلا حصہ کھل گیا۔ گاڑی کے نزدیک کچھ لوگ کھڑے تھے۔ سب کے سب مسلح۔ مجھے نیچے اترنے کا اشارہ کیا گیا اور میں اطمینان سے نیچے اتر گیا۔

"اندر چلو۔" کسی قدر تحکمانہ لہجے میں کہا گیا اور میں نے تعمیل کی۔ مجھے عمارت میں لے جایا گیا۔ عجیب سی عمارت تھی۔ نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی لیکن اس میں شور تھا۔ نہایت تیز آواز میں کوئی ریکارڈ بج رہا تھا۔

کئی راہداریوں سے گذر کر مجھے ایک کمرے میں پہنچنا پڑا اور پھر مجھے ساتھ لانے والے کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اچانک موسیقی تھم گئی۔ چند لمحات سکون رہا اور پھر دوسرا ریکارڈ شروع ہو گیا۔ نہایت بے ہودہ مذاق تھا۔ کوئی اسپینش موسیقار گا رہا تھا اور لوگوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔ سیٹیاں بج رہی تھیں۔ لوگ آوازے کس رہے تھے۔

میرے کان پھٹنے لگے۔ کمرے میں' میں تنہا تھا۔ پھر اچانک ہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ یہ ریکارڈ بھی سزا کے طور پر سنوائے جا رہے ہیں' جن میں شور و شر کے سوا کچھ نہیں ہے اور میں نے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اگر یہ سزا ہے تو میں اس سزا کو بھی بخوبی برداشت کرنے کے لیے تیار تھا۔

وقت گذرتا رہا' ریکارڈ بدلتے رہے۔ پھر دروازہ کھلا اور چار طویل القامت انسان اندر داخل

ہو گئے۔ یہ سب کے سب سیاہ فام تھے اور ان کے فولادی جسموں سے ان کی طاقت کا اندازہ ہوتا تھا۔ سب کے چہروں پر شیطانیت برس رہی تھی۔

"ہیلو!" ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ میں سرد نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ اس نے دوسرے کی طرف دیکھ کر مضحکانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ لیے' پھر بولا۔

"کیا تم ہم میں سے کسی ایک سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہیں ہم میں سے کسی سے لڑنا ہوگا۔"

"کیوں؟"

"بس۔ باس کا حکم ہے۔"

"ہوریشو کا؟"

"ہاں!"

"لیکن میں کسی سے نہیں لڑنا چاہتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب اس نے تمہارے بارے میں فضول باتیں کی تھیں۔ اس نے تو تمہاری کافی تعریفیں کی تھیں لیکن تم بے حد بزدل انسان ہو۔"

"یہی سہی۔ بس میں لڑنا نہیں چاہتا۔"

"یہ بے حد ضروری ہے۔"

"میں نہ چاہوں تب بھی؟"

"ہاں!"

"اور اگر میں مکمل طور پر انکار کر دوں تو؟"

"تو پھر ہم چاروں مل کر تمہیں ماریں گے اور اس وقت تک مارتے رہیں گے جب تک تم ہوش میں رہو۔"

"یہ بھی ہوریشو کا حکم ہے؟"

"بالکل۔"

"ہوں۔ اور اگر میں تم میں سے کسی ایک سے لڑوں تب؟"

"تب۔ دوسرے مداخلت نہیں کریں گے' خواہ تم اپنے مقابل کو مار ہی کیوں نہ ڈالو۔"

"اچھا دوستو' میں تیار ہوں۔ تم خود فیصلہ کر لو' تم میں سے کون مجھ سے لڑے گا؟" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"نہیں۔ یہ فیصلہ بھی تمہیں ہی کرنا ہوگا۔"

"ارے تم میں سے جو کوئی بھی خود کو طاقتور اور بہادر سمجھتا ہو' وہ آ جائے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور انہوں نے پھر ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ فیصلہ ہو جائے گا لیکن لڑائی کے کچھ قواعد ہوں گے۔"

"وہ بھی بتا دو۔"

"دونوں لڑاکوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوں گی۔ سیاہ اور دبیز پٹیاں جس سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں گے۔"

"اوہ۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں غرایا۔

"بس ہوریشو کا حکم ہے۔"

"بکواس ہے۔" میرے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"اوہ۔ دوست باس کے بارے میں تم برا لہجہ اختیار نہیں کرو گے۔ اس سے ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اگر تم باس کے احکامات کی تعمیل کرو گے تو ہم میں سے کوئی تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کرے گا لیکن اگر تم نے اس کا حکم نہ مان کر اس کی توہین کرنے کی کوشش کی تو پھر ہم خود کو باز نہ رکھ سکیں گے۔"

غصہ تو سخت آیا تھا ان کتوں پر ـــــــ لیکن اپنی بے بسی کا بھی احساس تھا اور پھر اس عہد کا بھی' جو میں نے خود سے کیا تھا چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔"

"گڈ۔ اٹھو۔" ان میں سے ایک بولا اور میں کھڑا ہو گیا۔ وہ چاروں میری طرف سے چوکنے تھے۔ شاید یہاں موجود ایک ایک فرد کو میری حقیقت معلوم تھی اس لیے وہ سب کے سب، میری طرف سے چوکنے رہتے تھے۔

مجھے ایک دوسرے کمرے میں لایا گیا اور پھر میری آنکھوں پر مخصوص قسم کی سیاہ پٹی چڑھا دی گئی' جس میں آنکھوں کے سامنے نرم اسفنج کے پیڈ لگے ہوئے تھے۔ ان کی وجہ سے آنکھوں کو سکون رہتا تھا اور باہر کی دنیا بھی تاریک ہو جاتی تھی۔

میں نے پٹی آنکھوں پر درست کی اور پھر اسے ماتھے پر چڑھا لیا۔

"یہ کیا حرکت؟" ایک سیاہ فام نے مجھے گھورا۔

"کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پٹی ہٹانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ضرورت تھی۔" میں نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" دوسرے نے مداخلت کی۔

"تم میں سے کون مجھ سے جنگ کرے گا؟"

"کوئی بھی۔ تم اس کے لیے پریشان کیوں ہو؟"

"اوہ فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ میں جاننا چاہتا ہوں کس کی موت میرے ہاتھوں آئی ہے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"جس کی آنی ہوگی آجائے گی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میرے مقابل کی آنکھوں پر بھی پٹی ہوگی؟"

"ہوریشو اس بات کی ضمانت ہے اور وہ کبھی جھوٹے کھیل نہیں کھیلتا۔"

"کیا میرے مقابل کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار بھی نہ ہوگا؟"

"ہرگز نہیں۔ دوران جنگ تمہارے مفادات کا نگراں ہوریشو ہے۔ تمہیں اس پر بھروسہ کرنا

چاہیے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ میں نے پٹی دونوں آنکھوں پر چڑھا لی اور انہوں نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"آؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ ذہن اندر سے بغاوت کر رہا تھا۔ اس طرح مجھے ان کے اشاروں پر ناچنا پڑ رہا تھا لیکن ـــــــ خود کو سنبھالتا رہا۔ ہاں دل ہی دل میں' میں نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ یہ کہ اپنے مقابل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

تیز موسیقی کے ریکارڈ اب بھی بج رہے تھے اور ان آوازوں نے مجھے کافی پریشان کیا ہوا تھا۔ پھر ایک آواز ابھری جیسے کوئی کچھ بول رہا ہو۔ کوئی اناؤنسمنٹ کر رہا ہو لیکن آواز سمجھ میں نہیں آئی تھی اور پھر میں اسے ریکارڈ کا کوئی حصہ ہی سمجھا تھا۔

"اور پھر مجھے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔

"تمہارا مد مقابل تیار ہو کر آ رہا ہے۔" ایک سیاہ فام کی آواز ابھری۔ میں خاموش ہی رہا تھا۔

ریکارڈ بدستور بج رہا تھا اور لوگوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ پھر ایک سیاہ فام کی آواز ابھری۔

"تمہارا مقابل سامنے آگیا ہے۔ اس کی آنکھوں پر بھی تمہارے جیسی پٹی ہے۔ بھروسہ رکھو۔ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا آگے بڑھو۔ تم دونوں کو گائیڈ کیا جائے گا۔"

"کس طرف جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اپنے بائیں سمت۔ تمہاری جنگ لکڑی کے تختوں پر ہوگی۔" سیاہ فام نے کہا اور میں نے بائیں جانب قدم بڑھا دیئے۔

"اولڈ ہارس! آگے بڑھو۔ تمہارا مقابل تمہاری سیدھ میں ہے۔" میرے مقابل کو ہدایت دی گئی اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے تاکہ مقابل کو چھو سکوں اور پھر میرا ہاتھ کسی کے بدن سے ٹکرایا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے پھرتی سے پینترہ بدل لیا' کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ میرا مقابل میرے بدن کو محسوس کرتے ہی وار کرے گا۔

اور لکڑی کے فرش پر ایک آواز سنائی دی۔ میرا اندازہ درست تھا۔ میرے مقابل نے پوری قوت سے حملہ کیا تھا اور جھونک میں گر پڑا تھا۔ "بڑا خاصی زور دار آواز تھی۔ میں نے دوسرے لمحے فیصلہ کر لیا' گرے ہوئے گندے دشمن پر ضرب نہ لگانا حماقت تھی۔ میں نے گرنے کی آواز کی سمت پوری قوت سے ٹانگ گھما دی اور ایک کریہہ آواز میرے مقابل کے منہ سے نکل گئی۔ میری لات نے بھرپور ضرب لگائی تھی۔ میں نے دوسری بار گرنے کی آواز سنی اور اگر تابڑ توڑ حملے نہ کرتا تو پھر نواز اصغر نام ہی کیا تھا۔ میں نے دوبارہ اس پر دونوں لاتیں ماریں اور میرے مقابل کی شامت ہی آگئی۔ ویسے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میرے مقابل کی آنکھیں بھی بند ہیں ورنہ وہ اپنا موثر دفاع کر سکتا تھا۔

دو تین سخت ضربیں کھا کر اسے ہوش آیا اور اس بار جو وہ گرا تو دو باتوں میں سے ایک ہوئی۔ یا تو اس بار میرا اندازہ غلط ہو گیا تھا یا پھر میرے مقابل نے ذہانت سے کام لے کر اس بار گرتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ چنانچہ اس بار میری ٹانگیں فرش پر پڑیں اور میں گرتے گرتے بچا۔ تب میرے مقابل کو اٹھنے کا موقع مل سکا اور اس بار شاید وہ نہ صرف کھڑا ہو گیا تھا' بلکہ کئی قدم پیچھے بھی ہٹ گیا تھا۔

"اولڈ ہارس! تمہارا مقابل تمہارے بائیں طرف ہے اور دوست تم بالکل اس کی سیدھ میں ہو۔ تمہارا فاصلہ تقریباً سات فٹ ہے———" سیاہ فام کی آواز سنائی دی اور میں نے اپنے ذہن میں اندازہ لگایا، اگر میں اور میرا مقابل بیک وقت ایک رفتار سے آگے بڑھیں تو یہ فاصلہ کتنے قدم میں طے کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ میں چوکنا ہو گیا اور پھر جونہی میں اپنے اندازے پر آیا، میں نے ایک دم پینترہ بدل کر ہاتھ خلا میں پھیلایا۔ میرے مقابل کا ہاتھ اطمینان سے میرے ہاتھ میں آ گیا اور میں نے اس کی انگلیوں میں اپنا پنجہ ڈال دیا۔

اس پنجے پر خدا کی خاص رحمت تھی اور اس کی بے پناہ قوت کا مظاہرہ کئی بار ہو چکا تھا۔ چنانچہ مقابل کا پھولا ہوا ہاتھ اس طاقت کی تاب نہ لا سکا اور میں نے اسے دوہرا کر دیا۔ پھر میرا زوردار گھٹنا اس کی پشت پر پڑا۔ ایک بار پھر اس کے حلق سے آواز نکل گئی۔ وہ پوری قوت سے نیچے گرا تھا۔

"سور کے بچے!" اس نے دہاڑتے ہوئے کہا اور اچانک میں سن ہو گیا۔ یہ آواز ان چاروں سیاہ فاموں میں سے تو کسی کی نہیں تھی۔ میں نے ان کی آوازیں بخوبی سنی تھیں۔ اس کے علاوہ یہ آواز میری جانی پہچانی تھی۔ میں اسے نہیں بھول سکتا تھا۔

دوسرے لمحے میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اور پھر میں نے آنکھوں کی پٹی کھینچ دی۔ میں نے متحیرانہ نگاہوں سے اپنے مقابل کو دیکھا۔

حالانکہ آنکھوں نے تاریکی سے اچانک روشنی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پرچھائیاں سی اڑ رہی تھیں لیکن قوی ہیکل گولڈمین کو میں بخوبی پہچان سکتا تھا۔ گولڈمین——— میرا دوست، میرا مخلص۔

"ارے۔ یہ کیا ہے؟ تم نے آنکھوں سے پٹی کیوں ہٹا دی؟" ایک سیاہ فام چیخا اور میں نے خونی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"یہ کیا کمینگی ہے؟" میں غرایا۔

"فضول بکواس مت کرو، اس سے لڑو ورنہ اچھا نہ ہو گا۔" ایک سیاہ فام نے کہا۔ دوسرے نے گولڈمین کو ہدایت دی۔

"اولڈ ہارس! تمہارا مقابل تم سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر ہے۔ جلدی کرو۔ اس بار تم اس پر عمدہ داؤ لگا سکو گے۔"

"گولڈمین! یہ میں ہوں، میگوئن۔ تمہارا دوست۔" میں نے چیخ کر کہا اور گولڈمین پر بھی جیسے سکتہ چھا گیا۔ دوسرے لمحے اس نے بھی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی تھی۔

"میگوئن!" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں گولڈمین۔ یہ میرا اصلی چہرہ ہے۔ میری آواز پہچانو۔"

"میں پہچان رہا ہوں۔" گولڈمین نے کہا۔

"تم کیا سمجھ کر مجھ سے جنگ کر رہے تھے؟"

"سیاہ فام۔ کتا سمجھ کر۔" گولڈمین نے چاروں سیاہ فاموں کی طرف نفرت سے گھورتے ہوئے کہا وہ خونخوار نگاہوں سے ہمیں گھور رہے تھے۔

"اوہ۔ ان لوگوں نے ہم دونوں کو دھوکا دیا ہے۔ مجھ سے بھی انہوں نے یہی کہا تھا۔"

"تو اب تم نے مجھ سے جنگ کی تھی میگوئن؟"

"ہاں۔ بد قسمتی سے گولڈمین۔ دھوکے سے——— اور یہ لوگ تمہیں اولڈ ہارس کہہ کر پکار رہے تھے' اس لیے———" میں رک گیا۔ پہلی بار میری نگاہ سامنے کی سمت پڑی تھی اور میں ششدر رہ گیا۔

یہ تو کوئی اسٹیج تھا اور سامنے بڑا ہال، جس میں بے شمار لوگ موجود تھے۔ شرابوں کی ٹرالیاں چل رہی تھیں۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ پھر وہ ریکارڈ میرے ذہن نے سوچا اور چند ہی لمحات میں، میں صورت حال سمجھ گیا۔ ریکارڈوں کا چکر بھی مجھے بے وقوف بنانے کے لیے چلایا گیا تھا تاکہ اسٹیج پر بھی میں یہی سمجھوں کہ ریکارڈ بج رہا تھا۔ اس طرح گویا ہمیں تماشا بنایا گیا تھا۔

لیکن پھر کیوں نہ ایک اور دلچسپ تماشا پیش کر دیا جائے۔ میں نے سوچا۔ بس جنون سوار ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ چاروں سیاہ فام ہمارے خلاف کارروائی کرنے کی بھی سوچ رہے تھے۔ ان کے چہروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہم سے سخت جلے ہوئے ہیں۔

"لڑو تم دونوں۔" وہ خونخوار انداز میں بولے اور میں نے گولڈمین کی طرف دیکھا۔ گولڈمین بھی میری طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

"گولڈمین! تم صورت حال سمجھ چکے ہو گے؟" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"ہاں۔ سمجھ گیا ہوں۔"

"میرا خیال ہے مجبوری ہے۔ ہمیں ان کی بات مان لینا چاہیے۔" میں نے کہا اور غیر محسوس انداز میں گولڈمین کو آنکھ مار دی۔

"تو پھر آؤ——— لڑیں۔" گولڈمین نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے نہایت وحشیانہ انداز میں سیاہ فاموں پر حملہ کر دیا۔ میں بھلا پیچھے رہ سکتا تھا۔ میں ہوریشو کی توقع کے خلاف کرنا چاہتا تھا اور اس وقت کی جنگ میں کوئی انسانی اصول مد نگاہ نہیں تھا۔ چنانچہ میرے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں چھپاک سے ایک سیاہ فام کی دونوں آنکھوں میں گھس گئیں۔ سیاہ فام کی کربناک چیخ پورے ہال میں گونج گئی تھی۔ میں نے اپنی انگلیاں اس کی آنکھوں کے حلقوں سے نکالیں اور پھر اس کے سینے پر ایک خوفناک ٹکر رسید کر دی۔ دوسرے سیاہ فام نے میری گردن میں قینچی ڈال لی تھی اور میں نے اپنے سامنے والے سے نمٹنے کے بعد اس کے دونوں کان پکڑ لیے۔ میرے ہاتھوں کی گرفت———!

سیاہ فام نے بوکھلا کر مجھے چھوڑ دیا لیکن نہ جانے اس وقت کیا ہو رہا تھا۔ سیاہ فاموں کا آدمی اپنی جگہ سے اکھڑ گیا اور اس کی بھی دردناک کراہ سنائی دی۔ کان کی تکلیف کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر کے وہ سنبھلا۔ اس نے اچھل کر دونوں لاتیں میری طرف چلائیں، لیکن میرے بدن میں تو آگ بھری ہوئی تھی۔ میں نے تھوڑا سا ٹیڑھا ہو کر اس کی دونوں ٹانگیں بغل میں دبا لیں اور پھر ایک دیسی داؤ مارا۔ میں اس کی ٹانگیں لے کر مخالف سمت میں بیٹھ گیا اور یہ قدرتی ہی تھی ورنہ——— وہ لوگ کمزور بدن کے مالک تو نہ تھے۔ سیاہ فام کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔

ہال میں اب قہقہے نہ تھے۔ لوگ حیرت اور سراسیمگی سے یہ جنگ دیکھ رہے تھے جو صرف اسٹیج پر ہو رہی تھی اور شاید اس کے بارے میں اناؤنسمنٹ بھی کیا گیا تھا۔ دوسری طرف گولڈمین نے انہیں گھونسوں پر رکھ لیا تھا۔

گولڈمین بلاشبہ ہاتھی تھا لیکن اس وقت میرے جیسا جذبہ اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ صرف جنگ کر رہا تھا اس لیے مار بھی کھا رہا تھا۔ میری بات دوسری تھی۔ مجھ پر تو جنون سوار تھا۔

چنانچہ ان دونوں کو ناکارہ کرکے میں گولڈمین کی مدد کو لپکا اور میں نے پیچھے سے ایک سیاہ فام کو پکڑ لیا۔ گولڈمین کے بھرپور گھونسوں نے ہی اس کی حالت خراب کر رکھی تھی۔ میں نے اس کی گردن پکڑی تو وہ ساکت رہ گیا لیکن ---- میں نے بڑے وحشیانہ انداز میں اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی اور اس کے منہ سے خون ابل پڑا۔

مجھے کو اب صورت حال کا اندازہ ہوا تھا۔ تماشائی اب سمجھے تھے کہ معاملہ کوئی دوسری نوعیت اختیار کر گیا ہے۔

چنانچہ اچانک چیخیں ابھریں اور بھگدڑ مچ گئی گولڈمین بھی اپنے مقابل کی گردن دبا رہا تھا اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تھی۔

"بھاگو گولڈمین۔" میں نے کہا اور پھر اس بھاری بھرکم بدن نے اتنی لمبی چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔

ہم دونوں بھی مجمعے میں شامل ہوگئے۔ اس وقت میرے ذہن میں صرف ایک خیال آرہا تھا۔ کاش اس وقت سردارے بھی ساتھ ہوتا۔ اگر وہ ان کے چنگل میں نہ پھنسا ہوتا تو اس وقت ان لوگوں کے چنگل سے نکلنے کے لیے ہم قتل عام کر ڈالتے' جو کچھ بھی کر سکتے تھے کرتے لیکن میں کسی قیمت پر سردارے کی زندگی خطرے میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

گولڈمین کو شاید میری اس سستی کا احساس نہیں ہوا تھا' جو میں نے اسٹین گن بردار پر ہاتھ نہ ڈال کر برتی تھی ورنہ آسانی سے اس کی گن میرے قابو میں آسکتی تھی۔ یہ سستی صرف سردارے کے لیے تھی۔

خود گولڈمین کو بھی اسٹین گن سے کور کر دیا گیا۔ ابھی ہم ہال سے باہر نہیں نکل پائے تھے۔

"باقی مجمع تیزی سے باہر نکل جائے۔" ہال میں ہوریشو کی آواز ابھری۔ وہ کسی مائیک پر بول رہا تھا۔ اور لوگ بے تحاشہ دوڑنے لگے۔ ہمارے چاروں طرف ہوریشو کے آدمیوں نے گھیرا ڈال لیا۔ سب کے پاس ہتھیار تھے۔

گولڈمین نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور اس وقت اس کا سوال بڑا مضحکہ خیز تھا۔

"اور سناؤ میگوئن۔ کیسے ہو؟" یوں لگتا تھا جیسے اب وہ خود کو فارغ سمجھ رہا ہے۔

"ٹھیک ہوں گولڈمین۔"

"ہوریشو نے کتنے آدمیوں کی قربانی دے کر تمہیں گرفتار کیا ہے؟"

"یہ بات تو وہ شریف آدمی خود ہی بتا دے گا۔"

"ہاں۔ واقعی شریف آدمی ہے۔ اپنی ماں کا خصم!" گولڈمین نے کہا۔

"چلو۔" اسٹین گن بردار نے اسٹین گن کی نال سے اسے ٹھوکا دیا اور گولڈمین شاہانہ انداز میں چل پڑا۔

"واقعی ---- مکلینو کے دانت کھٹے کر دیئے تم نے۔ میں تمہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" گولڈمین میرے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

"تمہارے ساتھ انہوں نے کیسا سلوک کیا گولڈمین؟"

"بس اپنا کارنامہ دکھانے کی فکر میں تھے۔ گولڈمین کو زندگی کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ میں نے ان کے تین ایڈگر کو تو ٹھکانے لگا ہی دیا تھا۔ بس انہوں نے۔"

گولڈمین کی بات ادھوری رہ گئی۔ اسے اسٹین گن والے پر غصہ آگیا تھا۔

"یہ نال میری پیٹھ میں کیوں چبھ رہی ہے؟" وہ رک کر دہاڑا۔

"چلتے رہو۔"

"تو کیا تمہاری ماں کے ساتھ ----" گولڈمین نے گالی بکی اور اسٹین گن کو زور سے جھٹکا دیا۔ اسٹین گن والا گرتے گرتے بچا تھا لیکن گولڈمین کے پورے بدن سے پستولوں کی نالیں آلگی تھیں۔

"چل رہا ہوں شیرو۔ پریشان کیوں ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے طنزیہ آواز میں کہا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہال سے اسٹیج پر پہنچے اور پھر وہاں سے ایک کمرے میں پہنچا دیئے گئے۔ ہوریشو ہمارے سامنے نہیں آیا تھا۔

کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ گولڈمین نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر بولا "شکر ہے۔ ان خچر کی اولادوں نے ہمیں علیحدہ علیحدہ بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"بوکھلائے ہوئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بری طرح۔ بیٹھو۔" گولڈمین نے اطمینان سے کہا۔

"کیا تم اسی عمارت میں مقیم تھے؟"

"ہاں!"

"کب سے؟"

"جب سے اغوا کرکے لایا گیا ہوں۔ غالباً یہ کسی قسم کی تماشہ گاہ یا کلب وغیرہ ہے۔ ممکن ہے کوئی خفیہ کلب ہو۔ اکثر خوبصورت برہنہ لڑکیاں نظر آتی ہیں جو بدلتی رہتی ہیں اور زبردست میک اپ کیے ہوتی ہیں۔"

"ہاں۔ ہم لوگوں کو لڑا کر اسٹیج شو پیش کیا جا رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"اور خوب رہا یہ اسٹیج شو۔ تم نے تین کو ختم کر دیا تھا۔" گولڈمین نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اچانک اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

"کیوں؟" میں نے اسے دیکھا۔

"میگوئن! تم ہو کیا؟" وہ متعجبانہ انداز میں بولا۔

"کیا ہو گیا؟" میں واقعی نہیں سمجھ سکا تھا۔

"تمہارا بدن تو خاص نہیں ہے۔"

"اوہ۔ پھر؟"

"تم نے میری بھی خوب مرمت کی تھی جبکہ تمہاری آنکھوں پر بھی ٹیپ چڑھا ہوا تھا۔"

"اوہ۔ سوری گولڈمین۔ کاش میں تمہیں پہلے دیکھ لیتا۔ میں نے تمہاری آواز سن کر آنکھوں سے ٹیپ ہٹا دیا تھا۔"

"اوہ۔ اس بات کو گولی مارو۔ مجھے یہ بتاؤ۔ تم درحقیقت کیا ہو؟ دماغ کی بات ٹھیک ہے۔ تم نے ذہانت سے مکلینو کو چت کردیا لیکن تم اس قدر عمدہ لڑاکا بھی ہو۔ یہ بات مجھے نہیں معلوم تھی۔"

"چھوڑو گولڈمین ـــــــ یاد نہ دلاؤ ـــــــ کہ میں نے اپنے دوست پر ہاتھ اٹھایا تھا۔"

"ارے اس طرح کیوں سوچ رہے ہو میری جان۔ یہ بتاؤ تم مجھ پر تابڑتوڑ وار کس طرح کر رہے تھے؟"

"تمہارے گرنے کی آواز پر۔"

"اوہ۔ بہترین۔" گولڈمین مسکرا دیا۔

"تمہیں کیا کہہ کر وہاں لایا گیا تھا؟"

"میں چڑھا رہا تھا سالوں کو۔ سیاہ فاموں میں سے ایک سے جنگ کا انتخاب کرنے کے لیے کہا گیا تھا مجھ سے۔" گولڈمین نے کہا۔

"اوہ۔ یہی حرکت انہوں نے میرے ساتھ کی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے۔ ویسے تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟ میری مراد جیک سے ہے۔"

"وہ بھی ان کی قید میں ہے۔"

"اسی عمارت میں ہے؟"

"نہیں۔ اسے ایک اور عمارت میں رکھا گیا ہے۔"

"اوہ!" گولڈمین گردن ہلانے لگا۔ چند ساعت خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "سچ بہت یاد آتے تھے تم لوگ۔"

"تمہاری بات ادھوری رہ گئی تھی گولڈمین۔"

"کون سی؟"

"تمہارے اوپر کیا بیتی؟"

"اوہ۔ تم تو خاموشی سے پوشیدہ ہوگئے تھے۔ میں نے تمہاری بات نہیں مانی تھی اور جشن منانے لگا تھا، بس اس میں مارا گیا ورنہ ـــــــ ہوریشو کو بہت کچھ کھونا پڑتا۔"

"جنگ ہوئی تھی؟"

"ہاں! لیکن جنگ مغلوبہ تھی جس میں میرے آدمیوں کا نقصان زیادہ ہوا۔ مجھے انہوں نے زخمی کرکے گرفتار کرلیا تھا۔ تمہارے بارے میں ہوریشو سے بات ہوئی تھی تو میں نے کہا کہ تم ان کے قابو کے نہیں ہو۔ بس اس لیے انہوں نے مجھے زندہ رکھا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"اب دیکھو۔ کیا ہوتا ہے۔ ہوریشو کو سخت افسوس ہوگا۔ وہ اسی کی نسل کے تھے۔"

"ہوں۔ دیکھیں گے گولڈمین۔ زندگی ایک بار آتی ہے اور ایک بار ہی جاتی ہے، پھر اس کی پرواہ کیوں کی جائے۔"

"جیالے ہو میری جان۔ خدا کی قسم فدا ہوگیا ہوں تم پر ـــــــ کاش آزاد ہوتا تو تمہاری پوجا کرتا۔" گولڈمین!"

"خدا کی قسم موت کا کوئی افسوس نہیں ہوگا۔ تم نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا ہے، اس سے دل خوش ہوگیا ہے۔ ہاں ایک بات تو بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"مال کا کیا ہوا ـــــــ گیا؟"

"نہیں گولڈمین! سارا مال محفوظ ہے۔"

"ارے جیو میری جان۔ انہیں ہوا تو نہیں لگی؟"

"ہرگز نہیں۔"

"پوچھ تو رہے ہوں گے؟"

"اعلیٰ پیمانے پر۔"

"برآمد تو نہ کرلیں گے؟"

"ساری زندگی نہیں کرسکیں گے۔ یہاں ہے ہی نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"باہر منتقل کردیا ہے میں نے۔"

"اوہ!" گولڈمین ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ "مر بھی جاؤ میری جان تو غم نہ کرنا۔ جو کچھ تم نے کرلیا ہے، وہ بہت ہے۔"

"بالکل نہیں گولڈمین!" میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر گولڈمین جماہی لیتے ہوئے بولا۔

"نیند نہیں آرہی؟"

"تمہیں آرہی ہے؟"

"ہاں بھائی۔ رات کافی ہوگئی ہے۔ میں مرنے سے پہلے سولینا چاہتا ہوں۔" گولڈمین فرش پر لیٹ گیا اور میں اس کی دلیری کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا۔ گولڈمین کافی دیر تک خاموش رہا پھر اس کے خراٹے گونجنے لگے۔ خوب انسان تھا۔

میں کافی دیر تک دلچسپ نگاہوں سے گولڈمین کو دیکھتا رہا۔ اس کی شخصیت سے واقعی مجھے بڑا پیار محسوس ہو رہا تھا۔ پھر میں نے ان لوگوں کے بارے میں سوچا۔ وہ تو جیسے ہمیں یہاں بند کرکے بھول گئے تھے۔ ممکن ہے اس وقت ان کا ہمارے بارے میں کارروائی کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔ ایسی صورت میں تو پھر گولڈمین مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ یعنی اس نے سو کر عقل مندی کی ہے اور میں جاگ کر حماقت کر رہا ہوں۔

چنانچہ میں نے بھی سونے کی ٹھانی۔ گولڈمین اگر اتنا نڈر انسان تھا اور اسے دنیا کی کسی بات کی پرواہ نہیں تھی تو مجھے بھی کیا ہوسکتی تھی۔ میرا کون سا اس دنیا سے گہرا تعلق تھا۔ چنانچہ گولڈمین سے تھوڑے فاصلے پر فرش پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن میں گولڈمین کی طرح خوش نصیب نہیں ثابت ہوسکا کیونکہ آنکھیں بند کرتے ہی بے شمار

خیالات کی فوج میرے ذہن پر حملہ آور ہوگئی تھی اور پھر بھلا خیالات کا یہ حملہ آنکھوں میں نیند کہاں دیتا۔ نہ جانے کہاں کہاں کے خیالات آرہے تھے۔ بے شمار چیزیں یاد آرہی۔ اپنا دیس' اس کے لوگ سیٹھ اور پھر اس دیس کی لڑکیاں' ان کے ساتھ گزرے ہوئے حسین لمحات۔ اور اس کے بعد موجودہ حال۔ ہوریشو اب کیا اقدام کرے گا ـــــ اور پھر کسی نے آنکھوں پر نیند کا مرہم لگا دیا۔ پلکیں دوسرے سے چپک گئیں۔ گہری اور گہری ـــــ اور گہری' اور پھر جب آنکھ کھلی تو سردارے میرا گود میں لیے بیٹھا تھا۔

چند لمحے تک تو کوئی احساس نہ ہوسکا۔ پھر آنکھیں کھولیں تو سردارے کا چہرہ سامنے تھا اور ذہن کچھ بوجھ سا تھا۔ چند ساعت خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ گزرے ہوئے آخری لمحات یاد کرنے کی کوشش اور جب یاد آئے تو حیرت ہوئی۔ میرا ساتھی سردارے تو نہیں تھا بلکہ گولڈ مین تھا۔

"سردارے۔" میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

"شکر ہے ہوش تو آیا۔ اتنے بڑے بڑے۔ بچے جنو گے تو اور کیا حال ہوگا۔" سردارے بڑھیوں کے سے انداز میں کہا اور مجھے اس کی بکواس پر حیرت ہونے لگی۔

"کیا بکواس ہے؟"

"اب بکواس کہو یا کچھ بھی کہو' تمہاری اولاد ہے۔ ارے ہاں' دائی کے فرائض مجھے ادا کرنے پڑ خواہ مخواہ۔"

"مار کھائی ہے؟" میں نے اس کی گود سے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور در حقیقت چکر سا آگیا کہ کیا بات تھی۔ ویسے اتنا اندازہ ہوگیا تھا کہ ہوریشو نے یہاں بھی اپنا ڈرامائی تاثر برقرار رکھنے کی کوشش ہے۔ یہ کلب کی عمارت نہیں تھی بلکہ وہی کمرہ تھا جہاں پہلے میں اور سردارے قیام پذیر تھے۔ اور جہاں مجھے کلب کی عمارت میں لے جایا گیا تھا۔ گویا کلب کی عمارت سے مجھے یہاں تک اس وقت لایا گیا جب سو گیا تھا اور ظاہر ہے میری نیند کو کسی مصنوعی اثر سے گہرا کیا گیا ہوگا۔

"لیکن گولڈ مین ـــــ" میں نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور گولڈ مین مجھے تھوڑی مسہری پر سوتا نظر آیا۔

"اوہ۔ یہ بھی ـــــ" میرے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"کیا نام رکھا ہے بچے کا؟"

"سردارے! کیوں بکواس کر رہے ہو؟" میں نے زچ ہو کر پوچھا۔

"میں بکواس کر رہا ہوں؟ آخر کہاں سے برآمد ہوئے آپ دونوں؟ رات کو آرام سے سویا تھا کو دیکھا یہ مسہری پر پڑا تھا اور آپ نیچے۔ بس ذہن میں کچھ ایسا ہی تصور آیا جیسے اسے آپ نے جنا ہو۔"

"سردارے کے بچے۔" میں نے بے بسی سے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے توبہ توبہ۔ میرے اوپر کیوں الزام لگا رہے ہیں۔" سردارے نے جھینپتے ہوئے انداز کہا اور کان پکڑ لیے۔

"دیکھو سردارے میرا سر چکرا رہا ہے۔ فضول بکواس مت کرو ورنہ ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا۔"

ہنستے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے بتائیں' یہ کہاں سے برآمد ہوا ہے؟"

"گولڈ مین ہے۔"

"ہاں' ہاں وہ تو میں نے بھی دیکھ لیا ہے۔ لیکن رات کو کس وقت آئے آپ لوگ اور اسے کہاں اٹھا لائے؟"

"اور تم بھی لاعلم ہو؟" میں نے گہری سانس لی۔

"کس بات سے آخر استاد؟"

"مجھے نہیں معلوم سردارے کہ میں اس عمارت میں کب واپس آیا۔ اس کمرے تک کیسے پہنچا۔ حیرت ہے کہ انہوں نے تمہیں بھی بے ہوش کر دیا تھا' ورنہ کم از کم تمہیں ہمارے واپس آنے کا علم ور ہوتا۔"

"اوہ یہ بات ہے۔" سردارے کے ہونٹ سکڑ گئے۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک یہی بات ہے۔"

"میرے جانے کے بعد کوئی خاص بات؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ بس ایک کپ کافی پی تھی اور اس کے بعد ـــــ"

"ٹھیک ہے۔ ہوریشو گدھا ثابت ہو رہا ہے۔" میں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں استاد؟"

"بس بچوں جیسی حرکتیں کر رہا ہے' جو میرے خیال میں بے مقصد ہیں بھلا اس ڈرامائی انداز سے وہ کیا متاثر کر سکتا ہے۔"

"رات کو کہاں لے گیا تھا استاد؟"

"ایک کلب کی عمارت میں۔ جہاں اس نے مجھے اسٹیج شو میں پیش کیا تھا لیکن الٹی آنتیں گلے پڑ ـ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" سردارے نے پوچھا اور میں نے اسے رات کی پوری کہانی سنا دی۔ جسے سردارے پرجوش انداز میں سنتا رہا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ کئی منٹ تک میری صورت دیکھتا رہا۔ کی آنکھوں میں بچوں کی سی شوخی تھی۔ پھر وہ عجیب لہجے میں بولا۔ "ہائے کاش! سردارے بھی ہوتا۔

میں نے اس احمقانہ بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ سردارے نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ بہرحال اس کی میری طرف تھیں۔ میں نے ایک جماہی لی۔ "کیا وقت ہوا ہے؟"

"تو موصوف تین قتل کرنے کے بعد اس طرح آرام فرما رہے تھے۔" سردارے نے میری بات کا دینے کی بجائے کہا۔

"ابھی تک وہیں پھنسا ہوا ہے یار؟"

"بس کیا کہوں استاد۔"

"کیوں' کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"کچھ نہیں۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی اور پھر چونک کر بولا۔

"اوہ' وہ تو ہوریشو کے ہم وطن ہوئے؟"

"سردارے۔" میں نے بور ہو کر کہا۔

"نہیں' سنجیدگی سے غور کرو۔ میرا خیال ہے اب ہوریشو اتنا کھلنڈرا نہیں رہے گا۔ یہ جو کچھ ہوا اس کے لیے غیر متوقع نہیں ہوگا۔"

"ہاں اندازہ تو یہی ہے۔"

"لیکن استاد تم نے وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کیوں نہ کی؟"

"تیری وجہ سے سردارے۔ بس تو ساتھ ہوتا تو خدا کی قسم' میں صاف نکل گیا تھا۔ لیکن میں جان... کہ اس کے بعد وہ تیرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"ہائے استاد' بس بھگت لیتا۔ تم بعد میں مجھے رہا کرانے کی کوشش کرلیتے۔" سردارے نے کہا۔

"یہی تو مشکل ہے سردارے۔ ہمیں انٹرپول کا بھی تو خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اگر اس کا معاملہ نہ ہو... ہوریشو کو ناکوں چنے چبوا دیتا لیکن افسوس' صورت حال تھوڑی سی بدلی ہوئی ہے اب سوچنا کا دور... ہے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے استاد' بہرحال اس گولڈ مین سے ملاقات خوب ہوئی۔ یہ بے چارہ بھی ہماری... سے عتاب میں آگیا ہے۔"

"ہاں سردارے وہ عمدہ انسان ہے اور میرا خیال ہے اس کی زندگی ہم دونوں سے زیادہ خطرے... ہے۔ اسے صرف اس کے ان الفاظ کی وجہ سے زندگی مل گئی تھی جو اس نے ہمارے بارے میں کہے تھے... یہ کہ وہ لوگ ہمارے اوپر قابو نہیں پاسکیں گے ورنہ اسے تو اسی وقت قتل کردیا جاتا' اور اب تو اس کی ز... کوئی جواز ہی نہیں ہے' خاص طور سے ایسی شکل میں جب کہ اس نے ان کے ایک خاص آدمی کو... کردیا ہے۔"

"استاد گولڈ مین کی زندگی بچنی چاہیے۔" سردارے نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں سردارے۔ لیکن ــــــــ"

"لیکن کیا استاد؟"

"بات کافی گڑبڑ ہے۔"

"بس۔ ہم اسے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔" سردارے نے کہا۔

"پھر بچوں والی بات کی۔ ارے ہم خود اپنے بارے میں کچھ نہیں کرسکتے۔ اس کے لیے کیا کر... گے۔ تم ہوش کے عالم میں اسے تنہا نہیں چھوڑو گے لیکن اگر تم ہی ہوش میں نہ ہوئے تو؟"

"اوہ!" سردارے نے افسردگی سے کہا۔

"بہرحال ابھی تو ہوریشو کا رد عمل دیکھو۔ اب اس کی کیا کیفیت ہے' اس کی وہ خوش مزاجی... رہتی ہے یا نہیں۔"

"ہوں۔" سردارے ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ گولڈ مین بدستور خراٹے لے...

لیکن تھوڑی دیر بعد اس کے خراٹے بند ہوگئے۔ اور ہم اس مشین کے اچانک رک جانے سے اس طرف متوجہ ہوگئے۔ گولڈ مین شاید جاگ گیا تھا۔

پھر اس کی چنگھاڑ سنائی دی۔ "اوہو۔ پھر جگہ بدل گئی" اور اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر مسہری پر بیٹھ گیا۔ انداز بڑا مضحکہ خیز تھا۔ پھر جب اس کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی تو اس نے مسہری کے نیچے چھلانگ لگا دی۔

"دونوں ــــــــ" وہ مسرت بھرے لہجے میں چیخا۔

"تمہاری حالت بھی کافی خراب معلوم ہوتی ہے گولڈ مین۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ حالت تو واقعی ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن ہاں ــــــــ اوہ' میں سمجھا۔ یہ کسی گیس کا اثر ہے جو ہمیں بے ہوش کرنے کے لیے استعمال کی گئی ہوگی۔" وہ چند ساعت سر پکڑے بیٹھا رہا۔ پھر ایک دم دھاڑا۔

"او' میرے دوست جیک۔ تیرا کیا حال ہے؟"

"تم دونوں کی حالت دیکھ کر بہت برا حال ہے۔" سردارے نے جواب دیا اور گولڈ مین نے دل کھول کر قہقہہ لگایا۔ میرا خیال تھا کہ اس کے قہقہوں سے نگرانی کرنے والوں کو بہ آسانی معلوم ہوگیا ہوگا کہ ہم لوگ ہوش میں آگئے ہیں۔

بہرحال ہمیں رات کے واقعے کا رد عمل معلوم کرنے سے دلچسپی تھی' اور رد عمل کا کسی حد تک اظہار ہونے لگا تھا۔ کیونکہ دس بج گئے تھے اور ابھی تک ناشتہ نہیں ملا تھا۔ جبکہ عام حالات میں ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ مل جایا کرتا تھا۔

"استاد۔ کیا خیال ہے' دس بج رہے ہیں۔" سردارے بولا۔

"کہیں جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ناشتہ!"

"ممکن ہے' انہوں نے سوچا ہو کہ ہم ابھی تک بے ہوش ہوں گے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ وہ پر محبت لوگ ہماری طرف سے اتنے لاپرواہ نہیں ہوسکتے۔" سردارے نے کہا۔

"تو پھر صبر کرو سردارے ممکن ہے ہوریشو اپنا صبر کھو بیٹھا ہو۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہوگیا۔ بات درست ہی معلوم ہوئی کیونکہ دوپہر کا کھانا بھی گول ہوگیا۔ کسی نے خبر ہی نہیں لی تھی۔ ویسے گولڈ مین اب بھی اتنا ہی خوش تھا۔ اس نے ایک بار بھی تو کھانے وغیرہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔

تین بجے سردارے نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "یہ تو سخت ہوتی جارہی ہے استاد' اب کیا کریں گے؟"

"کیا بکواس ہے سردارے۔ تم نے گولڈ مین کو ایک بار بھی کھانے وغیرہ کی کوئی بات کرتے دیکھا ہے' جبکہ تم مسلسل بھوک بھوک چلا رہے ہو۔"

"ہائے استاد۔ اس کی بات مت کرو۔ اس کا پیٹ نہیں دیکھ رہے؟ ہفتوں کا راشن بھر رکھا ہوگا اس نے تو۔" سردارے باز نہیں آیا اور اس کی بکواس کے انداز پر مجھے ہنسی آگئی۔ گولڈ مین کچھ سوچ رہا تھا۔

تقریباً چار بجے ہمارے کمرے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔ اور سردارے نے خوش ہو کر نعرہ

لگایا۔ "آگیا ۔۔۔۔۔۔"

لیکن آنے والے کھانا وغیرہ نہیں لائے تھے۔ ان کی تعداد چھ تھی اور سب کے سب اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ ان کے چہرے کرخت ہو رہے تھے۔"

"باہر آؤ۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیوں بھائی تمہارا باورچی بھاگ گیا ہے آج؟" سردارے نے پوچھا۔

"فضول بکواس مت کرو۔ تم میں سے کسی نے کوئی غلط حرکت کی تو ہم بے دریغ مار ڈالیں گے۔" اسی شخص نے کہا۔

"غلط حرکت سے تمہاری کیا مراد ہے؟" سردارے نے پوچھا اور وہ شخص سردارے کو گھورنے لگا۔ میں نے سردارے کو دھکا دیا تھا' اور پھر ہم تینوں باہر نکل آئے۔

"چلو۔" انہوں نے اشارہ کیا اور ہم چل پڑے۔

"اجازت ہو دوست' تو میں پیٹ پر ہاتھ پھیرلوں۔ تم اسے غلط حرکت تو نہ قرار دو گے؟" سردارے بھلا اپنی بدمعاشی سے کہاں باز آسکتا تھا۔ "بھوک کے مارے پیٹ میں دھماکے ہو رہے ہیں۔"

"کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک بار ہمیں پھر اسی ہال کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں ہوریشو موجود تھا۔ لیکن آج اس کی آنکھوں میں آگ سلگ رہی تھی۔ غالباً نرمی اور صبر کا وہ نقاب اس کے چہرے سے اتر گیا تھا اور یہ اس کی اصل شکل تھی۔

"راجہ نواز اصغر۔" اس نے بھاری لہجے میں پکارا۔

"کیا بات ہے ہوریشو ڈیئر؟" میں نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"تم نے میرے چار آدمی قتل کردیئے ہیں۔" وہ بولا۔

"اوہ۔ رات کی بات کررہے ہو' ہوریشو؟"

"ہاں وہ میرے خاص آدمی تھے۔ اتنے خاص کہ ان کی موت سے میری زندگی میں ایک خلاء پیدا ہوگیا ہے۔" ہوریشو نے کہا۔

"تب پھر تم نے انہیں ہمارے سامنے کیوں بھیجا تھا ہوریشو؟"

"وہ صرف ایک تفریح تھی۔ میں گولڈ مین کو تم سے ملانا چاہتا تھا۔"

"غلط۔ تم چاہتے تھے کہ میں گولڈ مین کے ہاتھوں یا گولڈ مین میرے ہاتھوں قتل ہو جائے۔"

"اوہ۔ اگر اب بھی میں یہی چاہوں تو مجھے کون روک سکتا ہے؟" ہوریشو غرایا۔

"میں تمہیں روک سکتا ہوں ہوریشو۔ تم خود یہ کام کرسکتے ہو۔ تمہارے آدمی ضرور مجھے گولی مار سکتے ہیں لیکن یہ کسی طور ممکن نہیں ہوسکتا کہ میں گولڈ مین کو قتل کردوں۔"

"تم مجھے چیلنج کررہے ہو؟" ہوریشو کی آواز بے حد خوفناک تھی۔

"ہاں ہوریشو میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا' اور ہوریشو گردن ہلانے لگا۔ چند لمحے اس کی آنکھوں میں آگ سلگتی رہی اور پھر وہ پرسکون ہوتا چلا گیا۔ پھر مسکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے نواز۔ میں کوشش کروں گا کہ ایسا ہی ہو جیسا میں چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔ میں نے

اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

ہوریشو تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے میز ہی میں لگا کوئی بٹن دبایا اور چند لمحے بعد ایک شخص اندر آگیا۔

"ان کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جائے۔"

"اوہ ڈیئر۔ ہوریشو۔ اس تکلیف کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بھوکے رہ کر بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ تم یہ تفریح بھی ضرور کرو۔"

"اب نہیں نواز۔ اب تو مجھے تمہاری اور گولڈ مین ۔۔۔۔۔۔ کی زندگی بے حد عزیز ہے ۔۔۔۔۔۔ ورنہ ۔۔۔۔۔۔ میرا چیلنج کیسے پورا ہوگا۔" ہوریشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تب ٹھیک ہے۔ منگواؤ۔" میں نے بھی موڈ میں کہا اور پھر ہمارے لیے پرتکلف لوازمات اس ہال میں پہنچ گئے۔ کسی نے بھی تکلف نہیں کیا تھا لیکن یہاں بھی کم بخت ہوریشو چالاکی سے باز نہیں آیا تھا۔ کھانا ختم کرنے کے تھوڑی دیر کے بعد ہمیں چکر آنے لگے اور پھر ہم اسی ہال میں ڈھیر ہوگئے' اور آنکھ دوسرے ہال میں کھلی تھی۔

ہاں' یہ وہ ہال نہیں تھا جہاں ہوریشو سے ملاقات ہوئی تھی۔ کوئی دوسری جگہ تھی جہاں ہم آرام دہ کرسیوں میں دراز تھے۔ اس ہال میں اعلیٰ درجے کی سجاوٹ تھی۔ خوبصورت پردے پڑے ہوئے تھے۔ ہوریشو بھی ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ وہ بھی ایک آرام کرسی میں دراز ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم نے اس ہال کی ترتیب بدل دی ہے ہوریشو؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ نہیں' یہ دوسری جگہ ہے۔"

"گویا کھانا ہمیں اس لیے کھلایا گیا تھا۔ تم ہمیں بے ہوش کرکے یہاں لانا چاہتے تھے۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"میرا خیال ہے تم ہم لوگوں سے کافی خوفزدہ ہو۔"

"ہاں۔ یہی بات ہے۔" ہوریشو پھر اصل حالت میں واپس آگیا تھا۔ اس کے چہرے پر پھر نقاب آپڑے تھے۔

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے کیا یہ اسی کلب کی عمارت ہے یا کوئی اور جگہ؟ کیا تم کوئی نیا آئٹم پیش کرنے کی سوچ رہے ہو؟"

"نہیں۔ یہ دوسری جگہ ہے' اور تمہاری ایک جانی پہچانی ہستی نے تمہیں یہاں طلب کیا ہے۔ وہ بس پہنچنے ہی والی ہوگی۔"

"اوہ۔ کون ہے وہ؟" میں نے پوچھا۔

"تھوڑی دیر صبر کرو۔ بس تھوڑی دیر۔" ہوریشو نے جواب دیا۔ وہ اب بالکل پرسکون نظر آرہا تھا۔ ویسے وقت کے اندازے کے مطابق ہم زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہے تھے۔ یقیناً بے ہوشی کی دوا کا کوئی ہلکا ڈوز تھا۔

" شخص بے حد عجیب ثابت ہوا میرے لیے۔ بلاشبہ ایسے لوگ بہت کم نگاہوں سے گزرتے

ہیں۔" اچانک گولڈ مین بول پڑا۔

"کون؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"ہوریشو کی بات کر رہا ہوں۔" گولڈ مین نے جواب دیا۔

"اوہ ہاں۔ وہ تو ہے۔"

"اندر سے یہ شخص ہمارا اتنا شدید دشمن ہے کہ اگر ہماری بوٹیاں چبانے کا موقع مل جائے تو اس سے دریغ نہ کرے۔ لیکن رویے سے دیکھو۔"

"ہاں۔ اس کا رویہ بدل چکا ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"جانتے ہو کیوں؟" گولڈ مین نے پوچھا اور پھر خود ہی بتانے لگا۔ "صرف اس لیے کہ وہ مسٹر میگوئن کا چیلنج قبول کر چکا ہے۔ پہلے بھی اتفاق سے ہی میری زندگی بچ گئی تھی۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ تم لوگ ہوریشو کے بس کے نہیں ہو۔ بس اس نے مجھے صرف اس لیے زندہ رکھا کہ میں اپنی آنکھوں سے تمہیں ان کی قید میں دیکھوں۔"

"ہوں!" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔ "مگر یہ کیسے ممکن ہے گولڈ مین کہ تم میگوئن کو یا میگوئن تمہیں قتل کرے؟"

"بعض اوقات خود اعتمادی دیوانگی کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ اب یہ نہ جانے اپنے اس قول کو نبھانے کے لیے کیا کیا کرے گا۔ لیکن ظاہر ہے ناکام رہے گا۔ ہوش کے عالم میں تو یہ کام ہو نہیں سکتا۔ ہاں اگر یہ ہمارے دماغ الٹنے کی کوشش کرے تو یہ دوسری بات ہے۔"

سردارے خاموش ہو گیا۔ میں بھی خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے اس میں کوئی دخل نہیں دیا تھا۔ اس کے علاوہ ہوریشو نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ پھر چند لوگ اچانک ہال میں گھس آئے اور ہوریشو چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے؟" اس نے غرا کر کہا۔

"آ گئی ہیں جناب۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"تو تم بوکھلا کیوں گئے' اجازت لی تھی اندر آنے کی؟"

"اوہ' سوری جناب۔"

"کہاں ہیں؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"اندر داخل ہو چکی ہیں۔" آنے والوں میں سے ایک نے جواب دیا۔

"پستول ہیں تمہارے پاس؟" ہوریشو نے پوچھا۔

"جی ----- ہیں۔" وہ پھر چکرائے۔

"ان پر نگاہ رکھو۔ ہوشیار۔" ہوریشو نے کہا اور باہر نکل گیا۔ ہم تینوں ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ ہماری نگاہوں میں ایک ہی سوال تھا۔ کون ہے یہ ----- کیا مکلینو؟

لیکن پھر ہوریشو کے ساتھ اندر داخل ہوئی' اور اسے دیکھ کر میرے منہ سے گہری سانس خارج ہو گئی۔

یہ بنی تھی۔ مکلینو کی خونخوار بیٹی۔ وہ جو میرے خون کی پیاسی تھی۔ وہ جو ساری دنیا میں میری سب سے بدترین دشمن تھی۔ بنی اس وقت بھی بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اس کے بالوں کا اسٹائل بدل گیا تھا۔ شانوں پر ایک خوبصورت شال پڑی ہوئی تھی جس میں وہ بلی جیسی نظر آ رہی تھی۔

سردارے نے دونوں گال پھلا کر میری طرف دیکھا۔ بنی بڑے شاہانہ انداز میں چل رہی تھی' اور ہوریشو اس کے پیچھے مودب تھا۔ پھر بنی سامنے پہنچ کر رک گئی۔ بے حد خوبصورت نظر آ رہی تھی کم بخت۔ میں اسے گھورتا رہا۔

تب اس نے ہماری طرف نگاہیں اٹھائیں۔ پہلے اس نے گولڈ مین کی طرف دیکھا' پھر سردارے کو اور پھر مجھے۔ مجھ پر اس کی نگاہیں آ رکیں اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر مجھے دیکھتی رہی۔ نہ جانے کیا کیا کیفیات تھیں ان آنکھوں میں۔ میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ ایک منٹ ----- دو منٹ ----- تین منٹ ----- چار منٹ ----- ہوریشو بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ لیکن بنی کی نگاہیں میرے چہرے سے نہیں ہٹتی تھیں۔ اب بھلا میں اس کے بغیر پلکیں کیسے جھپکا لیتا۔ پھر بنی نے ہی ایک جھرجھری لی اور وہ گولڈ مین کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولی۔

"ہوریشو!"

"بے بی باس۔" ہوریشو نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے؟"

"وہی شخص گولڈ مین ----- باس' جس نے ان لوگوں کی مدد کی تھی۔" ہوریشو نے کہا۔

"اوہ۔" بنی نے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے' اسے بھی ہمارے حوالے کر دو۔"

"باس؟ کچھ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"کہو۔"

"ان لوگوں کے ساتھ ہم نے کافی وقت برباد کیا ہے۔ کیا ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم فضول لوگوں پر خرچ کریں؟"

"نہیں۔" بنی نے کہا۔

"تب ان کی چھٹی کی جائے۔"

"کرنسی واپس مل گئی؟ مال کا پتہ چلا؟" بنی نے پوچھا۔

"مال تو تباہ ہو چکا ہے باس۔ رہا کرنسی کا سوال تو میں اس کے بارے میں اگلواؤں گا۔ اگر پتہ چل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اسی کوشش میں اسے ختم کر دیا جائے۔"

"اور کرنسی چھوڑ دی جائے گی؟"

"بگ باس نے اجازت دے دی ہے۔ اسے کرنسی کی پروا نہیں ہے۔"

"مجھے ہے۔" بنی نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا بے بی۔" ہوریشو نے کہا۔

"باس!" بنی غرائی۔

"اوہ سوری' یس باس۔"

"میں ان سے اس کے بارے میں معلوم کروں گی۔"

"باس میری درخواست قبول کی جائے۔ میں ـــــــــ"

"ہوریشو۔" بنی غرائی۔

"آپ نہیں سمجھتیں۔ بے بی باس۔ انہوں نے رات میرے چار آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔ میں ان کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔" ہوریشو کی آواز میں غراہٹیں ابھر آئیں۔

"یہ ممکن نہیں ہے ہوریشو۔"

"لیکن آپ اس شخص کا کیا کریں گی باس؟" ہوریشو نے گولڈ مین کی طرف اشارہ کیا۔

"یہاں کتنے آدمی ہیں ہوریشو؟" بنی نے پوچھا۔

"کہاں باس؟"

"اس عمارت میں۔"

"اوہ۔ تقریباً پچیس افراد ہیں۔"

"کافی ہیں ہوریشو۔ تمہارا شکریہ۔ اب تم جا سکتے ہو۔" بنی نے سرد لہجے میں کہا۔

"لیکن باس۔ میں احتجاج کرتا ہوں۔ میں آج ہی بگ باس سے رابطہ قائم کروں گا۔ میں استعفا تک دے سکتا ہوں۔" ہوریشو نے جھنجلائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"وہ تمہارا کام ہے ہوریشو۔ براہ کرم مجھے اس بارے میں کوئی تفصیل مت بتاؤ کہ تم کیا کرو گے۔" بنی نے نرم لہجے میں کہا اور پھر اس نے دروازے کا رخ کر کے کہا۔ "ڈیل۔ تم باہر کیوں کھڑے ہو' اندر آجاؤ۔"

ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔ اس کا نام ڈیل کے بجائے گرانڈیل ہونا چاہیے تھا۔ ڈیل ڈول میں گولڈ مین سے بھی نکلتا ہوا تھا' اور کافی خطرناک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ امریکن کاؤ بوائز اسٹائل لباس پہنے ہوئے تھا اور دونوں طرف ہولسٹر لٹک رہے تھے۔

ہوریشو چند لمحے ہونٹ بھینچے کھڑا رہا۔ پھر اس نے کہا "گویا قیدی اب آپ کی تحویل میں ہیں؟"

"ہاں۔" بنی نے جواب دیا' اور ہوریشو پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔

"دل چاہتا ہے مس آپ کے قدموں میں سر رکھ دوں۔ بڑے مغرور انسان کا غرور توڑا ہے آپ نے۔ ہاہاہا۔ ہوریشو دی گریٹ چوہے کے مانند باہر نکل گئے۔" اچانک گولڈ مین نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"بکو مت۔ ورنہ پورے بدن کی کھال اتار دوں گی۔" بنی دھاڑی اور گولڈ مین خاموش ہو گیا۔ پھر آہستہ سے بڑبڑایا۔

"باپ رے باپ۔ بات یوں بھی بنتی نظر نہیں آ رہی۔"

"ڈیل!" بنی نے میری طرف گھورتے ہوئے کہا۔

"مادام۔" ڈیل نے شانے جھکائے۔

"یہ شخص نواز اصغر ہے۔" اس نے میری طرف اشارہ کیا۔

"اوہ۔" ڈیل نے میری طرف دیکھا۔

"دنیا کا خطرناک ترین انسان۔"

"مادام! ڈیل کو اجازت ہو گی؟" ڈیل نے کہا۔

"کس بات کی ڈیل؟"

"یہ تصفیہ کرنے کی کہ دنیا کا خطرناک ترین انسان کون ہے۔ دراصل اپنے بارے میں' میں بھی اسی خوش فہمی کا شکار ہوں۔"

"نہیں۔" بنی کا لہجہ خشک ہو گیا۔ "میں نے تمہیں اس لیے نہیں بتایا۔"

"اوہ۔ جو حکم مادام۔" ڈیل کا لہجہ ڈھیلا پڑ گیا' اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ بنی چند ثانیے خاموش رہی۔ پھر چونک کر بولی۔

"ڈیل چند آدمیوں کو یہاں تعینات کر دو۔ جو' ان کی نگرانی کریں گے۔ اور جا کر ہوریشو کو دیکھو۔ وہ اس عمارت سے نکل گیا ہے یا نہیں؟"

"جو حکم مادام!" ڈیل نے کہا اور پھر اس نے کسی کو آواز دی۔ تھوڑی دیر کے بعد چند آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ سب کے سب مسلح تھے۔ بنی گردن جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے آنے والوں میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

"سنو۔ جوگر کو بلاؤ۔"

"یس مادام۔" وہ گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ اس کے بعد فوجیوں جیسی وردی میں ملبوس ایک توانا شخص کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"جوگر۔ ان دو افراد کو میں تمہاری تحویل میں دے رہی ہوں۔ تم ان کی نگرانی کرو گے۔ کیا تم ایسا کر سکو گے؟"

"یقیناً مادام۔" جوگر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تب انہیں لے جاؤ۔" بنی نے گولڈ مین اور سردارے کی طرف اشارہ کیا۔

"چلو۔" جوگر پستول نکال کر اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"اچھا استاد۔ لونڈیا اکیلے میں روک رہی ہے۔ گو خطرناک ہے مگر تم ہمیشہ سے تقدیر کے دھنی رہے ہو۔" سردارے باز نہ رہ سکا۔ ویسے اس نے یہ جملے اردو میں کہے تھے۔ لہٰذا میرے سوا اور کوئی نہ سمجھ سکا۔

چند لمحے بعد کمرے میں میرے اور بنی کے سوا اور کوئی نہ رہا۔ بنی اب بھی آتشیں نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں رتو؟" اس نے مجھے پرانے نام سے مخاطب کیا۔

"اوہ مس بنی۔ مجھ سے یہ سوال پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟" میں نے بلا جھجک کہا۔ میں بھلا اس کی کیا پروا کرتا۔

"میں چاہتی ہوں' اپنی سزا کا فیصلہ تم خود کرو۔"

"میں فضول باتوں پر غور نہیں کرتا مس بنی۔ بات اگر سزا کی ہے تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھے

کس بات کی سزا دینا چاہتی ہو؟"

"تمہیں اپنے جرائم یاد نہیں ہیں؟"

"مثلاً؟" میں نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

"لانچ پر ——— تم نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ مجھے مارا ——— اور ——— اور پھر مکلینو کی وہ امانت لے کر فرار ہو گئے جو اس نے تمہارے سپرد کی تھی۔ میرے بے شمار آدمیوں کو تم نے قتل کر ڈالا اور پھر جرم پوچھ رہے ہو۔"

"بنی ڈیئر۔ برے کام کرنے والے اچھے لوگ نہیں ہوتے۔ کیا تم خود کو' مکلینو کو اچھا انسان سمجھتی ہو۔" کیا منشیات کی بین الاقوامی تجارت کر کے تم معاشرے کے لیے کوئی اچھا کام کر رہی ہو؟ تم بھی مجرم' میں بھی مجرم ہوں۔ تم حکومتوں کو فریب دیتی ہو۔ میں نے تمہیں فریب دیا۔ اگر انصاف سے کام کرنا چاہتی ہو تو جو سزا میرے لیے تجویز کرو وہی اپنے اور مکلینو کے لیے بھی کرنا چنانچہ اس بات کو چھوڑ کر تم مجھے سزا دینا چاہتی ہو۔ ہاں لانچ پر تمہاری جذباتیت اور غرور نے مجھے غصہ دلا دیا۔ تم غلط اقدامات کر رہی تھیں۔ میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے تمہارے ساتھ غلط سلوک کیا جو میرے اور تمہارے درمیان دشمنی بن گیا ———

...○...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!